بسم اللہ الرحمان الرحیم

من سمع داعية اهل بيتي ولم ينصرهم على حقهم لاكبه الله على وجهه فى النار...... حديث رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ جو شخص بھی میرے اہل بیت میں سے کسی کی نصرت کا استغاثہ سن لیتا ہے اور اس کے بعد بھی ان کے حق کے میں ان کی نصرت نہیں کرتا تو اللہ جل جلالہ اسے منہ کے بل واصل جہنم فرماتا ہے

# انتصارِ ولایتِ عصر

## انصار سازی از دروس کربلا

مصنف

مخدوم السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

مرتب

مہتاب ازفر

المنتظرین پبلی کیشن جمن شاہ ضلع لیہ

دوستو!

PDF فارمیٹ میں مرشد کریم سرکار محمد جعفر الزمان نقوی البخاری دام ظلہ تعالیٰ کی یہ کتاب آپ کے سامنے ہے کمپیوٹر اور خاص طور پر انٹرنیٹ استعمال کرنے والے دوستوں کی اکثر یہ خواہش رہی ہے کہ انہیں سرکار کی تمام کتابیں PDF فارمیٹ میں مل جائیں اس خواہش کا اظہار متعدد بار بہت لوگوں نے www.jamanshah.com پر کیا میں نے ان دوستوں کی خواہش کے پیشِ نظر سب سے پہلے تو تمام کتابوں کے پہلے ایڈیشن تلاش کئے اور انہیں سکین کر کے ان کی PDF بنائی اور جو کتابیں بہت پرانی تھیں کہ جن کا پہلا ایڈیشن میسر نہ آ سکا تو پھر ان کی دوسری جلدی کے مطابق سیٹنگ کرنی پڑی۔

ایڈیشن اول کے مطابق اس لئے سیٹنگ کی ہے کیونکہ جس وقت ہم ایڈیشن اول جو مرشد سرکار نے اپنی حیات طیبہ میں خود تحریر کر کے پرنٹ کروائے تھے ان کا بعد میں پرنٹ ہونے والے ایڈیشن سے موازنہ کرتے ہیں تو ان میں بعض مقامات پر تبدیلیاں نظر آتی ہیں جو پبلشر کی غفلت کا نتیجہ ہیں خاص طور پر ابتدائیے وغیرہ تبدیل کر دئے گئے ہیں جن کا موازنہ آپ خود بھی کر سکتے ہیں۔

تو دوستو اس وقت جو کتاب آپ کے سامنے ہے آپ اس سے بلا جھجک کہیں بھی ریفرنس دے سکتے ہیں یعنی یہ PDF اصل کتاب کے نہ صرف صفحہ بلکہ لائن تک کے مطابق تیار کی گئی ہے۔

ان تمام کاوشات کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مرشد کریم سرکار نے اپنی باون سالہ حیات طیبہ میں جو اسرار و رموز تحریر فرمائے ہیں وہ کما حقہٗ آپ تک پہنچ جائیں۔

آئیں مل کر دعا کریں کہ مرشد کریم سرکار کا مقصد اعلیٰ جلد از جلد پورا ہو یعنی شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج ہو پاک گھر اطہر میں بچھی ہوئی صفِ ماتم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لپیٹ دی جائے ظالمین سے انتقام لیا جائے اور مظلومین کی دادرسی ہو۔ اس دنیا سے ظلم و جور کا خاتمہ ہو اور آل محمد علیھم صلوات وسلام کی ابدی اور لامتناہی حکومت کا دور شروع ہو۔ (الٰہی آمین)

خاکِ پائے مرشد کریم

مداح حسین

مصنف کا نام : مخدوم السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

مرتب : مہتاب ازفر

سنئہ اشاعت : 2002

تعداد : 1000

ایڈیشن : اول

پرنٹرز : سلیم نواز پرنٹرز فیصل آباد

پبلشرز : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

ناشر

القائم ویلفیئر ٹرسٹ

کمرہ نمبر 11 اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 220537,2311979,2311482

Email: klbehdr@khi.paknet.com.pk

میں اپنی اس کاوش کو اپنے مرشد کریمؒ دام ظلہ تعالیٰ کے نام نامی سے منتسب کرتا ہوں جنہوں نے ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت و انتصار سے روشناس فرما کر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ناصرین کی کفش برداری کا اعزاز عطا فرمایا

ع

جے کر سائیںؒ منظور کرے تے لکھ معراج نے میرے

# فہرست

﴾یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴿

**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک**
**وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

# عرضِ مرتب

حمد ہے اس رب جلیل کی کہ جس نے مجھے اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی قلمی نصرت کی توفیق عطا فرمائی اور مجھ جیسے کم مایہ اور عاجز انسان پر تصرف فرما کر اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا کام لیا

استاذی المکرّم کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ وہ ایک ''تھاؤزنڈ ڈائمنشنل'' (Thousand Dimensional) شخصیت ہیں اس لئے ان کے خطبات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے یعنی کبھی وہ استنباطیہ خطبات انشا فرماتے ہیں تو کبھی استدلالیہ، کبھی اعتباریہ خطبات ہوتے ہیں تو کبھی اخلاقیہ، کبھی حسن تعلیل ہوتی ہے تو کبھی مراۃ النظیر، کبھی مقتل پر سلسلۂ بیان جاری فرماتے ہیں تو کبھی بائیوگرافیکل (Biographical) خطابات کا سلسلہ ہوتا ہے، کبھی منطق، کبھی سائنس، کبھی علمِ کلام وقرآنیات پر سلسلہ گفتگو جاری فرماتے ہیں تو کبھی روحانیات وعرفانیات یا فلاسفی پر یعنی ان کے انداز پر کسی علم اور طرز بیان کی چھاپ نہیں ہے کہ کوئی یہ کہہ سکے کہ ان کا کوئی خاص اندازِ گفتگو یا (Style of Speech) سٹائل آف سپیچ ہے کیونکہ سینکڑوں علوم وفنون ان کے فنگرٹپس (Fingertips) پر رہتے ہیں

زیرِ نظر کتاب میں پیش کردہ سلسلۂ گفتگو کا انداز اس لئے منفرد ہے کہ اس میں علم الاعمالیات پر مقتل المظلومین کے پس منظر میں گفتگو کی گئی ہے اور اسی تناظر میں اسے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے

واضح رہے کہ علم الاعمالیات کا علم العملیات (جو اوراد یا وظائف و اشغال پر مبنی ہوتا ہے) سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا علم ہے جو معیاری علوم میں سے شمار ہوتا ہے اور انسان کے اعمال و افعالِ حیات کے پست ترین اور بلند ترین حدود کو متعین کرتا ہے

ایک طرف یہ علم یہ دکھاتا ہے کہ اعمال کی موجودہ صورت کیا ہے تو دوسری طرف یہ بھی بتاتا ہے کہ انہیں کیسا ہونا چاہیے اس علم میں احتساب بھی ہوتا ہے اور آئیڈیل (Ideal) بھی پیش کیا جاتا ہے

یہ سلسلۂ بیان جو میں نے جمع کیا ہے یہ سٹیج پر دو حصوں میں پیش کیا گیا تھا اس کا ایک حصہ سن 2000 عیسوی کے دعائیہ اجتماع کا ہے اور دوسرا حصہ سن 2002 عیسوی کا ہے اور اس میں آج کے مومنین کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا درس بھی دیا گیا ہے خود احتسابی کا راستہ بھی دکھایا گیا ہے اور ایک مکمل آئیڈیالوجی (Ideology) دی گئی ہے کہ اس دورِ غیبت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور ہمیں کیسا ہونا چاہیے اور ہمیں یہ سبق کربلا سے لینا چاہیے

اس کتاب کے بارے میں میں اپنی طرف سے کچھ کہنے سے عاجز ہوں آپ خود پڑھیں گے تو اس کی قدر و قیمت و اہمیت کا درست اندازہ ہو سکے گا اس لئے میں آپ کے اور اس کتاب کے مابین حائل نہیں رہنا چاہتا...... یہاں میں کچھ احباب کا حوصلہ افزائی اور دیگر فنی و علمی تعاون کی وجہ سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گا

جناب آیت اللہ صادق امینی صاحب (ایران)، جناب علامہ سید افتخار حسینؒ نقوی النجفی صاحب، جناب علامہ سید اعجاز حسینؒ کاظمی صاحب، شاعر آلِ عمرانؒ جناب ملک صفدر حسینؒ ڈوگر صاحب، جناب سید مظہر حسینؒ موسوی، جناب سید وجاہت حسینؒ جعفری، جناب ملک کاظم الحسنین صاحب، جناب ملک مداح حسینؒ صاحب، جناب سید منظور حسینؒ صاحب آف سودھر، جناب پروفیسر میاں شمیم اعجاز صاحب، جناب ملک رمضان علیؒ

صاحب، جناب سید مجاہد حسینؑ صاحب فیصل آباد، سید غلام عباسؑ شاہ صاحب شیخوپورہ، جناب شاکر حسینؑ صدیقی صاحب، جناب رانا علیؑ نادر صاحب فیصل آباد، جناب حکیم غلام عباسؑ صاحب شیخوپورہ، جناب سید نواب حیدرؑ شاہ صاحب اور خصوصی طور پر اپنے کمپیوٹر ماسٹر جناب چودھری محمدؑ رضا بھٹی مرحوم کا متشکر ہوں

............والسلام............

مہتاب اذفر

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک و علی آبائک و اولادك**
**وجعلنا من انصارك و لعنة اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## کیوں تنہا قرآن کھڑا ہے؟

کسی کتاب پر اظہار خیال کرنے والے اکثر یہ جملہ تحریر کرتے ہیں کہ ''میں نے اسے جستہ جستہ دیکھا ہے'' ......اور پھر وہ اپنی رائے لکھ دیتے ہیں

معزز قارئین!

میں نے آپ کے زیر مطالعہ کتاب کو اول سے آخر تک اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ایک ہی شب و روز میں پڑھا ہے اس صحرا نوردی میں زندگی بیت گئی مگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد میں اس پر تبصرہ میں لکھے جائے والے اقتباسات کے انتخاب میں خود یہ سطریں لکھنے تک تحیر کا شکار ہوں ...... ایک ایسا اضطراب جس میں انسان کے اپنے تشنہ جذبوں کی تکمیل کا تمام تر سامان موجود ہو میری قلبی کیفیت شاید میرے اس مصرع میں موجود ہے کہ

میں ذہن کی پوروں کو ابھی چاٹ رہا ہوں

شاخ سدرہ سے......طوبیٰ مزاج...... کیف و آگہی سے لکھی گئی یہ کتاب صرف کسی کشاف

اسرار ہی کے مکاشفات کا اظہار ہوسکتا ہے اس کے مؤلف کے بارے میں میرا وجدان صرف یہ کہہ پایا ہے کہ اس ہمہ جہت قلمکار کو کربلا کے جلے ہوئے خیموں کی راکھ کی گھٹی دی گئی ہے اور اسے روحانی طور پر شام غریباں کے اندھیروں میں رکھا گیا...... جذبوں کا وجدان ''انا الحق'' کہنے پر مجبور کر دیتا ہے مفسر اسرار اہل بیت بننے تک کے تمام مراحل کا نگران خود انہی اسرار کا حصہ یا اس کا شاہد محسوس ہوتا ہے

ربذہ میں کی گئی ابوذر کی خود کلامی، دار پر کہے گئے میثم تمار کے فصیح خطبات، معلم کثیر اور مختیار ثقفی کی زندان میں کی گئی سرگوشیاں، مالک اشتر کے رجز، طرماح بن عدی کی بلاغت ذوالعشیرہ سے سامرہ تک کے ماضی کی گواہی یقیناً وہی شخص دے سکتا ہے جس کی روح ان تمام تر امانتوں کی حقدار ٹھہری ہو......قلم کی آبرو سے آگہی ...... انتہائی کم بہت ہی کم لوگوں کو ورثہ میں ملتی ہے اور یہی وہبی اور اکتسابی علوم میں فرق ہے

مکاشفات کی کرنوں سے تخلیق پانے والے قبیلے......اپنی شناخت اپنی واردات قلب ہی کو قرار دیتے ہیں میں بہت دور نکل گیا

زیر نظر کتاب انہی ذمہ داریوں کی داستان ہے جو صبر کو جبر سے ٹکرانے، خیر کو شر سے نبرد آزما ہونے کے لئے ودیعت کی گئیں

اپنے خاندان پر گزرنے والے مصائب کی تپش صرف اور صرف اسی قبیلے کا خون ہی محسوس کرسکتا ہے

مخدوم السید محمد جعفر الزمان نے سید علی بن طاؤس کے قول کو بیان فرمایا ہے کہ ''قرآن کریم میں ظاہراً توحید ورسالت کی دعوت دی گئی ہے لیکن باطناً ولایت کی دعوت دی گئی ہے''

یہی قول انسان کی خودسازی کے لیے کافی ہے بشرطیکہ اس کی گہرائی اور گیرائی تک جانے

کا ظرف اور حوصلہ رکھتا ہو

اور دروس کے مخاطب اس معاشرے کے وہ تمام انسان ہیں جو سرد آہوں، جلتی ہوئی سسکیوں اور بلند نالوں کے ساتھ کربلا میں اپنے موجود نہ ہونے کا مرثیہ کہتے ہیں

کنت کنزاً کی تشریح سمجھ کر اگر آپ مؤلف کا یہ جملہ ذہنی پس منظر میں بسا لیں تو خود آ گاہی کے دریچے قاب قوسین کی سرگوشیوں میں معمور ہو سکتے ہیں کہ غالب مطلق ذات کا وجود ظاہری ہمارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ہیں

اس کتاب کی گفتگو کربلا سے شروع ہو کر کربلا پر ہی ختم ہوتی ہے......عزاداری حضرت سید الشہداؑ علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں کی گئی گفتگو کربلا ہی کے نشیب سے اٹھنے والے استغاثہ کی بازگشت ہے ......اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت سید الشہداؑ علیہ الصلوات والسلام کے تمام خطبات آج بھی ان حیلہ سازوں پر صادق آتے ہیں جو حضرت ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے حضور ان کے انصار بننے تک کے مراحل سے گریزاں ہیں

حضرت سید الشہداؑ علیہ الصلوات والسلام کی وحی آخر الہام افزا زبان سے ابن حر جعفی کیلئے کہا گیا کلمہ نور آج کے مجرمین کے لئے بھی اپنے اندر سامان شفاعت لیے ہوئے ہے کہ ''ہم تمہیں اپنے سابقہ جرائم سے توبہ کی طرف بلاتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ تم توبہ کر کے اپنے جرائم کی سیاہی دھولو' سابقہ جرائم کی توبہ یہ ہے کہ ہم آل محمد علیہم السلام تمہیں اپنی نصرت کی طرف بلاتے ہیں ہماری نصرت کرو اور ہمیں اپنا حق دو

کیا آج کے وارث کائنات عجل اللہ فرجہ الشریف کا ہم سے یہی خطاب نہیں ہے؟

اس کتاب کے ذریعے مؤلف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ آج کے معاشرے کا کوئی بھی انسان چاہے کسی طبقے مسلک یا مذہب سے وابستہ ہو کربلا میں اسے کوئی نہ کوئی کردار

ایسا ہی ملے گا جو اس کے اپنے آپ پر منطبق ہوسکتا ہے ...... ہر شخص ذہنی طور پر اپنے خاندان کا کسی نہ کسی وجہ سے گروی ہوتا ہے اور ان کے تحفظ کی ضمانت اپنی قلبی تشفی کے لئے بھی چاہتا ہے اس بارے میں لکھتے ہیں کہ

ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف پر اپنے اہل وعیال کو قربان کرنا واجب ہے تو پھر ان سے ضمانت لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

کربلا ان کے نزدیک لمحاتی مظاہروں میں لامتناہی کرداروں کو راستہ دکھانے کا نام ہے

امامت کے بارے میں کتنا بڑا جملہ حدیث معصومؑ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''امام علیہ الصلوات والسلام اللہ جل جلالہ کی مرضیوں کا ترجمان ہوتا ہے''

مؤلف نے کربلا کے روشن کرداروں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کربلا میں جوان ضعیف مستور اور بچی کا کردار موجود ہے اسی طرح کربلا میں ہر عمر کے لوگوں کی ترجمانی اور نمائندگی موجود ہے جسے اس دور کا ہر شخص اپنے آپ پر وارد کرسکتا ہے

مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حکومتی ملازم ہے تو جناب حر علیہ السلام اور ان جیسے دیگر لوگوں سے درس لے

اگر کوئی کسی کا غلام ہے تو جناب جون اور جناب اسلم ترکی سے سبق لے اگر کوئی دشمن کا غلام ہے تو وہ جناب فلیح سے سبق حاصل کرے اگر کوئی سید ہے تو وہ کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام سے سبق حاصل کرے اگر کوئی کنیز ہے تو جناب حضرت فضہ سلام اللہ علیہا اور جناب عبداللہ ابن یقطر کی والدہ سلام اللہ علیہا سے سبق لے

اگر کوئی جوان بیٹے کی ماں ہے تو جناب قمر سلام اللہ علیہا سے سبق لے

اگر کوئی کمسن بیٹے کی ماں ہے تو ابن عوسجہ کی بیوی سلام اللہ علیہا سے سبق حاصل کرے

اگر کوئی دشمن کا بیٹا ہے تو حارث کے بیٹے سے سبق لے اور اگر کوئی قسمت کی تقسیم کو دیکھنا

چاہے تو زہیر اور شیث بن ربیع ملعون کا انجام دیکھے
اگر کوئی بیوی ہے تو زہیر اور ابن عمیر کلبی کی بیویوں سے درس لے
مؤلف نے غیر مسلموں کی نمائندگی کا تذکرہ انتہائی محققانہ انداز میں فرمایا ہے
اپنے وقت کے وارث کائنات عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں ہمیں کس کس پہلو سے کیا کیا کرنا چاہیئے اس کے ہر پہلو پر کربلا کے حوالہ سے گفتگو ہی نہیں مکمل بحث کی گئی ہے
یہ کتاب عمومی سطح کے قاری کیلئے بھی راہنمائی کا درجہ رکھتی ہے خواص کیلئے عرفانی راستے مہیا کرتی ہے اور تشنگان عرفان کیلئے کوثر و سلسبیل تک کی رسائی ممکن بناتی ہے
معزز قارئین!
جہاں کسی مقام پر کوئی ذہنی و قلبی و روحانی دقت اور وزن محسوس کریں تو حضرت امام محمد باقر علیہ الصلوات والسلام کے اس ارشاد کو یاد رکھیں کہ
''جہاں ہماری حدیث تمہاری سمجھ سے بالا ہو وہ ہماری طرف لوٹا دو خبردار ہمارے فضائل کا انکار کر کے کفر اختیار نہ کرو''
مؤلف کسی داد کی خواہش رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی کی تنقید کو خاطر میں لانے کی فکر میں ہیں انہوں نے جو کچھ پڑھا جو دیکھا اور محسوس کیا وہ لکھ دیا اب یہ اپنے اپنے نصیب کی یاوری ہے کہ کون کتنا اکتساب فیض کرتا ہے...... سمندر اپنی امانتیں ساحل کو منتقل کرنے تک امین ہوتا ہے ان کے ساتھ برتاؤ کا ضامن نہیں ٹھہرتا...... جو اللہ کی مشیت کا ظرف ہوا نہیں اپنی فکر اور پیمانے پر سوچنا کبھی بھی کسی کو راس نہ آیا انہیں صرف اور صرف ماننے ہی میں عافیت ہے سوچ سوچ کر تو شافعی بھی تھک گئے تھے
اس کتاب کا اگر آپ معمول میں کوئی ردِعمل محسوس کریں تو شعور عطا کرنے والوں کے شکر گزار ہوں

وارثؑ کائنات عجل اللہ فرجہ الشریف کی معرفت، اطاعت اور نصرت سے ہماری اپنی ہی نجات وابستہ ہے صرف نماز میں زیارت پڑھ لینے سے ان کا ظہور نہیں ہو گا اپنے مکمل احساسات و اعمال شب و روز ان کی نذر کرنا ہوں گے

ورنہ مؤرخ تو اختر چنیوٹی کی زبان میں یہی لکھتا رہے گا کہ

اجرِ رسالت کیا تھا اختر
کیوں تنہا قرآن کھڑا ہے

شاعر آل عمران

ملک صفدر حسینؑ ڈوگر
مسلم ٹاؤن راولپنڈی

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک**
**وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

# پیش گفتار

## قیامِ مقصد

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

ماضی کے جو سادات عظامؒ اپنے سلسلۂ روحانیات سے منسلک ہوتے تھے ان پر اپنی زندگی میں کسی وقت اکتشافِ حقائق ہوا کرتا تھا یعنی انہیں کئی مناظر دکھائے جاتے تھے جو ان کی زندگی کو ایک مقصد اور ٹریک دے دیتے تھے...... جس کے بعد وہ باضابطہ و مربوط اور بامقصد زندگی کی ڈگر پر چلنا شروع کر دیتے تھے

وہ چار مناظر ہوتے تھے جو انہیں دکھائے جاتے تھے

### پہلا منظر

ایک ویرانہ جس کی غیر ہموار زمین پر اس کے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کی لاشیں گرم زمین پر بے گور و کفن خون میں غلطان اور صدیوں سے بے انتقام پڑی ہوئی ہیں جن کے زخموں پر ریت اڑ اڑ کر پڑ رہی ہے جن کے اعضائے بدن میدان میں بکھرے ہوئے ہیں

### دوسرا منظر

کچھ جلتے ہوئے خیام ہیں جن کے باہر نرغۂ اعدا میں گھرے ہوئے ان کے اپنے پردہ دار نبی زادیاں صلوات اللہ علیہن اور ان کے پہلوؤں سے لگے ہوئے سہمے ہوئے خوف زدہ معصوم بچے اور بچیاں ہیں اور کچھ ذبح شدہ بچوں کی لاشیں جلتے خیام کے سامنے پڑی ہیں

......نرغۂ دشمناں میں گھرے ہوئے مستورات صلوات اللہ علیہن ہیں ( جو اس کی اپنی دادیاں ہی ہیں ) کہ جو نہ تو ان مظلوموں کی لاشیں دفن کرسکتی ہیں، نہ واپس وطن جاسکتی ہیں، نہ فریاد کر سکتی ہیں، نہ روسکتی ہیں، رضائے اِلٰہی میں پابند، خاموشی سے ان لاشوں کی کس مپرسی اور بیکسی پر آنسو بہا رہی ہیں

## تیسرا منظر

پھر دکھایا جاتا تھا کہ دشت کربلا میں ان بکھری ہوئی لاشوں، ان جلتے ہوئے خیام، ان نرغۂ اشقیا میں محصور نبی زادیوں صلوات اللہ علیہن کا ایک مظلوم ومجبور ولاچار وارث بھی ہے جو امر اِلٰہی اور رضائے اِلٰہی میں پابند ہے وہ بھی کچھ نہیں کرسکتا بیمار ہے جس کا سارا زور اس کے اپنے جگر ہی پر چلتا ہے وہ اپنے جگر کو غیرت کی ضربوں سے زخمانے کے سوا کرے بھی تو کیا؟ اورخون کے آنسو بہانے کے علاوہ اس کے پاس راستہ ہی کون سا بچا ہے؟

## چوتھا منظر

دوستو کسی سیدزادے کو دکھایا جاتا تھا کہ دور کہیں اجڑے ہوئے گھر، ویران حویلیاں، بند دروازے، جن پر مایوسی اور حسرت برس رہی ہے، دکھ نوحہ کناں ہیں، درد جن کی دیواروں پر بال کھول کر رو رہے ہیں اور دوبارہ آباد ہونے کی حسرت در ودیوار سے ٹپک رہی ہے، اس کے باوجود ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ......اور پھر اس منظر کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس سید زادے کی پاک دادیوں صلوات اللہ علیہن کی بکھری ہوئی فریاد کناں مزاریں، انتقام کو ترستی ہوئی تربتیں، زائرین کے سامنے نصرت کے استغاثے کرتی ہوئی قبریں ہر مزار جو کسی بھی شہید کی ہے ایک فریاد مجسم، ہر تربت ایک مایوس فریادی کی طرح آنے جانے والوں سے اپنے دکھوں کی کہانی بیان کرکے عدل وانصاف کی خواستگار نظر آتی ہے دوسری طرف لوگوں کا ہجوم ان کی فریاد سننے کی بجائے انہیں اپنے مسائل سنانے میں

مصروف نظر آتا ہے

یہ مناظر صدیوں پر محیط نظر آتے ہیں ...... ان کا سلسلہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد شروع ہوا اور ایک کربلا کی بنیا د رکھی گئی اور کربلا کا ایک چھوٹا سا ٹریلر trailer چلایا گیا اور اس کے بعد اس کا لارج سکیل (Large Scale) پر کھلے عام مظاہرہ کربلا میں ہوا اور پوشیدہ طور پر ہر دور میں جاری رہا

## وارثانِ مظلومین

دوستو ...... ان مظلوموں کے کچھ ورثا ایسے بھی رہے ہیں جن کے سامنے ماضی کی حیثیت حال جاری جیسی تھی ...... وہ بھی ان مظلوموں علیہم الصلوات والسلام ہی کے بیٹے تھے جن کے سامنے یہ چاروں منظر ہمہ وقت رہتے تھے یعنی بکھری ہوئی لاشیں، روتی ہوئی مجبور دادیاںؑ ویران گھر ...... یہ سارے مناظر ان سے بھی فریاد کرتے تھے کہ ہماری بحالی کیلئے کچھ تو کریں مگر رضائے الٰہی میں مداخلت کو جائز نہ سمجھنے والے بیٹے خاموشی سے خون کے آنسو بہا کر رہ جاتے تھے اور رونے اور رلانے کے علاوہ ان کے سامنے کوئی راستہ ہی نہیں تھا

جب کوئی شخص ان بیٹوں میں سے کسی کے سامنے عرض کرتا کہ آپ انتقام کیوں نہیں لیتے تو جواب میں رو کر یہی فرماتے کہ انتقام نہ لینے کی واحد وجہ قلت انصار ہے......یعنی مظلوم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی دستار کے وارث صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ اب تو بنی امیہ انتہائی کمزور ہو چکے ہیں اور بنی عباس کی جڑیں ابھی مضبوط ہی نہیں ہوئیں آپ اعلانِ خروج فرمائیں تو آپ کی ابدی حکومت کا قیام ممکن ہے

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاس سولہ 16 عدد مخلص انصار موجود ہوتے تو واللہ ہم ایک لحہ بھی گھر میں نہ بیٹھتے اور تلوار انتقام بلند فرمالیتے ......یعنی ان کے سامنے بھی یہی

مسئلہ تھا کہ ایک طرف اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کی بے کفن و بے انتقام لاشیں سامنے زمین پر بکھری ہوئی تھیں، دوسری طرف روتی ہوئی نبی زادیاں حسرت سے طلب انتقام میں مصروف تھیں، تیسری طرف اجڑے ہوئے گھروں کا تقاضہ تھا کہ انہیں آباد کیا جائے چوتھی طرف ان مظلوموں کی بحالی اور انتقام سے بے خبر اپنے مادی مسائل کی دلدل میں پوری طرح غرق شیعہ ہر چیز میں اپنا فائدہ ڈھونڈنے میں مگن، ہر عمل کی جزا وثواب کے پیچھے بھاگنے والے، ہر نیکی وعمل پر اپنا الوسیدھا کرنے والے......ان کی مثال ایسے خود غرض کی تھی کہ جس نے سن رکھا تھا کہ دعائے غریق یعنی ڈوبتے ہوئے آدمی کی دعا جلدی سنی جاتی ہے اوراس نے کسی مومن بھائی کوڈوبتے دیکھا تو اس ڈوبنے والے نے کہا بھائی مجھے بچالوتو اس شخص نے کہا بھائی تمہاری دعا منظور ہونے کا وقت ہے ذرا میرے گھربار کی سلامتی کی دعا تو کرتے جاؤ......میرے مال میں برکت ہو......وہ کہے میں مررہا ہوں مجھے بچاؤ اور وہ کہے میری دکان کے حق میں بھی دعا کردو کیونکہ تمہاری دعا رد نہیں ہوسکتی تم تو مومن ہواور ڈوب رہے ہو

دوستو !......خاندان پاک کے مقدس افراد کیلئے یہی مسائل تھے کہ ایک طرف ایسے خود غرض دوست تھے جو شہیدوں کی لاشوں پر اپنے لئے دعائیں مانگ رہے تھے اور انہیں اپنی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ سمجھ رہے تھے تو دوسری طرف دشمن ہی دشمن تھے جو عزاداری اور مقاصد عزا کو پوری طرح مٹانا چاہتے تھے اس لئے ان بیٹوں کیلئے کوئی راستہ تھا ہی نہیں اور وہ سوائے رونے اور رلانے کے کر بھی کیا سکتے تھے......انہی حالات کو دیکھتے ہوئے انہوں نے عزاداری کا قیام فرمایا اور لوگوں سے کہا کہ بھائی اگر ان مظلوموں علیہم الصلوات والسلام کی کوئی نصرت نہیں کرسکتے تو ان کے احسانات کو یاد تو رکھو......ان کے غم میں آنسو تو بہا لیا کرو......دیکھو مظلوم کو رونے میں بہت بڑا اجر ہوتا ہے......یعنی اگر کوئی مومن مسافرت

میں فوت ہو جائے تو اس کی لاش پر رونے کا بہت بڑا اجر ہے آپ ان مظلوموں کو ایک مسافر مومن سمجھ کر ان پر آنسو بہا لیا کرو اگر رو نہیں سکتے تو رونے کی شکل ہی بنا لو تو جنت کے ہم ضامن ہوں گے ...... دیکھو ان مظلوموں پر چار آنسو بہانے میں تمہیں کیا زحمت ہو گی چار آنسو نہیں تو اتنا ہی رو لیں کہ مچھر کا ایک پر تر ہو جائے تو بھی ہم جنت کے ضامن ہو جائیں گے اور اگر رو نہیں سکتے تو رونے جیسی شکل ہی بنا لو یعنی کچھ تو کرو کہ جن سے ان کی یاد تازہ رہے

## دورِ غیبت

دوستو! ...... پھر ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے آخری وارث یعنی ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا زمانہ آ گیا ان کے سامنے بھی یہی مناظر ہمیشہ نظروں کے سامنے جاری رہے یعنی اجڑے ہوئے گھر، ویران حویلیاں، دشت میں بکھری ہوئی بے کفن و بے انتقام لاشیں، روتے ہوئے صدیوں سے بے سہارا مستورات تو حید صلوات اللہ علیہن اور سیدانیوں کی بکھری ہوئی لاوارث مزاریں، نصرت طلب کرتی ہوئی مایوس قبریں، بحالی اور آبادی کیلئے استغاثۂ نصرت کرتی ہوئی تربتیں ......

پھر اس دورِ غیبت میں بھی اپنے اجداد طاہرین کا احساس دل میں رکھنے والے سیدزادوں کو اکثر یہ منظر بھی دکھایا جاتا تھا کہ ان مزاروں کا ایک اکیلا وارث ہے جو ایک ایک مزار پر جا کر آنسو بہاتا ہے، ہر مزار پر جا کر انہیں دلاسہ دیتا ہے کہ کبھی نہ کبھی تو ہمیں بھی انصار مل جائیں گے ہم آپ کا انتقام بھی لیں گے اور آپ کو دوبارہ ابدی مسرتوں سے ہمکنار کریں گے ...... پھر تنہائی میں سارے مظلومین علیہم الصلوات والسلام کا تنہا وارث خون کے آنسو بہاتے ہوئے بین وندبہ فرماتا ہے ''اے اجداد طاہرین علیکم الصلوات والسلام یہ وقت ہمارے

اور آپ کے درمیان حائل ہوگیا ہے کاش ایسا نہ ہوتا اور ہم بھی آپ کے زمانے میں ہوتے اور اپنی جان آپ پر قربان کر کے ان دکھوں سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جاتے مگر ایسا ہوا نہیں بلکہ اب تو ہم غیبت میں بیٹھ کر خون کے آنسو بہانے کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتے حقیقت یہ ہے کہ سارے مظلومین کا یہ اکیلا وارث سوائے خون کے آنسو بہانے کے کر بھی کیا سکتا ہے؟ کیونکہ یہ رضائے اِلٰہی میں مداخلت جائز نہیں سمجھتے اور انصار کی قلت کی وجہ سے تلوار انتقام بلند بھی نہیں فرما سکتے ...... ہاں اپنے نام لیواؤں سے یہی فرماتے رہتے ہیں کہ کاش تم سارے مل کر ہمارے خروج کی دعا کرتے تو ہمارے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے انتقام لینے کی ہمیں اجازت مل جاتی ......تم عزا و دعا کو کثرت سے کرو تمہارا اپنا بھی اسی میں فائدہ ہے

جب کسی سید زادے کو یہ مکاشفہ کروایا جاتا تھا اور وہ بیٹا بن کر سوچتا تھا اور ایک مظلوم وارث عجل اللہ فرجہ الشریف کو ایک دکھی بیٹے کو جب غیبت میں روتا ہوا دیکھتا تھا تو اس پر اپنی ہستی اور ذمہ داریوں کا اکتشاف ہوتا تھا تو وہ دن رات اس غم میں گھلتا رہتا تھا، روتا رہتا تھا اور اپنی ساری توانائیاں عزاداری کے قیام پر صرف کر دیتا تھا......آج جو عزاداری نظر آ رہی ہے یہ ان سادات عظام کی محنت اور کوششوں سے قائم ہوئی ہے اور باقی ہے

## قیامِ مقصد پاک

دوستو !...... یہ 1950ء سے بہت پہلے کی بات ہے جب ہمارے پاک مرشد کریم دام ظلہ تعالٰی کے سامنے یہ اکتشاف کا عمل ہوا تھا یہ ان کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ تھا جس میں انہیں بھی وہ بکھری ہوئی بے کفن لاشیں اور روتے ہوئے مستورات صلوات اللہ علیہن دکھائے گئے اور ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے تنہا وارث عجل اللہ فرجہ الشریف کو دکھایا گیا کہ کس طرح ایک ایک

مزار پر گریہ کناں تشریف لے جاتے ہیں اوران مزارات کوکس طرح دلا سے دیتے ہیں اورانہوں نے دیکھا کے ایک طرف وہی ویران حویلیاں، بے گورکفن لاشے،فریاد کرتی ہوئی مزاریں اور طالبِ نصرت وانتقام وعدل تربتیں، استغاثے کرتی ہوئی قبریں اور اپنے مادی مسائل میں غرق مسلمان وشیعیان ......تو اس وقت ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ رات کومسجد میں رورو کرغش فرما گئے صبح کو بے ہوشی کے عالم میں اٹھا کر باہرلا یا گیا جب پہلی مرتبہ یہ واقعہ ہوا تو یہ طالب علمی کا زمانہ تھا پھراس واقعے کا اعادہ کئی سال بعد ہوا......اس کے بعد کافی عرصہ ان پر مصائب کی کیفیت طاری رہی اوران پر بھی ابتدا میں وہی اثر ہوا جو ماضی کے باقی سادات عظامؒ پر ہوا تھا یعنی انہوں نے بھی عزاداری کا قیام فرمایا......اس دور میں اس علاقے میں شیعہ بہت کم تھے بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے اور جو تھے وہ بھی انہی کے والد ماجد جناب سید صدر حسین نقوی البخاری اعلی اللہ مقامہٗ کے شیعہ کئے ہوئے تھے ان سے قبل تو یہاں نام کا بھی کوئی شیعہ نہ تھا......اس وقت ہمارے مرشد کریم دام ظلہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں قیام عزا کا اہتمام فرمایا لیکن انہیں وہ مناظر نہیں بھولے جو انہوں نے مکاشفات کے دوران دیکھے تھے اور شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی مظلومیت کا اثر دل پر چھایا رہا اور انہوں نے اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے مسلسل رابطہ رکھا ...... اسی دوران ایک دن انہوں نے عرض کیا کہ آقا اس طولانی غیبت اور لامتناہی مصائب اورانتقام کی تاخیر کی وجہ کیا ہے؟ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے فرمایا قلت انصار کی وجہ سے ساری تاخیر ہوئی ہے......آپ دام ظلہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ اس طولانی مصائب کے خاتمے کی کیا کوئی صورت ہے بھی؟ ...... مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے پاک وارث شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے فرمایا اس کی واحد صورت انصار کاملین کی فراہمی ہے اس کے بعد ہمارے مرشد کریم عجل اللہ فرجہ الشریف نے فراہمی انصار کی مہم شروع فرمائی اورلوگوں

میں دعائے تعجیل فرج کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کی جس کی ابتدا میں بہت مخالفت بھی ہوئی مگر انہوں نے مخالفین کی کارروائیوں سے بے نیاز ہوکر اپنے مشن کو جاری رکھا اور کسی کو کوئی جواب تک دینا مناسب نہ سمجھا اور آپ نے عزاداری اور دعا کو ملا کر چلانے کا انتظام فرمایا اور ماتم میں آپ پیش پیش رہے زنجیرزنی میں سب سے پہلے آپ ہی زنجیر نکال کر ماتم فرماتے تھے کیونکہ عزاداری کے قیام کا مقصد ہی فراہمی انصار تھا

ماضی کے سادات عظامؒ اور فقراءؒ اور روحانیینؒ و ربانیینؒ نے قیام عزا فرمایا تھا تو اس کا مقصد بھی یہی تھا مگر اسے کھولا نہیں گیا تھا جس کی وجہ سے بعد والوں نے عزاداری کو ایک دوسری شکل دے دی اور یہ ایک رسم اور روایت ہی بن گئی اور شیعہ کہلانے والوں نے ان کے مقاصد کو بھول بھلا کر عزاداری کا صرف وہ پہلو یاد رکھا جو ان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتا تھا یعنی ''رونے سے جنت ملنے والی ہے''......''رونے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں''......''رونے سے مادی مسائل حل ہوجاتے ہیں''......''عزاداری سے مال واولاد میں برکت پیدا ہوتی ہے اضافہ ہوتا ہے نجات یقینی ہوتی ہے اور بس''

اس کے بعد تو یہ عزاداری ایک بہت بڑا دھندا بن گیا جس میں طرح طرح کے مقاصد لے کر آنے والوں نے اصل مقاصد ہی کو ختم کردیا......جیسا کہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں

- کچھ لوگ نجات کیلئے عزاداری کرتے ہیں
- کچھ لوگ جنت کیلئے اور گناہوں کی بخشش کیلئے عزاداری کرتے ہیں
- کچھ لوگ سارا سال نمبر دو کام کرتے ہیں اور محرم پر چاندی کی ضریح وشبیہ چڑھا کر نجات کنفرم کروالیتے ہیں
- کچھ لوگ مجالس عزا کے قیام کو نام ونمود کا ذریعہ بنا کر خوب نام کماتے ہیں
- کچھ لوگ عزاداری کے پردے میں سیاست کو چمکاتے ہیں

❁ کچھ لوگ ذکرِ عزا کو بیچتے ہیں اور عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں

❁ کچھ لوگ ماتم اور عزاداری میں جنسی نجاستوں سے خواہشاتِ نفس کی تکمیل کرتے ہیں

یہاں کس کس بات کو بیان کیا جائے اور کس کس چیز کا رونا رویا جائے اور آج تو نام نہاد مقررین وعلمائے کرام نے پورے کا پورا شیعہ مذہب ہی عزاداری اور رونے رلانے ہی کو قرار دے دیا ہے جس کی وجہ سے آج ہمارے مذہب کے سارے لوگ پورے کا پورا دین عزاداری کو سمجھتے ہیں اور وہ بھی اس کے قیام کے مقاصد کو سمجھے بناں

بعض کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہوا دیکھا ہے کہ عزاداری کے اہداف ہیں ہی نہیں اس کا کوئی دوسرا مقصد موجود ہی نہیں بلکہ یہ مقصود بالذات شے ہے جبکہ ان لکھنے والے نادان دوستوں کے ہزاروں مقاصد اسی عزاداری سے وابستہ ہیں

## ﴿دینِ عزا﴾

دوستو !......آج ہمارے سامنے جو شیعہ مذہب موجود ہے وہ نام ہے عزاداری اور ماتمداری کا اور اس کے علاوہ چند مراسم کے علاوہ تشیع کوئی چیز ہی نہیں ہے یعنی اگر آپ کسی عام شیعہ سے دریافت کریں کہ شیعہ مذہب کیا ہے تو اس کا یہی جواب ملے گا کہ شیعہ مذہب عزاداری اور تبرے کا نام ہے......یعنی آج یہ تصور عام ہے کہ شیعہ مذہب نام ہے عزاداری و ماتمداری کا اور اس کے علاوہ کوئی چیز قابل اعتنا ہے ہی نہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ ہم یہاں اس ''تصورِ تشیع'' کا ایک تجزیہ کرتے چلیں

دوستو !...... یہ مذہب تشیع وشیعیت 61 ہجری سے پہلے بھی موجود تھا......کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ واقعہ کربلا سے پہلے جب عزاداری کا قیام عام نہیں فرمایا گیا تھا تو اس وقت شیعہ کیا کرتے تھے؟......یعنی ان کا لائف سٹائل (Life Style) ٹریک آف لائف

(Track of Life) ضابطہ اعمال اور ان کی پہچان کیا تھی؟...... کیونکہ اس دور میں عزاداری تو قائم ہوئی نہیں تھی

اس وقت نہ ذاکر تھے، نہ نوحہ خوان، نہ مرثیہ نگار، نہ مجالس عزا، نہ شبیہیں، نہ زنجیر زنی، نہ قمہ زنی، نہ سینہ زنی یعنی آج جو چیزیں ہماری پہچان ہیں اور جو کلی طور پر تشیع سمجھی جاتی ہیں ان میں سے کوئی ایک چیز بھی موجود نہ تھی تو اس وقت شیعہ کیا کرتے تھے؟

اب دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج ہو جائے گا اور ان کی ابدی خوشیوں کا قیام ہو جائے گا تو اس وقت بھی عزاداری اور متعلقات عزا نہ رہیں گے کیونکہ اس وقت سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام دنیا پر تشریف لائیں گے، مظلومین کی بحالی کا عمل ہوگا، وہ دور آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی مسرتوں کا دور ہے اور شیعہ کی پہچان یہی بیان ہوئی ہے یحزنون من حزننا و یفرحون لفرحنا ...... یعنی شیعہ ہمارے غم سے غمگین ہوتے ہیں اور ہماری خوشی سے خوش ہوتے ہیں ...... جب ساری آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی خوشیاں ہو رہی ہوں گی تو اس دور میں تو عزا دشمن کے گھر میں ہوگی شیعہ تو پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کی خوشیوں سے سرشار ہو رہے ہوں گے تو عزاداری و ماتمداری تو نہیں رہے گی

اب آپ سوچیں اس دور میں عزاداری تو نہیں ہوگی مگر شیعہ عام شیعہ نہیں بلکہ کائنات کے کامل ترین شیعہ ہوں گے تو وہ اس دور میں کیا کریں گے ان کے اعمال حیات کیا ہوں گے؟ ان کے عبادات کیا ہوں گے کیونکہ آج کی سب سے بڑی عبادت یعنی عزاداری اور ماتمداری تو رہے گی نہیں پھر اس دور میں شیعہ کی پہچان کیا ہوگی؟ وہ زندگی کس طرح گزاریں گے؟ ان کی ایکٹیوٹیز (Activities) کیا ہوں گی؟

آج کا ایک عام آدمی کبھی اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس وقت کیا ہوگا یا

ماضی میں واقعہ کربلا سے پہلے کیا ہورہا تھا جو شیعوں کی پہچان اور مقصد حیات رہا ہے

دوستو بات یہ ہے کہ شیعہ کی صرف ایک پہچان ہے اور وہ ہے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام زمانے کی حجت اور امام علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنا ......شیعوں کی مرکزیت زمانے کا امام ہوتا ہے وہی ان کیلئے سب کچھ ہوتا ہے وہ توحید کے ارادوں کو بھی زمانے کے امام کے آئینے میں دیکھتے ہیں اور اپنے توحید سے متعلق رویوں کو بھی زمانے کے امام کے پیمانے پر تولتے ہیں کیونکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام ہی سب کچھ ہوتے ہیں، ان کی رضا اللہ کی رضا ہوتی ہے، ان کا غضب وسخط اللہ کا غضب وسخط ہوتا ہے ان کی نصرت اللہ کی نصرت ہوتی ہے، ان کی محبت اللہ کی محبت ہوتی ہے، ان کا انکار اللہ کا انکار ہوتا ہے، یعنی امام زمان علیہ الصلوات والسلام ہی اللہ جل جلالہ کا وسیلہ اتم اور اکمل ہوتا ہے ان کی غلامی اور عبدیت اللہ جل جلالہ کی غلامی وعبدیت ہوتی ہے، ان کا حلال حلال ہوتا ہے، ان کا حرام حرام ہوتا ہے، کیونکہ امام زمان علیہ الصلوات والسلام اللہ کی زبانِ ناطق ہوتا ہے، اس کا ترجمان ہوتا ہے، اس کے صفات وخصائص، محبت، غضب، میلان، نفرت، بیان واحکام خذل وسخط کا واسطہ ہوتا ہے، بلکہ اس کی ذات تک کے اظہار کا ذریعہ ہوتا ہے اس لئے ہر دور میں شیعوں نے نصرت واطاعت امام ہی کو دین قرار دیا ہے

کربلا ہمارے لئے دین کی ایک یونیورسٹی ہے، کربلا کائنات کیلئے دین حق کی لیبارٹری ہے کہ جہاں اس دین حق کو زندہ کیا گیا ہے جس کا نام دین نصرت ہے اور ہمیں یہ درس دیا گیا ہے کہ اپنے زمانے کے امام پر سب کچھ فدا کرنا ہی عین دین ہے اور یہی واحد دین حق ہے ......یہی دین کربلا سے پہلے بھی تھا اور بعد از خروج بھی رہے گا اور ملک آل محمد علیہم الصلوات والسلام میں حکومت اِلٰہیہ کے قیام کے بعد بھی دین نصرت ہی رائج رہے گا اور ہر شیعہ اپنے شہنشاہِ زمانہ کو اسسٹ (Assist) کرے گا گویا انسان کی یہی معراج ہوگی کہ اس دور

میں انسان اللہ کا معاون کلی ہو جائے گا

دوستو!......حقیقت یہ ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنا ہی حقیقی اور اللہ جل جلالہ کا پسندیدہ دین ہے اور اسی کا نام اسلام ہے جو نصرت امام سے دست کش ہوتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو جمل وصفین میں تلوار نہ اٹھائی جاتی اور یہ تلوار اٹھا کر ثابت کیا گیا کہ کلی دین اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہوتے ہیں اگر ان کی نصرت نہ کی جائے تو دین باقی نہیں رہتا

## ﴿عزاداری کا قیام﴾

دوستو!......آپ سوچ رہے ہوں گے کہ عزاداری کا قیام کیوں فرمایا گیا؟......اور رونے کی تاکید کیوں فرمائی گئی؟ یعنی رونے کی شکل بنانے پر بھی جنت کی ضمانت دینے کا ان کی ذات کو کیا فائدہ تھا؟ اور عزاداری کے قیام کی اتنی سختی سے تاکید کیوں فرمائی گئی اور اس کے قیام میں اتنا تکلف کیوں فرمایا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کے قیام میں تاخیر کی ایک وجہ قلت انصار بھی ہے اور عزاداری تجمیع انصار کا بہترین ذریعہ ہے بلکہ سب سے کامل ومؤثر وجامع ذریعہ ہے جیسا کہ اس کی مثالیں ہم ماضی میں دیکھ سکتے ہیں ...... ہم قبل از طلوع اسلام کے واقعات کو یہاں لکھیں گے تو طوالت ہو جائے گی یہاں ہم صرف طلوعِ اسلام کے بعد کے ایک دو واقعات بیان کر کے آگے بڑھیں گے

دوستو ظہور اسلام کے بعد جو کفار و مشرکین سے پہلی باضابطہ جنگ ہوئی ہے اسے بدر الکبریٰ کہا جاتا ہے ...... اس جنگ میں کفار مکہ کی طرف سے آنے والے بڑے بڑے رؤسا واصل جہنم ہوئے یعنی عتبہ بن ربیع، شیبہ بن ربیع، ولید بن عتبہ، ابوجہل بن ہشام وغیرھم فی

النار والسقر ہوئے ...... جب ولید مارا گیا تو اس کی بہن ہند (جو معاویہ کی ماں تھی) نے سابقہ دستور عرب کے مطابق اپنے باپ عتبہ اور بھائی ولید و چچا شیبہ کی عزاداری کا قیام کیا جب ولید اور عتبہ کے گھوڑے مکہ کے باہر پہنچے تو ان کی موت کی اطلاع مکہ میں پہنچا دی گئی ہند نے کفار مکہ کی عورتوں کو جمع کیا اور مکہ سے باہر چلی گئی اور آتے ہوئے لشکر کا استقبال کیا، وہاں اس نے باپ اور بھائی کے گھوڑوں پر ان کے خون آلود لباس رکھے ان کا سامان جنگ رکھا، زرہیں، خود، تلواریں ان کے اپنے اپنے گھوڑوں پر رکھی گئیں، وہاں سے ہند نے بھائی کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور باقی عورتوں کے ساتھ ''واولیدا واویلا'' کی آواز پر ماتم کرتے ہوئے پورا شہر عبور کیا ان عورتوں کی دونوں جانب مردوں کا روتا ہوا مجمع تھا اور ان میں سے بعض کے ہاتھوں میں راکھ دان تھے جن میں سے وہ راکھ نکال نکال کر پورے مجمع پر ڈال رہے تھے اور یہ عزاداری کا جلوس کافی دیر کے بعد ابوسفیان کے گھر پہنچا ...... اس کی ایک جھلک انگلش مووی ''دا میسج'' (The Message) میں بھی دکھائی گئی ہے ...... یہاں جنگ احد تک عزاداری قائم رہی اور جب اگلی جنگ یعنی جنگ احد ہوئی تو اس میں بظاہر اسلام کو شکست ہوئی اور انتہائی قیمتی جانیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوئیں اسد الرسولؐ جناب حمزہؓ شہید ہوئے اور دیگر بہت سے جانثار قربان ہوئے یہاں تک کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک سر بھی اسی جنگ میں زخمی ہوا اور ان کے دندان مبارک بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے

آپ دیکھیں جنگ بدر الکبریٰ میں کفار کی طرف سے ایک ہزار کا لشکر تھا مگر جنگ احد میں بہ اختلاف روایات تیس 30 ہزار کا لشکر تھا تو اب آپ سوچیں لشکر کفار میں تیس گنا اضافہ کس چیز نے کیا؟ ......صرف عزاداری نے ...... اسلام کو بظاہر شکست کس چیز نے دی؟ ......صرف عزاداری نے ......کفار کو انصار و معاون جانثار کس چیز نے دیئے ......

صرف عزاداری نے

قتل خلیفہ عثمان کے بعد پھر ابوسفیان کے بیٹے نے اسی ہتھیار کو استعمال کیا اور شام میں اس کی عزاداری کا قیام کیا خلیفہ عثمان کا خون آلود لباس کھونٹے پر لٹکا رہا ساتھ ہی اس کی بیوی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور دیگر بہت سا سامان وہاں عوام کے سامنے رکھا گیا اور ساٹھ ساٹھ ذاکرین و مرثیہ خوان ایک وقت میں جمع رکھے اور دن رات مرثیہ خوانیاں کروائی گئیں ماتم عزاداری قائم رہی اور چند دنوں میں صفین کے میدان میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر اسی عزاداری ہی کی بدولت مہیا کیا جا سکا......اب آپ سوچیں کہ صفین میں اتنے زیادہ انصار و معاون کس چیز نے دیئے؟......صرف عزاداری نے

دوستو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عزاداری تجمیع انصار کا سب سے مؤثر، زود اثر اور مکمل ذریعہ ہے عزاداری انصار جمع کرنے کا قدیم ترین ذریعہ بھی ہے کیونکہ عرب کے وہ قبائل جن کے زیادہ افراد مارے جاتے تھے تو وہ بھی دوسرے قبائل میں سے اپنے انصار بنانے کیلئے عزاداری قائم کرتے تھے کیونکہ انسان کی فطرت ہے وہ مظلوم سے ہمدردی رکھتا ہے اور یہی ہمدردی جذبۂ نصرت کو بیدار بھی کرتی ہے اور جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا بھی نہیں ہونے دیتی اور عزاداری جذبۂ انتقام کو ابھارنے کا بھی بہترین ذریعہ ہے

اس لئے واقعہ کربلا کے بعد خاندان توحید و رسالت علیہ الصلوات والسلام کو طویل غیبت کا زمانہ نظر آ رہا تھا اور اس میں جذبۂ انتقام و نصرت کے سرد ہونے کے بہت زیادہ امکانات تھے جس کی وجہ سے ہر معصوم علیہ الصلوات والسلام نے قیام عزا پر زور دیا اور اس کے قیام پر جنت کی وعید فرمائی اور بہت زیادہ اجر و ثواب کو بیان فرمایا تا کہ مومنین میں عزاداری قائم رہے اور جب ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے آخری منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں تو انہیں کچھ

نہ کچھ انصار مل جائیں

دوستو میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ عزاداری دراصل تجمیع انصار کا مؤثر ذریعہ ہے اور جذبۂ انتقام کو ابھارنے اور اس کے باقی رکھنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے، جذبۂ نصرت کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بھی ہے یہ بات یاد رہے کہ یہ عزاداری اصل دین نہیں ہے بلکہ اصل دین نصرت امام زمان ہے اور یہ نصرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے جذبے کو زندہ رکھنے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے اس لئے اصل دین کی بقا کا بھی یہی سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے چونکہ دورِ غیبت میں جذبہ نصرت اور انتقام کی بقا کا یہی بہترین ذریعہ ہے جو کہ اصل دین ہے اس لئے دور غیبت میں عزاداری کا قیام اصل دین ہے کیونکہ عزاداری سے ذکر مظلومیت ہوتا رہے گا اور مظلومیت کے بیان سے لوگوں کے دلوں میں مظلومین علیہم الصلوات والسلام کی ہمدردی پیدا ہوتی رہے گی اور مظلوم سے ہمدردی نصرت کا پہلا قدم ہے کیونکہ ہمدردی کے بعد مظلوم کی بحالی اور انتقام کی خواہش پیدا ہوتی ہے انتقام کی خواہش منتقم کی نصرت پر اکساتی ہے اور انسان مظلوم کا ناصر بن جاتا ہے

اسی لئے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف جب تشریف لائیں گے تو انہوں نے اپنا شعار (سلوگن) جو دینا ہے وہ ہے ''یالثارۃ الحسین علیہ الصلوات والسلام'' ثار کے معنی جوش انتقام میں آپے سے باہر آجانے کے بھی ہوتے ہیں یعنی انہوں نے یہ نعرہ اس طرح بلند فرمانا ہے کہ لوگ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے انتقام کے جوش میں آپے سے باہر آجائیں گے

شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم مبارک ہے'' ثائر عجل اللہ فرجہ الشریف''جس کے دو معنی ہیں

ایک تو ثائر اس منتقم کو کہتے ہیں جو جوش انتقام میں اپنے آپ میں نہ رہے اور بے خود

ہو جائے دوسرا اس منتقم کو ثائر کہتے ہیں جو اپنے ہاتھوں سے انتقام لے جبکہ منتقم کیلئے انتقام اپنے ہاتھوں سے لینا ضروری نہیں ہوتا اس لئے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دونوں اسمائے مبارکہ ہیں یعنی منتقم اور ثائر عجل اللہ فرجہ الشریف یعنی وہ اپنے ہاتھوں سے بھی انتقام لیں گے اور اپنے انصار کے ذریعے بھی انتقام لیں گے

دوستو میں عرض کر رہا تھا کہ اصل دین نصرت امام زمان ہے اور عزاداری کے قیام کا مقصد بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار پیدا کرنا ہے...... یہی دین نصرت واقعہ کربلا سے پہلے بھی واجب و نافذ تھا اور دور غیبت میں بھی نافذ ہے اور بعد از خروج بھی رائج رہے گا

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ مظلومین کا انتقام اگر تشنہ پڑا ہے تو اس کی واحد وجہ قلت ناصرین ہے اس لئے انصار پیدا کرنا لازم ہے تاکہ حکومت الٰہیہ کا قیام جلدی ہو جائے اور محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کی ابدی حکومت اور ابدی مسرتوں کا قیام جلدی ہو جائے

## شعبہ ہائے نصرت

دوستو!...... اب ہم اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس دور میں داخل ہوتے ہیں کہ جس میں ہم موجود ہیں

دیکھئے اس دور میں نصرت امام علیہ الصلوات والسلام کے 114 شعبوں میں سے چار شعبے انتہائی اہم ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ یہ چار شعبے سب سے بڑے ہیں جو بنیادی اہمیت کے حامل ہیں کہ جن میں ہمیں کام کرنا ہے

(1) فرد کی تعمیر یعنی اپنی ذات کی پیوری فکیشن (Purification) اور حکم امام کا ذات پر کلی نفاذ

(2) سابقہ کو مین ٹین (Maintain) رکھنا......یعنی جو انصار میسر ہیں یا عزادار میسر ہیں ان کے شعور کو بیدار کرنا اور جن میں شعور بیدار ہو چکا ہے انہیں مین ٹین(Maintain) رکھنا

(3) توسیع و تجمیع کرنا یعنی انصار کی تعداد میں اضافہ کرنا اور ناصرین میں اضافہ کرنا کیونکہ تجمیع انصار کا اس دور میں واحد ذریعہ عزا و دعا ہے اس لئے ان دو چیزوں کی ترویج و ترقی میں کوشاں رہنا

(4) نصرت امام اور روحانی ترقی کے نئے نئے افق تلاش کرنا اور نئے ذرائع دریافت کر کے انہیں بروئے کار لانا

اس دور کے روحانی انسان کی بنیادی طور پر یہی چار ذمہ داریاں ہیں جن سے اسے عہدہ برا ہونا لازم ہے

(1) سب سے پہلے اپنی ذات کی روحانیت کو مضبوط سے مضبوط کرے اور انفرادی ترقی سے کبھی غافل نہ رہے کسی بھی مقام کو اپنا آخری مقام نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ ہر درجہ اس کی منزل کا ایک مرحلہ ہے منزل نہیں ہے اس لئے لازمی ہے کہ روحانیاتی ترقی کے مراحل میں کہیں بھی ستانے نہ بیٹھ جائے کیونکہ جو وقت وہ ستانے میں گزارے گا اس وقت میں وہ کئی منازل آگے جا سکتا ہے

(2) اس دور کے روحانی انسان کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ غیر مومنین و غیر ناصرین کو مومنین و ناصرین میں شامل کرے یعنی غیر مومنین کو مومنین میں شامل کرے اور مومنین کو روحانی راستوں پر لا کر ناصرین میں شامل کرے

(3) ترویج عزاداری کرے یعنی عزا و دعا کو ملا کر اس کی ترویج کرے

(4) اس کے بعد عملی نصرت کا مرحلہ آتا ہے

دوستو!......عزاداری کیونکہ تجمیعِ انصار کا ذریعہ ہے اس لئے اس کے بھی چار مراحل ہیں

(1) عزاداری سے مظلومیت کا پرچار رہوتا ہے

(2) ذکر مظلوم اور مظلومیت کے پرچار سے مظلوم سے ہمدردی جنم لیتی ہے

(3) مظلوم کی ہمدردی سے مظلوم کی بحالی اور قیامِ عدل کی خواہش اور تمنا پیدا ہوتی ہے

(4) اس کے بعد عملی نصرت شروع ہو جاتی ہے

دوستو!......مظلوم کی بحالی اور قیام عدل کی تمنا کا ردعمل دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے

❁ انتقام اور مظلومین کی بحالی کی دعا کی صورت میں اس کا ردعمل ظاہر ہوتا ہے اور انسان ''اللھم عجل فرج آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام'' بھی کہنا شروع کر دیتا ہے اس کے آگے عملی نصرت کا میدان آجاتا ہے کہ جہاں انسان ''یا لیتنی کنت معکم '' کہنا شروع کر دیتا ہے اور ساتھ ہی ''وجعلنی من انصاره و اعوانه ''اور''وجعلنی من المستشهدبین یدیه'' بھی کہنا شروع کر دیتا ہے اور یہ ارتقا کے چار مراحل ہیں

اس کے بعد عملی نصرت کا میدان ہے کہ انسان کس طرح نصرت امام علیہ الصلوات والسلام کر سکتا ہے اور نصرت کے کون کون سے ذرائع ہیں

## مقاصدِ نصرت

دوستو! یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مقاصد نصرت کے بنیادی طور پر دو حوالے ہوتے ہیں

(1) ظالمین سے انتقام اور حکومت ظالمین کا خاتمہ

(2) مظلومین کی بحالی

دوستو!......مظلومین کی بحالی کے آگے دو حصے ہوتے ہیں

(1) انفرادی طور پر مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے گھر میں ابدی مسرتوں کا قیام ان کی خانہ

آبادی اور مظلوموں کے غموں کا ازالہ

(2) مظلومین علیہم الصلوات والسلام کی قربانیوں کے مقصد اعلیٰ کی آفاقی تکمیل ...... کیونکہ مقصد اعلیٰ حکومت اِلٰہیہ کا قیام ہے اس لئے مظلومین کی بحالی دراصل حکومت اِلٰہیہ ہی کے قیام میں مضمر ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام فرد سے کائنات کی طرف جاتا ہے اور ایک ناصر کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ حکومت اِلٰہیہ کا قیام سب سے پہلے اپنی ذات پر کرے کیونکہ ایک ناصر کا مقصد حیات حکومت الٰہیہ کا قیام ہوتا ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا پر اللہ جل جلالہ کا قانون وحکم نافذ ہوجائے اس لئے اس مقصد کے حصول کے ناصر کیلئے واجب ہوجاتا ہے کہ وہ احکام اِلٰہی کا سب سے پہلے نفاذ اپنی ذات پر کرے کیونکہ ذات سے شروع ہونے والا عمل افراد سے معاشرے اور معاشرے سے انسانیت موجود تک سفر کرتا ہے اس لئے اس کی پہلی اکائی فرد ہوتا ہے یعنی انسان کی اپنی ذات ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک انسان جب اوامر ونواہی کی پابندی کر رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کی نصرت امام علیہ الصلوات والسلام ہوتی ہے کیونکہ اس سے انسان ''حکم'' کے نفاذ میں امام زمان علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کر رہا ہوتا ہے چاہے وہ اپنی ذات ہی کی حد تک کیوں نہ ہو جب اس طرح نصرت کا عمل شروع ہوتا ہے تو اسی فرد سے یہ عمل ایک سوسائٹی میں بدلتا ہے پھر یہ عمل ایک آفاقی قانون یا گلوبل رول (Global Rule) میں بدل جاتا ہے

دوستو ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ عزاداری جو تجمیع انصار کے دیگر ذرائع میں سے ایک بہترین ذریعہ ہے اگر اس میں کوئی دوسرا رنگ آجائے یا اس کا مقصد کوئی اور بن جائے تو پھر یہ اپنی افادیت کھو دیتی ہے اور اپنے مقاصد واہداف سے ہٹ جاتی ہے

یعنی اگر ''بانی عزا'' نام ونمود کیلئے قیام عزا کرے اور ذاکرین وعلما ومقررین وخطبا دولت کمانے کیلئے یا سیاست چمکانے کیلئے شریک عزا ہوں اور رونے والے اجرت پر رونا شروع کردیں اور ماتم دار جسمانی نمائش کیلئے یا اپنی ناموری یا جنس مخالف کو مرعوب کرنے کیلئے ماتم کریں یا خون بہائیں تو یہ انصار جمع کرنے کی بجائے انصار کو گمراہ ومنتشر کرنے کا عمل ہوجائے گا......اس لئے ایک روحانی کو ایسے مفاسد کی حوصلہ شکنی کرنا لازم ہوجاتا ہے اور شعور عزا کو بیدار کرنا لازم ہے روح عزاداری کو واپس لانا ہے تاکہ یہ اپنے اہداف پورے کرے اور عزاداری میں دعائے تعجیل فرج کو واجب سمجھنا چاہیے اور دوران مصائب اس مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے انتقام کی دعا کرنا چاہیے کہ جن کا ذکر مصائب شروع ہو

آؤ ہم بھی دعا کریں کہ ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے وارث ومنتقم جلدی تشریف لائیں اوران سب کا جلدی انتقام ہو

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شکراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک وجعلنا من انصارک ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

# خطاب نمبر 1

## ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف

## امیجیٹ گاڈ (Immediate God)

**اے ناصرانِ ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف!**

دوستو!...... آج ہمارے سامنے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کا وہ اسم مبارک ہے کہ جو ہمارے بچوں کو بھی معلوم ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کے اندر موجود حقائق کو شاید عرفا عظامؒ کے علاوہ کوئی سمجھتا ہی نہ ہو یہ اسم مبارک ہے

**شہنشاہ معظم ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف**

دوستو!......اس اسم مبارک کے بہت سے پہلو ہیں جن پر کئی خطابات دیئے جا سکتے ہیں مگر آج ہم اس کے ایک پہلو کے بارے میں عرض کرنا چاہیں گے

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ یہ اسم مبارک اسمائے مرکبہ میں سے ہے یعنی دو لفظوں کی ایک ترکیب سے بنا ہے یعنی ''ولی'' اور ''عصر'' سے ......سب سے پہلے ہم اس کے عمومی معنی عرض کریں گے جیسا کہ سارے لوگ جانتے ہیں کہ ولی کے معنی سرپرست و حاکم و متصرف کے ہوتے ہیں اور عصر کے معنی دور موجود و زمانہ حاضر کے......

آپ دیکھیں چاہے ماضی کا کوئی زمانہ ہو یا حال کا وہ کسی نہ کسی کیلئے زمانہ موجود یا عصر حاضر کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ وقت یا زمان کی جو ایک ''ٹائیمک بیم'' (Timic Beam) ہے وہ

تو ازل سے ابد تک کی لینتھ (Length) رکھتی ہے مگر انسان اپنی ذات کے حوالے سے وقت کے ایک ٹائیمک پوائنٹ(Timic Point) سے تشخیص کرتے ہوئے زمانے کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کرتا رہتا ہے یعنی جو وقت کا حصہ گزر چکا ہے اسے ماضی کا نام دیا جاتا ہے اور وقت کا وہ حصہ جو کسی کے سامنے رواں ہوتا ہے اسے حال کا نام دیا جاتا ہے اور جو ابھی نہ آیا ہو اسے مستقبل کہا جاتا ہے

اس کے آگے انسان اپنی ضرورت کے مطابق ان تینوں زمانوں کو ڈیفائین(Define) کرتا رہتا ہے، ہر شخص کی سوچ کا اپنا اپنا کینوس ہوتا ہے اور ایک ہی انسان ان زمانوں کو بقدر ضرورت مختلف معنی میں استعمال کرتا رہتا ہے یہ اس کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ وہ ان سے کیا مراد لیتا ہے یعنی وہ ماضی سے مراد لاکھوں سال پرانے زمانے کو لیتا ہے یا چند گذشتہ برس لیتا ہے یا حال کے گزرے ہوئے چند سیکنڈز کو لیتا ہے......اسی طرح حال و مستقبل کے بارے میں ہر فرد بقدر ضرورت کینوس بدلتا رہتا ہے یعنی کبھی حال سے مراد جاری صدی کو لیتا ہے اور کبھی حال سے مراد جاری سیکنڈز کو لیتا ہے

لیکن جب ہم امامت و ولایت کو حوالہ بناتے ہیں تو پھر ولی العصر وہ ہوتا ہے جو انسان کی زندگی میں مرتبۂ ولایت اِلٰہیہ پر فائز ہوتا ہے

کیونکہ ولایت کے بارہ ادوار ہیں یعنی ہمارے امام بارہ ہیں ولی العصر بھی بارہ ہیں اور ہر امام علیہ الصلوات والسلام اپنے اپنے دورِ ظہور و نمود میں اپنے اپنے زمانے کے ولی العصر تھے یعنی ظاہری طور پر 10 ہجری سے 40 ہجری تک امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ ولایت و امامت تھا اور اس دوران وہ ولی العصر تھے

40 ہجری سے 50 ہجری تک امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ امامت رہا

پھر 50 ہجری سے 61 ہجری تک کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ امامت رہا اور اس

دوران وہ ولی العصر تھے

پھر 61 ہجری سے 95 ہجری تک شہنشاہ معظم امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ امامت رہا اور اس دوران وہ ولی العصر تھے

پھر 95 ہجری سے 114 ہجری تک شہنشاہ معظم امام محمدؐ باقر علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ امامت رہا اس دوران وہ ولی العصر تھے

پھر 114 ہجری سے 148 ہجری تک شہنشاہ معظم امام جعفر الصادق علیہ الصلوات والسلام کا زمانہ امامت رہا اور اس دوران وہ ولی العصر تھے

اسی طرح یہ سلسلہ چلتے چلتے 260 ہجری تک پہنچا اور اس سال سے لے کر آج تک ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ولی العصر ہیں

عصر پر مزید گفتگو ہم کل کریں گے

دوستو!......اب ہم بات کو ایک منزل آگے بڑھاتے ہیں اور یہاں یہ عرض کروں گا کہ صاحبان عرفانؒ کا یہ مسلمہ ہے کہ ''پاک خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام کا ولی العصران کا رب ذوالجلال واکرام ہے'' جیسا کہ ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے کہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

55/5 - ماسوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ولی ہے اور وہ مقدس افراد جو صاحبان ایمان ہیں اور صلوٰۃ کو قائم فرماتے ہیں اور عالم رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں وہ ولی ہیں

صاحبانِ عرفانؒ اس آیت سے ثابت فرماتے ہیں کہ ولایت کے درجے تین ہیں

❁ پہلے درجے میں اللہ جل جلالہ ولی ہے جو شہنشاہ معظم رسول کریم رحمت عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ہے یعنی ان کا امیجیٹ (Immediate) ولی ہے دوسروں کا بھی وہ ولی ہے مگر امیجیٹ (Immediate) نہیں

❁ دوسرے درجے میں خود شہنشاہ معظم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی ہیں جو اپنی پاک آل علیہ الصلوات والسلام کے امیجیٹ (Immediate) ولی ہیں دوسروں کے بھی وہ ولی ہیں مگر امیجیٹ (Immediate) نہیں

❁ تیسرے درجے پر ان کی مقدس ومطہر آل علیہم الصلوات والسلام ولی ہے جو پورے عالمِ اسلام کیلئے امیجیٹ (Immediate) ولی ہے

اگر ہم اس حدیث شریف کو اس میں شامل کرلیں کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا

اوّلنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اوسطنا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آخرنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کلنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...... تو پتہ چلتا ہے کہ ولایت کے اوّلین درجے تین نہیں دورہ جاتے ہیں یعنی ایک تو اللہ جل جلالہ ولی ہے جو اس نور اوّل کا کلی طور پر ولی ہے اور دوسرا یہ نور اوّل اپنی جملہ فردوں سمیت ولی المومنین ہے جو پوری انسانیت کا (Immediate) امیجیٹ ولی ہے

اور جو آل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام پر ولایت سروری کا قیام ہے وہ ان کے داخلی امور سے تعلق رکھتا ہے وہ ان کے مابین کے رویوں سے متعلق ہے جس میں امت مسلمہ کیلئے کوئی چیز نہیں ہے ہمارے لئے اگر ہے تو اس نور اوّل علیہ الصلوات والسلام کی ولایتِ جامعہ ہے، ولایت مطلقہ اِلٰہیہ ہے...... یعنی جو اس نور اوّل علیہ الصلوات والسلام کے کسی بھی فرد کی ولایت سے انکار کرتا ہے تو گویا اس نے ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا ہے اور ان کی ولایت کا انکار

ولایت اِلٰہیہ کے انکار کے برابر ہے اور جس نے ان کی ولایت کا اقرار کیا ہے اسی نے سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور اللہ جل جلالہ کی ولایت کا اقرار کیا ہے

دوستو !...... جب ولی العصر کا تصور قائم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے دو پہلو سامنے آتے ہیں......(1) نظری و اعتقادی پہلو......(2) عملی و تکلیفی پہلو

دوستو !...... یہاں ہم دوسرے پہلو پر بات کر رہے ہیں اور پہلے والے فکری و اعتقادی پہلو پر یہاں بات نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس کے بارے میں اتنا عرض ضرور کروں گا کہ گفتگو کیلئے میدان ولایت بہت وسیع ہے اس پر اگر بات کی جائے تو کئی عشرے درکار ہیں کیونکہ سارے فضائل اسی ولایتِ عصر سے ثابت کئے جاسکتے ہیں

آج جو مابین التشیع متنازعہ مسائل ہیں وہ سارے اسی ولایتِ عصر سے حل کئے جاسکتے ہیں اور عالمِ اسلام کے باقی مکاتیب فکر سے جتنے مناظراتی اختلافات ہیں وہ بھی اسی ولایتِ عصر سے حل کئے جاسکتے ہیں اور سب اعتراضات کا جواب اسی ولایت سے دیا جاسکتا ہے اس موضوع پر اخلاقی و فلسفی و سیاسی و عمرانی و معاشرتی و اقتصادی و سائنسی پہلوؤں پر بات کی جاسکتی ہے ......اور اس کے عرفانیاتی اور روحانیاتی پہلوؤں پر بات کر کے وہ اسرار کھولے جاسکتے ہیں کہ جن کا متحمل کوئی مومن ممتحن بھی شاید نہ ہو ہاں جسے وہ ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام پسند فرمائیں

دوستو !......میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس اسم مبارک ولی العصر اور ولایت عصر پر 12 مختلف پہلوؤں سے بات کی جاسکتی ہے مگر آج ہم اس اسم مبارک کے اس پہلو پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہ جو ہمارے فرائض اور ہمارے رویوں سے متعلق ہے

## ﴿تبلیغِ دین بزبانِ عمل﴾

دوستو!...... پاک خاندان توحید علیہم الصلوات والسلام کی پوری ظاہری زندگی ہمارے لئے درس زندہ تھی انہوں نے ایک ایک لمحہ ہمیں دین سکھایا ہے اور بزبانِ حال واعمال یہ بتایا ہے کہ دینِ حق کیا ہے؟...... ان کا ایک ایک عمل ایک ایک رویہ اٹھنا، بیٹھا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا یہ سب ہمارے لئے ایک درسِ حق تھا...... ان کی دنیا میں ظاہری آمد، بچپن، لڑکپن، شباب، ضعیفی اور شہادت تک یہ سب کچھ ہمارے لئے ایک درسِ جاوید تھا...... انہوں نے اپنی حیات ظاہری ہمیں دین سکھانے میں صرف فرمائی

دوستو!...... اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا دین تھا جو انہوں نے ہمیں سکھایا ہے؟...... وہ کون سا دین تھا جس کا درس انہوں نے اپنی حیاتِ ظاہری کے رویوں کی زبانی ہم تک پہنچایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دین یہ تھا کہ اپنے مالک سے کیسا رویہ ہونا چاہیے؟ اپنے مالک کی نصرت کس طرح کی جاسکتی ہے؟...... اپنے مالک کیلئے کیا کیا جاسکتا ہے اپنے ولی العصر امیجیٹ گاڈ (Immediate God) کیلئے کیا کیا قربانیاں دی جاسکتی ہیں اور کس طرح اور کتنے پہلوؤں پر اس کی نصرت کی جاسکتی ہے؟......بس یہیں سے دین نصرت کا آغاز ہوجاتا ہے

دوستو!...... آپ ایک بار پھر دیکھیں کہ پاک خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام کا ولی العصر اللہ جل جلالہ ہے (جس کی عصریت ازلی وابدی ہے) اور ہمارے ولی العصر یہی پاک ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام ہیں

اب یہاں میں یہ بات کہنے کی پوزیشن میں آ گیا ہوں کہ دینِ حق وہ مثبت رویہ ہوتا ہے

جو اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ رکھا جائے اور کفر و شرک و نفاق و باطل وہ منفی رویہ ہوتا ہے جو اپنے ولی العصر سے رکھا جائے اور پاک خاندان توحید رسالت علیہم الصلوات والسلام نے اپنی حیاتِ ظاہری میں اسی دین کی عملی تبلیغ فرمائی ہے

سید علی بن طاؤس کا ایک قول ہے کہ قرآن کریم میں ظاہراً توحید و رسالت کی دعوت دی گئی ہے لیکن باطناً ولایت کی دعوت دی گئی ہے

دوستو میں عرض کر رہا تھا کہ خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام نے ہمیں جو دین سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ولی العصر کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیے اور اس کیلئے کیا کیا کرنا چاہیے؟ یا ان کیلئے کیا کیا جا سکتا ہے؟ یہی ''دینِ نصرت'' ہے دینِ حق ہے اور دینِ اسلام ہے

دوستو!...... آپ دیکھیں کہ اس پاک و مقدس خاندان کا ولی کون ہے؟...... اللہ جل جلالہ ...... انہوں نے اللہ جل جلالہ کیلئے جو کچھ کیا ہے یا جس قسم کی قربانیاں انہوں نے اللہ جل جلالہ کیلئے دی ہیں یا جو بھی انہوں نے اس کیلئے کیا ہے وہ سب کچھ ہمیں اس پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کیلئے کرنا چاہیے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ دین سے خارج ہے

دوستو آپ یہ تو جانتے ہیں کہ ہر دور و زمان میں ولایت اِلٰہیہ و محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مظہر کل ان ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام میں سے کوئی ایک ذات علیہ الصلوات والسلام ہوتی ہے جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ظاہر میں ان کی ذاتؐ ہی ولایت اِلٰہیہٗ مطلقہ کی مالک تھی ان کے بعد خم غدیر پر اعلان ہوا تو مسند ولایت پر امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو متمکن فرمایا گیا ان کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور آج ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس نور اوّل کے واحد نمائندہ و ولی العصر اور ولی المومنین ہیں

دوستو!...... چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام نے ہمیں یہ دین سکھایا ہے کہ جو کچھ ہم نے

اپنے ولی العصر یعنی اللہ جل جلالہ کیلئے کیا ہے تم کم از کم اتنا تو اپنے ولی العصر کیلئے کرلو کیونکہ ایسا نہیں کروگے تو تمہارا دین کامل نہیں ہوگا

دوستو!...... آپ دیکھیں خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام نے اپنی ساری حیات ظاہری اللہ جل جلالہ کی وحدانیت کے قیام اور اس کی اطاعت میں صرف فرمائی ہے کیونکہ ''ولی اطاعتی'' بھی تین بیان فرمائے گئے یعنی ☆اطیعو اللہ و رسولہ و اولوامر منکم

پہلی فرد اللہ کی اطاعت ہے جس کی اطاعت کاملہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی پھر شہنشاہ معظم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو ان کی اطاعت کاملہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام نے فرمائی اور پاک خاندان کی اطاعت صاحبان امر کیلئے واجب ہے

- اللہ جل جلالہ کے نور اوّل کیلئے اللہ جل جلالہ کی اطاعت کاملہ
- پوری انسانیت کیلئے اللہ جل جلالہ کے نور اوّل کی جملہ وحدت کاملہ کی اطاعت

اب ہمارے لئے ان انوار اوّلیہ نے جو درس دیا ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنے ولی العصر کی اطاعت اس طرح کرو جس طرح ہم نے اپنے ولی کی اطاعت کی ہے

بہ الفاظ دیگر ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے وہی کچھ کرنا ہے جو کچھ وہ اپنے اللہ جل جلالہ کیلئے کرتے ہیں

دوستو!...... اب اگر ہم دینِ حق معلوم کرنا چاہیں تو پھر ہمیں ان مقدس ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کی حیات طیبہ کا جائزہ لینا ہوگا ان کے رویوں اور اعمال حیات کا مطالعہ کرنا ہوگا کہ انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں ولی المطلق جل جلالہ کیلئے کیا کیا کیا ہے؟

آیئے ہم ان ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کی حیات ظاہری کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ انہوں نے اپنے ولی مطلق جل جلالہ کیلئے کیا کچھ کیا ہے تاکہ ہم بھی وہ سب کچھ نہ سہی اس کا کوئی نہ کوئی جزو تو اپنے ولی العصر کیلئے کر کے راہ حق پر گامزن ہو جائیں

## ﴿سرسری جائزہ﴾

دوستو!...... آپ ان ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام کی پوری زندگی کا مطالعہ کریں جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کسی بھی پاک ذات نے کبھی کسی سے کچھ طلب نہیں فرمایا یعنی جب بھی کچھ مانگا ہے تو انہوں نے اپنے امیجیٹ(Immediate) سے مانگا ہے اور اس میں ہمارے لئے یہی درس ہے کہ جب بھی کچھ مانگنا ہو تو پھر اپنے امیجیٹ (Immediate) ہی سے مانگیں ...... مال و دولت مانگنا ہو، شفا و صحت مانگنا ہو، اولاد و حیات مانگنا ہو تکوین و تشریع کی ہر چیز انہی سے طلب کرو دنیا و عقبیٰ اگر مانگنا ہو تو اپنے ولی العصر سے مانگو کیونکہ انہوں نے امور شرعی لئے ہیں تو اپنے امیجیٹ (Immediate) سے لئے ہیں اور ہمیں بھی یہ اپنے(Immediate)امیجیٹ سے لینا ہوں گے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے بھی فرمادیا ہے کہ اس معاملے میں تمہارا میرے ساتھ بلا واسطہ کوئی تعلق نہیں ہے

☆ وما آتاکم الرسولؐ وخذوہ ......یعنی جو میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے دیں وہی لے لو اور جس سے روک دیں رک جاؤ......انہوں نے امور تکوین میں استعانت لی ہے تو اپنے امیجیٹ (Immediate) سے اور ہمیں یہ درس مل گیا کہ امور تکوین میں استعانت لینا ہو تو اپنے امیجیٹ (Immediate) سے لو یعنی انہوں نے ہمیں اللہ سے مانگ مانگ کر دکھایا ہے اور یہ سبق دیا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہو وہ اپنے امیجیٹ (Immediate) سے ہی مانگنا چاہیے

اور جو دینا ہے وہ بھی اپنے امیجیٹ (Immediate) کے حوالے سے دینا ہے یعنی ان کا مرکزِ پرکارِ حیات ان کا ''ولی'' ہی رہا ہے اور ہمیں یہ درس دیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال و افعال و عبادات و اقوال و حرکات و سکنات کا مرکز تمہارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف ہی کو ہونا چاہیے...... زندہ رہنا ہے تو ان کیلئے اور مرنا ہے تو ان کیلئے، سونا ہے تو ان کیلئے جاگنا ہے تو

ان کیلئے، دکھ سکھ سب ان کیلئے وقف کر دو، رونا ہے تو ان کیلئے ہنسنا ہے تو ان کیلئے اور یہی رویہ ان اصحاب باصفا نے رکھا جو ماضی میں فوز عظیم کو پہنچے

دوستو!...... آپ دیکھیں کہ اصحاب کرامؓ اور اولیائے کرامؒ نے ایسے ہی مظالم برداشت کئے مگر یاد رہے یہ سب کچھ انہوں نے اللہ جل جلالہ کیلئے برداشت نہیں کیا بلکہ اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کیلئے کیا ہے یعنی اسد الرسولؐ علیہ الصلوات والسلام کی قربانی اللہ جل جلالہ کیلئے نہیں تھی بلکہ یہ قربانی اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تھی کیونکہ ان کے امیجیٹ گاڈ (Immediate God) سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جو کام کیا جائے وہی اللہ جل جلالہ کیلئے قرار پاتا ہے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، ان کی محبت اللہ کی محبت ہے، ان کی نصرت اللہ کی نصرت ہے ان کی عزت اللہ کی عزت ہے، ان کی راہ سبیل اللہ ہے کیونکہ جو امیجیٹ (Immediate) ہوتا ہے اسی کے ساتھ جو رویہ رکھا جاتا ہے وہی اللہ جل جلالہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں جب جناب عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا ☆ من انصاری ؟ کہ ہمارا ناصر کون ہے تو اس کا جواب یوں ملا

☆قال الحواریون نحن انصار اللہ ......حواریوں نے عرض کیا ہم اللہ کے ناصر ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ امیجیٹ (Immediate) کی نصرت اللہ کی نصرت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اپنے ماتحت یا سب آرڈی نیٹ (Subordinate) کے ساتھ امیجیٹ (Immediate) کا جو رویہ ہوتا ہے وہ بھی اس کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی اللہ جل جلالہ ہی کا رویہ ہوتا ہے

اب یہاں پھر اس بات کو دہراؤں گا بلکہ بار بار دہراؤں گا کہ جو کچھ پاک خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام نے اللہ جل جلالہ کیلئے کیا وہی کچھ ہمیں اپنے زمانے کے امیجیٹ

امام عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے کرنا ہے یہی اصل دین ہے (Immediate)

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ پاک خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام نے اپنے امیجیٹ (Immediate) کیلئے کیا کیا ہے؟......اور کس انداز سے کیا ہے؟......اور کتنے طریقے سے کیا ہے؟......بس ہمیں وہی کچھ دہرانا ہے اور ہم نے وہی کچھ کرنا ہے

دوستو!......ہم دیکھتے ہیں کہ خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام اپنی دعاؤں میں فرماتا ہے اے ہمارے معبود تو ہی ہمارا سب کچھ ہے، نماز ہے، روزہ ہے، عبادت ہے، ریاضت ہے، موت ہے، حیات ہے، تو ہی منزل ہے، تو ہی رہنما ہے اور تو ہی راستہ ہے یعنی ہمارا سب کچھ تو اور صرف تو ہے......اور ان باتوں کا صرف زبانی دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنی پوری حیات ظاہری میں عمل سے ثابت کیا ہے کہ جو کچھ ہم فرماتے ہیں وہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے بلکہ سب کچھ پریکٹیکل (Practical) ہوتا ہے

اسی طرح ہمیں بھی اپنے زمانے کے شہنشاہ معظم جو ہمارے امیجیٹ (Immediate) ہیں ان سے عرض کرنا ہے کہ ہمارے سب کچھ آپ ہیں، نماز ہیں، روزہ ہیں، عبادت ہیں، ریاضت ہیں، موت ہیں، حیات ہیں......آپ ہی منزل ہیں، آپ ہی رہنما ہیں، اور آپ ہی راستہ ہیں یعنی ہمارا سب کچھ آپ اور صرف آپ ہی ہیں......اور اس بات کو صرف زبانی دعویٰ نہیں رکھنا بلکہ اپنی پوری زندگی میں اسے عمل سے ثابت کرنا ہے

## عواطف و میلانات

دوستو!......آپ دیکھیں کہ پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کے جملہ عواطف اور میلانات یعنی محبت، نفرت، کرم، غضب، عطا، امساک، انفاق سب کچھ اپنے امیجیٹ (Immediate) یعنی اللہ جل جلالہ کیلئے تھا

انہوں نے اگر کسی پر غضب فرمایا ہے تو اللہ جل جلالہ کیلئے اور محبت فرمائی ہے تو اللہ جل جلالہ کی وجہ سے، جیسا کہ ہم جنگ احزاب میں دیکھتے ہیں کہ جب عمرو بن عبد ود ملعون کو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے زمین پر گرایا اور اس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے اظہار نفرت کیلئے زمین پر تھوکا...... جونہی اس ملعون نے یہ حرکت کی تو آپ فوراً اس کے سینے سے اتر گئے ...... اس ملعون نے پوچھا کہ آپ سینے سے کیوں اتر گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہماری تمہاری دشمنی کوئی ذاتی نہیں ہے بلکہ ہم تمہیں اللہ جل جلالہ کیلئے واصل جہنم کر رہے تھے لیکن تو نے جو حرکت کی ہے اس میں ہمیں احتمال ہوا کہ تمہارے قتل میں ہماری ذاتی وجہ بھی شامل ہو نہ جائے اس لئے تمہیں چھوڑ دیا ہے مگر ہم نے اپنے دل میں جھانک کر دیکھا ہے کہ ہمیں تمہاری اس حرکت سے کوئی جلال تو نہیں آیا؟ جواب یہ ملا کہ ایسا نہیں بلکہ ہم اللہ جل جلالہ ہی کیلئے تمہیں واصل جہنم کرنا چاہتے ہیں تو اب پھر سینے پر سوار ہو رہے ہیں اور اس طرح اس ملعون کو واصل جہنم کر دیا...... اور ہمیں یہ درس دیا کہ جب کسی سے ہماری وجہ سے دشمنی کر رہے ہو اور عین وقت پر وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے تمہاری ذات کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہو تو پھر وہاں رک جاؤ اور اپنے ذاتی جذبوں کو ختم کر کے جو کچھ کرو صرف ہمارے لئے کرو یعنی اپنا غصہ غضب و جلال بھی اپنے (Immediate) امیجیئٹ کیلئے وقف کردو

❁ دوستو!...... پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام نے اگر کسی سے محبت کی ہے تو اللہ کی وجہ سے کی ہے حتیٰ کہ جب شہزادی کونین شریکۃ الحسینؑ صلوات اللہ علیہا نے بابا پاک سے سوال کیا کہ کیا ہم آپ کو پیارے لگتے ہیں تو فرمایا ہاں بیٹی آپ تو ہمیں بہت پیاری لگتی ہیں، یہ سن انہوں نے عرض کیا بابا جان ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ہم سے محبت اس لئے نہیں فرماتے کہ ہم آپ کی دختر ہیں بلکہ اللہ جل جلالہ کے حوالے سے محبت فرماتے ہیں...... یہ

بھی ہمارے لئے درس ہے کہ اگر اولاد سے محبت کرنا ہے تو اس کیلئے کوئی ذاتی حوالہ نہ بنائیں ہاں جس کا شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے محبت کا رشتہ جتنا زیادہ قوی ہو ہماری محبت اس کے ساتھ اتنی زیادہ مضبوط ہونا چاہیے

ہمیں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام سے محبت کرنے والے سے محبت کریں چاہے وہ تمہارے والد کا قاتل ہی کیوں نہ ہو اور ان کے دشمن سے دشمنی رکھو چاہے وہ تمہارا بھائی یا باپ ہی کیوں نہ ہو...... یعنی اپنی ذات اور ذاتیات کی نفی کر کے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات کو مرکز حیات بنانا ہے اور یہی اقرار ہم سے زیارت میں لیا جاتا ہے ہماری زبانی کہلوایا جاتا ہے ''ہماری اس کے ساتھ جنگ ہے جس کی آپ کے ساتھ جنگ ہے اور ہماری اس کے ساتھ صلح و محبت ہے جس کی آپ کے ساتھ صلح اور محبت ہے

جنگ صفین کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ شامیوں کی طرف سے ایک آدمی نے میدان میں آ کر للکارا تو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے لشکر سے ایک جوان نکلا اور عرض کیا کہ اس کے مقابلے میں مجھے جانے کی اجازت دی جائے ...... دونوں جوانوں نے اپنے سروں پر خود پہنے ہوئے تھے اس لئے ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے ...... جب نیزے کے واروں کا تبادلہ ہوا تو اس میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے ناصر کے سینے میں نیزہ اتر گیا اور وہ گھوڑے کی زین سے گر گیا اور زمین پر آتے ہی اس کا خود دور جا گرا جو شامی سامنے کھڑا تھا اس نے دیکھا کہ وہ اس کا اپنا بیٹا ہے ...... وہ فوراً گھوڑے سے اترا اور آ کر اپنے بیٹے کا سر گود میں لے کر معذرت کی کہ بیٹا میں تمہیں پہچان نہیں سکا ...... یہ سن کر مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام کے ناصر نے فرمایا بابا تو نے مجھے نہیں پہچانا تھا مگر میں پہچان کر ہی آیا تھا کہ جو میرے آقا علیہ الصلوات والسلام کا دشمن ہے اس کے ساتھ میرا کوئی رشتہ

نہیں ہے اور میرا بس چلتا تو میں پہچان کر ہی تمہارے سینے میں نیزہ اتارتا ...... اس بحث سے ہمیں یہ درس ملا کہ اپنی محبت اور نفرت کو اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کیلئے وقف کردو جوان کا دوست ہے اس سے محبت کرو اور جوان کا دوست نہیں چاہے کوئی بھی ہے اس سے کوئی تعلق نہ سمجھو اور جوان کا دشمن ہے اسے دشمن سمجھو......یعنی تمہارا کوئی ذاتی دشمن نہ ہو اگر ہو بھی تو اسے دشمن نہ سمجھو بلکہ دوستی دشمنی اپنے امیـــجیـــٹ (Immediate) کیلئے ہی رکھنا ہے

دوستو! ...... میں نے یہ ایک کلیہ دیا ہے ایک کلید دی ہے کہ جو کچھ پاک ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام نے اپنے امیجیـــٹ (Immediate) کیلئے کیا ہمیں وہ سب کچھ اپنے امیجیٹ (Immediate) کیلئے کرنا ہے اور ہمارا امیجیٹ (Immediate) عمومی طور پر یہ پورا خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام ہے خصوصی طور پر ہمارے (Immediate) امیجیٹ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں ...... اب یہ آپ کی نظر کا کام ہے کہ وہ کیا کیا دیکھ سکتی ہے؟ کیا کیا تلاش کرسکتی ہے؟ جیسے جیسے آپ اس کلیہ کو استعمال کرتے جائیں گے آپ پر راہ عمل کھلتی چلی جائے گی ...... یہاں میں کچھ چیزوں کی طرف اشارہ کرتا چلوں تاکہ میری بات آپ تک پہنچ جائے

## ﴿ترکِ خیالِ مراتب﴾

دوستو! ...... جب ہم یہ دیکھنا شروع کرتے ہیں کہ اس نور اوّل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ولی مطلق جل جلالہ کیلئے کیا کیا کیا ہے تو سب سے پہلے ہمیں جو درس ملتا ہے وہ اپنے (Status) سٹیٹس اور مرتبے کا ترک کرنا ملتا ہے ...... آپ دیکھیں کہ جو اللہ جل جلالہ کے نور اوّل ہیں جو اس کی خلوتوں میں اس کے ناز ونعمات کے پروردہ ہیں انہوں نے اس کے تعارف اور

اس کی وحدانیت کے قیام کیلئے ہم جیسے پست انسانوں میں جامۂ بشری اوڑھ کر آنے کو پسند فرمالیا تاکہ محبوب کا تعارف ہوجائے اسی کا ڈنکا چاردانگ عالم بجنا شروع ہوجائے اس کی وحدانیت کا پرچار ہوجائے اس کی عظمت وشان ظاہر ہوجائے اس کی ربوبیت اور الوہیت سے اس کی مخلوق کو آشنا کیا جائے

پھر میرے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد کبھی بھی اپنے سٹیٹس (Status) اور مرتبے کا خیال نہیں فرمایا بلکہ عرب کے بدترین جہلا وبدخلق کفار میں اپنے ولی مطلق کے تعارف کیلئے تشریف لائے اور ان بدترین ازخلائق لوگوں نے ان کے ساتھ وہ رویہ رکھا جو دنیا کا بدترین رویہ تھا......کبھی خرافات بک رہے ہیں، کبھی نعوذ باللہ جادوگر کہہ رہے ہیں، کبھی سوشل بائیکاٹ کر کے انہیں معاشی طور پر قتل کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں، کبھی جسمانی طور پر اذیتیں دے رہے ہیں، کبھی طائف کی گلیوں میں اوباش لڑکوں کے ہاتھوں سنگ باری کروا کے زخمی کر رہے ہیں، کبھی جلاوطن ہونے پر مجبور کر رہے ہیں، کبھی جنگ میں لشکر اتار کر انہیں سرتاپا خون میں نہلا دیا جاتا ہے اور دندان مبارک تک زخمی کر دیئے جاتے ہیں مگر وہ ہمیں یہی درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے اگر تمہیں اپنے سٹیٹس (Status) اور مرتبے کے خلاف ایسے ردعمل کا سامنا بھی ہوجائے تو گھبرانا نہیں کیونکہ یہی دینِ حق ہے اور اپنے محبوب کیلئے یہ سب کچھ کرنا پڑے تو جھجکنا نہیں بلکہ خوشی سے کر لینا کیونکہ تم ہم سے زیادہ ذی عزت نہیں ہو اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت اور قیام حکومت کے کام میں اپنے مرتبہ اور سٹیٹس (Status) کو بھول جاؤ اور نصرت کا کام اگر تمہارے شایان شان نہ بھی ہو تو کر گزرنا کیونکہ یہی دین ہے اور تقاضائے حق ہے

# صبر وجلال

دوستو! ......امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے اوّلین دور میں تلوار اٹھائی تو اپنے امیجیٹ (Immediate) کیلئے اور جوانی میں مظاہرہ صبر فرمایا جبکہ وہ تلوار چلانے کا عین زمانہ تھا پھر ضعیفی میں تلوار اٹھائی جو تلوار اور جنگ کا زمانہ نہ تھا مگر امیجیٹ (Immediate) کیلئے

❁ دوران جنگ ایک شامی پر حملہ کیا جب اس نے تلوار سر پر دیکھی تو فوراً عرض کیا آپ فرمائیں اللہ ایک ہے تو وہ کیسے ایک ہے؟ آپ نے تلوار روک لی کسی نے عرض کیا یہ موقعہ تبلیغ کا نہیں ہے، فرمایا لڑ تو اسی لئے رہے ہیں کہ وہ ایک ہے اگر اس نے پوچھا ہے تو بتانا ضروری ہے

❁ مظاہرہ صبر فرمایا ہے تو اپنے امیجیٹ (Immediate) کیلئے فرمایا ہے

یہاں کس کس کا صبر بیان کریں ......کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام کا صبر بیان کریں؟ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کا صبر بیان کریں یا سید الصابرین علیہ الصلوات والسلام کے صبر کا حوالہ دیں یہ بات یاد رہے کہ ویسے تو سارے معصومین علیہم الصلوات والسلام صابر ہیں مگر جہاں کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام کے صبر کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام کے صبر کی ابتدا ہوتی ہے ...... جہاں ان کے بابا پاک کے صبر کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے سید الصابرین علیہ الصلوات والسلام کے صبر کی ابتدا ہوتی ہے اسی لئے اللہ نے جو اپنے صفات معصومین علیہم الصلوات والسلام کو تفویض فرمائے ہیں وہاں شجاعت امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو نہیں دی بلکہ شجاعت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے حصے میں آئی ہے اور جہاں شجاعت الحسینیہ علیہ الصلوات والسلام کا ذکر ہے تو وہاں ان کے صبر کا ذکر نہیں، صبر السجادیہ علیہ الصلوات والسلام کا ذکر ہے

حقیقت یہ ہے کہ پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کو عراق و شام کے بازاروں میں لے جانا اور کوفہ و دمشق کے درباروں میں لے جانا کردگار روفا علیہ الصلوات والسلام کی برداشت سے باہر تھا مگر صبر خداوندی کے مظہر سید الصابرین زین العابدین علیہ الصلوات والسلام نے اپنے امیجیٹ (Immediate) کیلئے یہ سب کچھ کرلیا......اور ہمیں یہ درس دیا کہ اگر تمہیں اپنے پردہ داروں کو اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے درباروں اور بازاروں میں لے کر جانا پڑے تو چلے جانا یہی تو امیجیٹ (Immediate) کا اپنے (Subordinate) سب آرڈی نیٹ پر حق ہوتا ہے

دربار کوفہ میں پیش ہوئے ......عبیداللہ ابن زیاد ملعون وہ منظر دیکھ چکا تھا کہ جب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا تھا تو ان کا سینہ تنا ہوا تھا آنکھوں میں شاہی جلال تھا اور شان کبریائی سے گردن تنی ہوئی تھی اور انہوں نے سلام کیا نہ ہی دربار شاہی سے مرعوب ہوئے تھے اور نہ اپنی شہادت سے خائف نظر آتے تھے اور اس ملعون کو سید الصابرین علیہ الصلوات والسلام سے یہی توقع تھی کہ ان کا رویہ بھی یہی ہوگا ......مگر جب سید الصابرین پہنچے تو سر جھکا ہوا تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے کمر جھکی ہوئی تھی

جب ملعون کے تخت کے سامنے کھڑے ہو چکے تو اس نے عرض کیا آپ سے پہلے اس دربار میں ایک ہاشمی جوان پیش ہوا تھا اگرچہ وہ ضعیف تھا مگر اس کے چہرے پر جلال تھا آنکھوں میں غضب اِلٰہی تھا وہ سینہ تان کر دربار میں داخل ہوا اگرچہ وہ ضعیف تھا اور آپ عین جوان ہیں مگر آپ کا سر جھکا ہوا ہے آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں نہ جلال ہے نہ سینہ تنا ہوا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا ہاشمی خون میں بھی یہ اختلاف ہوسکتا ہے...... جناب سجاد علیہ الصلوات والسلام نے روکر جواب دیا وہ بڑا خوش نصیب تھا کہ تنہا تھا اس کے ساتھ پھوپھیاں یا مائیں بہنیں نہیں تھیں کوئی مستور ساتھ نہیں تھی اسی لئے وہ سینہ تان کر دربار میں داخل ہوسکتا

تھا ہمارے ساتھ تو نبی زادیاں ہیں بھلا ہم بھی سینہ تان کر چل سکتے ہیں؟
دعا کریں اب انہیں اپنے صبر کا پھل ابدی مسرتوں کی شکل میں جلدی ملے اور ان کا منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف ان پر ہونے والے ایک ایک ظلم کا جلدی انتقام لے ان پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن پر ہونے والے ایک ایک ظلم کا جلدی انتقام ہو

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 2

### امیجیٹ (Immediate) ولی

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف !......کل سے ہم یہ عرض کر رہے ہیں کہ کائنات میں موجود ساری مخلوق اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی سے وابستہ ہے

دوستو !......اب ہم بات کو ایک منزل آگے بڑھاتے ہیں اور یہاں یہ عرض کروں گا کہ صاحبان عرفانؒ کا یہ مسلمہ ہے کہ اعتباری طور پر پاک خاندان توحید و رسالت علیہم الصلوات والسلام کا ولی العصران کا رب ذوالجلال واکرام ہے جیسا کہ ہم قرآن کریم دیکھتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے کہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ

55/5 - ماسوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ولی ہے اور وہ مقدس افراد جو صاحبان ایمان ہیں اور صلوٰۃ کو قائم فرماتے اور عالم رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں وہ ولی ہیں

ہم یہاں اس آیت کا کلی تجزیہ وتحلیل کا عمل نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس پر بات کر سکتے ہیں کہ اس میں آخری ولایت کیلئے جمع کے صیغے کیوں لائے گئے ہیں

رکوع میں انگوٹھی ایک ذات دیتی ہے تو صیغہ جمع کا کیوں لایا جاتا ہے

وہ انگوٹھی کتنی قیمتی تھی علامہ دربندی امام صادق علیہ الصلوات والسلام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس انگوٹھی کی قیمت خراج شام کے برابر تھی اور خراج شام ایک ہزار سونے اور چاندی سے لدا ہوا اونٹ تھا جن میں سے چھ سو چاندی کے اور چار سو سونے کے ہوتے تھے اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ کتنی قیمتی تھی وہ انگوٹھی اور وہ طوق بن حران سے حاصل کی گئی تھی

اب یہ کام آپ کا ہے کہ ایک اونٹ پر سوکلوگرام سونا فرض کریں تو چار سو اونٹ پر موجود سونا 40 ہزار کلوگرام بنتا ہے اور چاندی 60 ہزار کلوگرام بنتی ہے...... دوسوکلوگرام یا چار سوکلوگرام فرض کریں گے تو مقدار اور بھی بڑھے گی...... یہ حساب کرنا بھی آپ ہی کا کام ہے میرا نہیں ہے کہ اس کی قیمت ہمارے آج کے ریٹ کے مطابق کیا بنتی ہے؟

اب قرآن گواہ ہے کہ یہ انگوٹھی بطور زکواۃ دی گئی ہے اور زکواۃ کیلئے صاحب نصاب ہونا شرط ہے کہ جس کے پاس پورے گیارہ مہینے تک سونا چاندی جمع رہے تو زکواۃ واجب ہوتی ہے...... جو ذات بقول شخصے شمعون یہودی کے ہاں مزدوری کیا کرتے تھے ان کے پاس اتنا مال کہاں سے آ گیا تھا کہ جس کی زکواۃ ملک شام کے خراج کے برابر ہو گئی تھی جو سوکلو فی اونٹ مانا جائے اور فی تولہ پانچ ہزار روپے فرض کی جائے تو دو ارب روپے صرف سونے کی قیمت بنتی ہے چاندی علاوہ ہے

یہ بھی ہے کہ سونے چاندی کے آتے ہی زکواۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک سال تک گھر میں رکھے رہیں تو تب زکواۃ واجب ہوتی ہے یہاں اتنا مال گھر میں رکھا ہوا تھا کہ زکواۃ واجب ہوگئی اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ خود یہودی کی مزدوری کیوں کر رہے ہیں

یہ بھی آپ ہی نے سوچنا ہے کہ جس کے مال کی زکواۃ (جو چالیسواں حصہ ہے) اگر کئی ارب روپے بنتی ہے تو اصل مال کتنا ہوگا؟

✿ یہ بھی آپ ہی نے سوچنا ہے کہ زکواۃ صرف نو چیزوں پر واجب ہوتی ہے اور چاندی کی زکواۃ چاندی سے سونے کی سونے سے ہوتی ہے اور یہ انگوٹھی چاندی کی تھی اور یہ کل مال کی زکواۃ نہیں تھی بلکہ صرف کچھ مال کی زکواۃ تھی یعنی باقی آٹھ چیزوں کی یہ زکواۃ نہ تھی تو باقی کل مال کتنا ہوگا؟

یہ جو کہا جاتا ہے کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام تو محض مفلس تھے گھر میں فاقے رہا کرتے تھے یہ بھی آپ ہی نے سوچنا ہے کہ جس غریب پر اتنی زکواۃ واجب ہو کہ جو کروڑوں ڈالر کی ہو یہ غربت کی کون سی قسم ہے؟

کسی ایسے غریب کو تلاش کرنا بھی آپ ہی کا کام ہے کہ جس کے گھر میں کم از کم 80 ارب روپے کی چاندی پڑی ہو اور سونا علاوہ ہو...... اگر ایسا غریب مل جائے تو میرے نوٹس میں ضرور لائیں...... یہ باتیں میرے کرنے اور سوچنے کی نہیں ہیں آپ کے سوچنے کی ہیں کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات کے جتنے خزائن ہیں ان سب کے مالک سرکار امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہی ہیں اور اللہ جل جلالہ کا خزانہ یہ ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام ہیں اور یہ انگوٹھی ان کے خزائن کی زکواۃ کا اربواں کھربواں حصہ بھی نہیں بنتی

ہاں تو دوستو بات سے بات نکلتی چلی گئی اور ہم کہاں سے کہاں تک جا پہنچے...... میں عرض کر رہا تھا کہ صاحبانِ عرفانؒ اس آیت سے ثابت فرماتے ہیں کہ ولایت کے درجے تین ہیں پہلے درجے میں اللہ جل جلالہ ولی ہے جو شہنشاہ معظم رسول کریم رحمت عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ہے یعنی ان کا امیجیٹ (Immediate) ولی ہے

دوسرے درجے میں خود شہنشاہ معظم سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی ہیں جو اپنی پاک آل علیہم الصلوات والسلام کے ولی ہیں

تیسرے درجے پر آئمہ ہدی علیہم الصلوات والسلام ولی ہیں جو پورے عالمِ انسان کیلئے اپنے اپنے

زمانے کے ولی العصر ہیں

دوستو!......آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کی ولایت کے لاتعداد پہلوؤں پر کلام الٰہی میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ مومنین کا ولی ہے کچھ مومن اس کے ولی ہیں وغیرھم مگر ہمارے زیر بیان اس کی ولایت کلیہ نہیں بلکہ اس کا صرف ایک پہلو ہے یعنی ''ولایت عصر'' کا پہلو...... یہ بھی یادر ہے کہ اللہ جل جلالہ کی ولایت کے معاملے میں عصر کا تصور آل آف ان فنٹ ٹائم (All of infinite time) ہے یعنی جب سے وہ ہے اور جب تک اس نے رہنا ہے یہ سب اس کیلئے عصریت کا درجہ رکھتا ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''عصریت'' کا جو تصور ہوتا ہے وہ ولی کی ذات سے وابستہ نہیں ہوتا بلکہ سب آرڈی نیٹ (Subordinate) کی ذات سے ہوتا ہے جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سمیت چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کی ذات تو نور اوّل کا درجہ رکھتی ہے لیکن ان کی عصریت انسانوں کیلئے اس دورانیۂ ظہور کا نام ہے جس میں ''مخلوقِ موجود'' کو ان سے مکلّف فرمایا گیا ہے......اس بات کو میں اپنی ایک سابقہ مجلس کے حوالے سے عرض کروں گا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ امام کی دو قسمیں ہوتی ہیں

() امام صامت () امام ناطق ......ایک ایک زمانے میں تین تین چار چار امام موجود تو رہے ہیں مگر ایک ناطق ہوتا تھا باقی صامت ہوتے تھے جیسا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے زمانے میں پاک امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام موجود تھے مگر باقی تین صامت تھے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ناطق تھے...... دوستو!......اسی طرح امامت کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں

() امامت صامتہ وغائبہ () امامت ناطقہ وحاضرہ

امام ناطق تو اپنے زمانے کا امام ہوتا ہے مگر اس کی امامت ناطقہ اس وقت ہوتی ہے

جب وہ تلوار بے نیام فرماتا ہے یعنی مکلّف بالجہاد ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے گیارہ آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام میں سے صرف دو امام ناطق ایسے ہیں کہ جن کی امامت بھی کلی طور پر ناطق تھی یعنی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام باقی سب امام اپنے اپنے زمانے میں ناطق رہے ہیں مگر ان کی امامت صامت تھی ......اب آپ یہ سمجھ لیں کہ جس دور میں کوئی امام ناطق ہوتا ہے چاہے اس کی امامت صامت ہی کیوں نہ ہو اس کے ''ماموین'' کیلئے وہ دورانیہ عصر کا درجہ رکھتا ہے

دوستو! ......ایک ماموم کیلئے یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اپنے زمانے کے امام کی موجودگی میں جام شہادت نوش کرلے اور ایک ماموم کیلئے یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایک امام اس کی موجودگی میں جام شہادت نوش فرمالے ......تو اس دوسری صورت میں ماموم کے عصر کا تصور دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا اور یہ دوسرا حصہ بھی عصر ہی میں شامل ہوگا

باقی آپ خود ہی سوچ لیں میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں

❁ بعض لوگوں نے تین چار اولیائے عصر علیہم الصلوات والسلام کا زمانہ دیکھا اوّل تین کے ساتھ رہے آخری کے منکر ہوگئے جیسا کہ علی بن حمزہ بطائنی کا واقعہ ہے کہ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں امامت کے دور تک مومن کامل رہا مگر آٹھویں شہنشاہ معظم ضامن الغربا علیہ الصلوات والسلام کی امامت کا منکر ہوگیا اور ان کی نصرت سے دست کش ہوگیا تو واصل جہنم قرار دیا گیا

دوستو! ......کل میں نے عرض کیا تھا کہ جب ولی العصر کا تصور قائم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے دو پہلو سامنے آتے ہیں ......() نظری و اعتقادی پہلو......() عملی و تکلیفی پہلو

پہلے والے فکری و اعتقادی پہلو پر بات نہیں کرنا چاہتے بلکہ یہاں ہم دوسرے پہلو پر بات کر رہے ہیں اور اس کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ اس گفتگو کیلئے میدان ولایت بڑا وسیع ہے اس پر اگر بات کی جائے تو کئی عشرے درکار ہیں کیونکہ سارے فضائل اسی

ولایت عصر سے ثابت کئے جا سکتے ہیں ......آج جو مابین التشیع جاری ہیں وہ سارے متنازعہ مسائل اسی ولایت عصر سے حل کئے جا سکتے ہیں اور عالم اسلام کے باقی مکاتیب فکر سے جتنے مناظراتی اختلافات ہیں وہ بھی اسی ولایت عصر کے حوالے سے حل کئے جا سکتے ہیں میں یہاں ان پر بات نہیں کرسکتا

دوستو !...... اس سلسلہ بیان میں ہم ولایت عصر کے عملی و تکلیفی پہلو پر بات کررہے ہیں ولایتِ عصر ہی وہ منصب ہے کہ جو ہمارے رویوں اور اعمال کے تعینات وضع کرتا ہے کہ یہ درست ہیں یا نادرست ہیں

ہمیں معصومین علیہم الصلوات والسلام نے اپنے ولی مطلق اللہ جل جلالہ کے ساتھ اپنے رویوں سے یہ سبق دیا ہے کہ جو کچھ ہم اپنے ولی مطلق کیلئے کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں ایسا ہی تمہیں اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ رویہ رکھنا چاہیے اور ہمیں خود خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام نے یہ درس بھی دیا ہے کہ سب کا رویہ اپنے ولی سے دیکھا جانا ہے کہ کس نے اپنے امیجیٹ (Immediate) سے کیسا رویہ رکھا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس کے بارے میں اخروی فیصلے ہوں گے

ہمیں خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام نے عملاً بتا دیا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے وہ اپنے امیجیٹ (Immediate) نے کرنا......اس کے بعد انہوں نے وہ کچھ کر کے دکھایا ہے جو اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے کیا جا سکتا ہے اور ان ذوات متعالیات علیہم الصلوات والسلام نے ہمارے لئے یہ دین قرار دیا ہے کہ جو کچھ انہوں نے اپنے امیجیٹ ولی (Immediate) یعنی اللہ جل جلالہ کیلئے کیا ہے وہ ہمیں عمومی طور پر اس پورے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کیلئے اور خصوصی طور پر اپنے (Immediate) امیجیٹ ولی عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے کرنا ہوگا......یعنی اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کی حکومت الٰہیہ کے قیام

اوران کی نصرت کیلئے ہر قسمی قربانیوں کیلئے تیار رہنا چاہیے اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہی درسِ معصومین علیہم الصلوات والسلام ہے کہ اپنے (Immediate) امیجیٹ ولی کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے

میں نے کل کی گفتگو میں صرف مردوں کے بارے میں عرض کیا تھا مگر آج ہم درس نصرت وقربانی کے وہ اجزا پیش کریں گے جو صرف مستورات سے مخصوص ہیں یعنی اب یہاں ہمیں دیکھنا ہے کہ پاک خاندان کی مستورات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن نے بھی دنیائے نسواں کو یہ درس دیا ہے کہ انہوں نے جو کچھ اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے کیا ہے اور جس قسم کی قربانیاں انہوں نے اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے دی ہیں اگر ایسی قربانیاں تمہیں بھی اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے دینا پڑیں تو گھبرانا نہیں بلکہ یہ ہمارا ہی بتایا ہوا راستہ ہے اور یہی ہماری دی ہوئی آئیڈیالوجی (Ideology) ہے تم اگر اس پر عمل کرو گی تو نتائج اور فضائل وہی ملیں گے جو ہمیں ملے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف کوئی کام کرو گی تو وہ تمہاری اپنی وضع کردہ آئیڈیالوجی (Ideology) ہوگی اور اس کے انجام وعواقب کی ذمہ داری تمہاری اپنی ہوگی

دوستو!...... آپ دیکھیں کہ عورت کیلئے کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہیں یعنی وہ اپنی جان قربان کر کے بھی انہیں بچانے کی کوشش کرتی ہے اب میں ان چیزوں کو ایک ایک کر کے بیان کرتا ہوں

(1) عورت کیلئے اس کی جان سے زیادہ عزیز پہلی چیز اس کا ''گھر'' ہوتا ہے

آپ اس کی مثالیں خود تلاش کر سکتے ہیں کہ پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن نے اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے کیا کبھی گھر کو گھر سمجھا ہے اور کیا انہوں نے کبھی گھر سے محبت بھی کی ہے اگر سمجھ نہ آئے اور کوئی مثال نہ مل سکے تو ان کی بکھری ہوئی مزاریں

دیکھ لیں تو ہر بات سامنے آجائے گی ...... یہ مکہ، مدینہ، کربلا، شام، کوفہ یا عربستان تک محدود نہیں بلکہ سیدانیوں کی مزاریں تو آپ کو پوری دنیا میں بکھری ہوئی ملیں گی اسی سے سمجھ لیں کہ انہوں نے اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے گھر کا تصور ہی ختم کردیا تھا اور ہمیں یہ درس دیا کہ اگر تمہیں ہمارے لئے اپنے گھروں کو چھوڑنا پڑے تو کبھی سوچنا نہیں کیونکہ اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے اس کی مثال ہمارے گھروں کی اجڑی ہوئی حویلیوں میں موجود ہے

(2) عورت کیلئے اس کی جان سے عزیز ایک چیز اس کا ''بیٹا'' ہوتا ہے

دوستو! ......اب اس کیلئے بھی آپ ہی مثالیں تلاش کریں میں کس کس کی مثال دوں گا اگر کوئی مثال نہ ملے تو کربلا کی گرم ریت پر بکھری ہوئی خاک وخون میں غلطان لاشوں کو غور سے دیکھیں گے تو ہر طرف لاشیں نہیں بیٹے ہی بیٹے نظر آئیں گے کوئی جوان بیٹا، کوئی ضعیف بیٹا، کوئی نوخیز بیٹا، کوئی معصوم بیٹا، کوئی سہروں کی عمر کا بیٹا اور کوئی تازہ بیاہتا دولہا بیٹا اور کہیں شیرخوار بیٹا ......اور دوسری طرف ان لاشوں پر فخر کرتی ہوئی مائیں نظر آئیں گی ...... میں کس کس کا نام لوں آپ خود سمجھ لیں کے اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے ماؤں نے اپنے ارمانوں کو کس طرح قربان کرکے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ اگر ہمارے لئے یعنی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کیلئے اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے تمہیں بھی ایسے حسین نوجوان اور معصوم بیٹوں کی قربانی دینا پڑے تو رکنا نہیں ...... یہ ہے درس نصرت، یہ ہے دین نصرت جس کی تبلیغ کا بھرپور مظاہرہ ہمیں کربلا میں ملتا ہے

(3) عورت کیلئے اس کی جان سے عزیز ایک چیز اس کا ''بھائی'' ہوتا ہے

دوستو! ...... پاک پردہ داران توحید ورسالت صلوات اللہ علیہن نے اپنے (Immediate) امیجیٹ ولی کیلئے اپنے سگے بھائیوں کی جس طرح قربانیاں دی ہیں اس کی مثالیں بھی شاید میں عرض

نہیں کرسکوں گا

اس کی مثالیں آپ خود تلاش کرنے کی کوشش کریں گے تو دیر نہیں لگے گی صرف گیارہ محرم کے دن سے کوفہ اور شام کی طرف جاتے ہوئے لٹے پٹے قافلے کے محملوں کے آگے معراجِ سعادت پر فائز سروں کی طرف ایک نگاہ کرلیں گے تو آپ کو بھائیوں کی ساری قسمیں یہیں سے مل جائیں گی ...... بلا سر پوش کے کجاووں پر سوار بہنوں کے آگے اوج عرش پر مصروف سفر بھائی آپ دیکھ لیں گے کوئی بھائی جوان نظر آئے گا...... کوئی بھائی ضعیف نظر آئے گا...... کوئی بھائی ایسا وفادار نظر آئے گا کہ جس نے ادب سے بہنوں کو کبھی بہن تک نہ کہا ہوگا ...... کوئی بھائی ایسا نظر آئے گا کہ جس کے حسن و جمال کو دیکھ کر خالق کو اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی تھی ...... ہاں ان محملوں میں ایک معصوم بہنؑ بھی ملے گی جس کے سامنے اس کے چھ ماہ کے معصومؑ بھائی کا سر مصروف سفر نظر آئے گا اور وہ معصوم بہنؑ بزبان حال یہی درس نصرت دیتی ہوئی نظر آئے گی کہ اے کائنات کی معصوم بہنو! اگر تمہیں اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے میرے معصوم بھائی جیسے بھائی تک کو قربان کرنا پڑے تو ذرا بھر توقف نہیں کرنا تمہارے بھائی لاکھ حسین ہوں میرے بھائی اصغر علیہ الصلوات والسلام جیسے تو نہیں ہوں گے

(4) عورت کیلئے اس کی جان سے عزیز ایک چیز اس کا ''سہاگ'' ہوتا ہے

دوستو! ...... اب اس کیلئے بھی آپ مثالیں تلاش کرسکتے ہیں میں یہاں کس کس شہزادی کا ذکر کروں کہ کس کس نے اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے کتنے عظیم سہاگ کی قربانی دی ہے...... کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

جب آئیں بیبیاں گھر واپس تو آئیں سکھیاں ملنے کو
جس مانگ کو دیکھا اجڑی تھی جس گود کو دیکھا خالی تھی

دوستو!......آپ خود سوچیں کہ شہزادگان محمدؐ و ابراہیم علیہم الصلوات والسلام کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا کا سہاگ کیا کوئی معمولی سہاگ تھا؟

شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام کی زوجہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کا سہاگ کوئی معمولی سہاگ تھا؟

شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کی والدہ ماجدہ کا سہاگ کوئی معمولی سہاگ تھا؟

ایک سہاگ تو ایسا تھا کہ جس کے اجڑنے کا غم پوری کائنات نے منایا، پورے سادات نے منایا، منیٰ و عرفات نے منایا اور ملکوت سماوات نے منایا بلکہ خود اللہ کی ذات نے منایا......وہ تھا اس پاک دلہن کا سہاگ کہ جسے چند لمحے کو سہاگ کا سایہ نصیب ہوا، ابھی مہندی ہاتھوں پر تھی کہ سہاگ کی چھاؤں سر سے ڈھل گئی......شہزادی صلوات اللہ علیہا بھی بزبانِ حال کائنات کی دلہنوں کو درس نصرت دے رہی ہیں کہ اگر تمہیں اپنے (Immediate) امیجیٹ ولی کیلئے اپنے سہاگ کی قربانی دینا پڑے تو دریغ نہ کرنا اگر ذرا بھر جھجک محسوس ہو تو ہماری طرف دیکھ لینا ہر سال ہماری سجی ہوئی سیج کو دیکھ لینا یہی تمہیں درس نصرت دے گی

(5) عورت کیلئے اس کی جان سے عزیز ایک چیز اس کے ''زیوارت'' ہوتے ہیں

دوستو!......اس کیلئے بھی میں کوئی مثال نہیں دے سکوں گا بلکہ آپ کو اس کی مثالیں بھی خود تلاش کرنا پڑیں گی بس تھوڑی توجہ کریں گے تو کئی مثالیں آپ کو مل جائیں گی

دوستو!...... بات صرف اتنی ہے کہ کربلا کی اس شام کو یاد کرلیں جسے شام غریباں کہا جاتا ہے اور ان خیام کی طرف نگاہ کرلیں کہ جہاں ایک طرف مخدرات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن اپنے اپنے خیموں کی اوٹ سے دیکھ رہے تھے اور شامیوں کے سامنے سب کے زیورات رکھے ہوئے تھے اور وہ ملعون ایک ایک زیور کیلئے آپس میں لڑ رہے تھے کوئی کہتا

تھا یہ میں لوں گا کوئی کہتا تھا کہ یہ زیور میں لوں گا ...... وہ امت میں تقسیم ہوتے ہوئے زیور بھی یہی درس دیتے ہوئے نظر آرہے ہیں کہ اے کائنات کی شریف زادیو اگر تمہیں اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے زیورات کی قربانی بھی دینا پڑے تو دریغ نہیں کرنا

(6) عورت کیلئے اس کی جان سے عزیز ایک چیز اس کا ''جہیز'' ہوتا ہے

دوستو! ...... ایک مستور کیلئے اس کا جہیز اس کی متاع عزیز ہوتی ہے اب اس کی مثالیں تو میں بالکل نہ دے سکوں گا یہ بھی کربلا کی شام کو دو گھڑی کی دلہن صلوات اللہ علیہا کے عرش کی طرف مصروفِ سفر جہیز سے پوچھ لینا کہ اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے کیسے قربانی دینا پڑتی ہے؟ ...... جہیز جب تازہ دلہن کا ہو اور تازہ بیوہ بہو کا جہیز اپنے ہاتھوں قربان کرنا پڑے تو ہر شریف ماں کا دل کانپ جاتا ہے مگر اسے قربان کرنے کا درس بھی ہمیں کربلا سے ملا ہے کہ اپنے امیجیٹ (Immediate) ولی کیلئے تازہ بیوہ بہو کا جہیز بھی قربان کرنا پڑے تو اسے اپنے لئے سعادت عظمیٰ سمجھ کر دینا چاہیے

(7) عورت کیلئے اس کی جان سے عزیز ایک چیز اس کا ''پردہ'' ہوتا ہے

دوستو! ...... ایک شریف زادی اپنی جان پر کھیل کر بھی اپنے پردے کو بچاتی ہے جان و مال و اولاد اور سہاگ سے بھی اسے پردہ زیادہ عزیز ہوتا ہے مگر آپ کے سامنے اس کی مثالیں ہیں کہ اس پاک گھر کی مستورات متعالیات صلوات اللہ علیہن نے اپنے ولی العلیٰ جل جلالہ کیلئے کبھی بھی پردے جیسی قیمتی چیز کو پیارا نہیں کیا اور ہمیں درس دیا ہے کہ تمہیں بھی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں پردے کی قربانی دینا پڑے تو دے دینا اس درس کی لا تعداد مثالیں آپ کے سامنے موجود ہیں میں یہاں ان کی طرف صرف اشارہ ہی کروں گا

دوستو! ...... جنگ احد وہ جنگ ہے جس میں بظاہر اسلام کو شکست ہوئی تھی اس کی تفصیلات تو میں دیگر خطابات میں عرض کر چکا ہوں یہاں اس کا وہ پہلو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس کا

تعلق ہمارے موضوع سے ہے ......اس جنگ میں اسدالرسولؑ جناب حمزہ علیہ الصلوات والسلام شہید ہوئے ، ان کے علاوہ بہت سے قیمتی انصار رضوان اللہ علیہم شہید ہوئے اسی جنگ میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دندان مبارک اور سراطہر زخمی ہوئے ...... یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ہمارے آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام نے اس بات کوسختی سے ردفرمایا ہے کہ دندان مبارک شہید ہوکر باہر آ گئے تھے کیونکہ فرمایا یہی گیا ہے کہ دندان مبارک زخمی ہوئے تھے مگر سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی بدن کی کوئی جزوان سے پوری زندگی جدا نہیں ہوئی ...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دانت گرنے سے انسان عیب دار لگتا ہے اور دندان مبارک گرنے سے نعوذ باللہ انہیں بھی ایک عیب لگ جاتا جبکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے بے عیب حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عیب سے بھی پاک رکھا تھا ہاں اس جنگ میں مغیرہ بن عاص ملعون اورعبداللہ بن قمیسہ ہذیلی ملعون نے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو پتھر پھینکے تھے جن میں سے ایک جبین مبارک سے مس ہوا تھا اور دوسرا دندان مبارک سے مس ہوا جس کی وجہ سے جبین مبین اور دندان مبارک سے خون جاری ہوگیا اس وقت اس ملعون نے آواز دی لات وعزیٰ کی قسم سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کے بڑے بڑے جوان اور معزز صحابی بھی میدان جنگ چھوڑ کر پہاڑوں پر کودتے ہوئے راہ فرار کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے تھے

جس وقت یہ آواز احد میں گونجی تو وہاں سے لوگ فرار ہوئے اور مدینہ میں آ کر سانس لی ایک شخص جب مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ مہاجرین وانصار کی عورتیں جنگ کا فیصلہ سننے کیلئے شہر کی بڑی شارع عوام پر منتظر تھیں

وصاح رجل بالمدينه قتل محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس شخص نے آواز دی شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے ہیں ...... یہ آواز قیامت بن کر

ان عورتوں پر ٹوٹی وہ گریہ کناں شہر کی طرف دوڑیں تا کہ یہاں آ کر ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کو اطلاع دیں کیونکہ وہ بھی اپنے بابا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار فرما رہی تھیں ......ان عورتوں نے جب ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کو بابا پاک کی شہادت کی اطلاع دی

☆خـرجت السیدہ صلوات اللہ علیہا...... ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے جب بابا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر سنی تو فوراً میدان احد کی طرف روانہ ہوئیں اور قدموں میں نعلین تک نہیں تھی کیونکہ یہی تو ولایت عصر کا حق ہے کہ اگر اس کی ذات کو نصیب دشمناں کوئی صدمہ لاحق ہو تو اس کے بعد گھر بیٹھنا درست نہیں ہوتا ...... جب گریہ کناں کوہ احد کی طرف روانہ ہوئیں تو مہاجرین وانصار کی عورتیں بھی آپ کے ساتھ احد کی طرف نکل کھڑی ہوئیں روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

☆فلم یبق احد من نساء المهاجرین والانصار الاوخرج

(بحوالہ بحار الانوار جلد 20 باب 14 صفحہ 63)

مہاجرین وانصار کی مستورات میں سے کوئی ایک عورت بھی ایسی نہیں تھی جو گھر چھوڑ کر میدان احد کی طرف روانہ نہ ہوئی ہو......ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا گریہ فرماتی ہوئی روانہ ہوئیں ان کے چاروں طرف مہاجرین وانصار کی عورتوں کا ہجوم تھا جو ان کا پردہ بنائے ہوئے تھا مدینہ سے کوہ احد تقریباً تین چار کلو میٹر کے فاصلے پر ہے یہ فاصلہ ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے گریہ وبکا کے ساتھ طے فرمایا...... جب میدان احد میں پہنچیں تو وہاں جا کر دیکھا امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ مقام تک پہنچا چکے تھے وہاں جا کر دیکھا کہ بابا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخِ انور جبینِ مبین کے خون سے غلطان ہے، لب ہائے اطہر مجروح ہیں اور پاک سر بھی زخمی ہے......ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے جونہی بابا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کیفیت دیکھی تو واابتاہ کہہ کر بابا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئیں

سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پیار کیا، دلاسہ دیا اور پاک دختر صلوات اللہ علیہا کو گریہ فرماتے دیکھ کر خود بھی گریہ فرمایا، اس کے بعد امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے بابا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اور چہرہ دھویا اس کے بعد کھجور کے پتے جلا کر اس کی راکھ سر اور پیشانی کے زخموں میں بھری اور پٹی باندھ دی...... یہ بھی ایک بیٹی ہیں اور اسی طرح ایک معصوم بیٹی کربلا میں بھی تھی، اس معصوم بیٹیؑ نے بھی اپنے بابا کی شہادت کی خبر سنی اور ولایت عصر کے حق کو سمجھتے ہوئے پاک پھوپھی سے عرض کیا پھوپھی اماں میدان سے یہ آوازیں آرہی ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے گھوڑے کی زین چھوڑ دی ہے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بابا کی نصرت کیلئے جانا چاہتی ہیں...... پھوپھی پاک صلوات اللہ علیہا نے فرمایا بیٹی سارا میدان ظالمین سے بھرا ہوا ہے میدان میں گھوڑوں کے سموں سے سم ملے ہوئے ہیں کنوتیوں سے کنوتیاں ملی ہوئی ہیں آپ کیسے جائیں گی؟......عرض کیا پھوپھی جان صلوات اللہ علیہا ہم جب میدان میں جائیں گے تو ظالمین کی منت کریں گے کہ ہمیں راستہ دے دو ہم اپنے مظلوم بابا سے ملنا چاہتی ہیں امید ہے وہ ہماری یتیمی پر ضرور ترس کریں گے ......اب میں یہ نہیں بتا سکتا کہ کس طرح یہ معصوم شہزادی صلوات اللہ علیہا اپنے پاک بابا کے پاس پہنچی مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا بہت خوش قسمت تھیں جب وہ پہنچی تھیں تو ان کے بابا پاک محفوظ مقام پر موجود تھے ان کے کیلئے پانی بھی لایا گیا ان کے زخموں پر پٹیاں بھی باندھی گئیں مگر اس معصوم شہزادی کا نصیب تو کچھ اور ہی تھا کیونکہ جب یہ اپنے زخمی بابا علیہ الصلوات والسلام کے پاس پہنچیں تو وہاں ان کے شہید کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، آٹھ قاتل واپس جاچکے تھے، اب ایک شمر ملعون باقی تھا...... پھر اس معصوم شہزادی نے وہ قیامت اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ جب ان کے مظلوم بابا علیہ الصلوات والسلام کا سر سجدے میں جدا ہوتا رہا تیرہ ضربوں کی یہ عینی شاہد بن

کر روتی رہیں اور ہمیں یہ درس دیا کہ اپنے ولی العصر کیلیئے کبھی خطرات کا خیال نہیں کرنا پردے کا خیال نہیں کرنا اور جہاں تک ممکن ہو ان کی نصرت کرنا

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ ان مظلومین کے منتقم حقیقی ہمارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف جلدی ظہور وخروج فرمائیں اور ان مظلومین پر ہونے والے ایک ایک ظلم کا بھرپور انتقام لیں اور سارے مظلومین علیہم الصلوات والسلام کو دوبارہ اپنے گھروں میں عزت اور شان سے آباد وشاد کریں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک**
**وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 3

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

اس موضوع پر آج ہماری تیسری گفتگو ہے ...... جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہم یہ ثابت کرنے میں مصروف ہیں کہ ولی العصر تین ہیں () اللہ جل جلالہ () سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم () معصومین علیہم الصلوات والسلام میں سے جو امام ناطق ہو وہ ولی العصر ہوتا ہے

اور اگر ہم احادیث وحدت کو دیکھتے ہیں تو پھر پتہ چلتا ہے کہ ولی العصر تین نہیں دو ہیں ایک اللہ جل جلالہ اور دوسرو لی محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوات والسلام ہیں

یہ بھی ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ جل جلالہ محمدؐ وآل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام کا ولی مطلق ہے اور محمدؐ وآل محمدؐ علیہم الصلوات والسلام ہمارے ولی العصر ہیں ......اور یہ بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ محمدؐ وآل محمدؐ کی پوری زندگی ہمارے لئے درسِ دینِ حق تھا وہ اس طرح کہ انہوں نے اپنے ولی کے ساتھ ایک رویہ رکھ کر ہمیں یہ درس دیا کہ تم بھی اپنے اولیائے عصر سے اسی طرح کا رویہ رکھنا اور تم بھی اپنے اولیائے عصر پر اس قسم کی قربانیاں دینے سے مت گھبرانا جس قسم کی قربانیاں ہم نے اپنے ولی العصر جل جلالہ کیلئے دی ہیں

دوستو!......اوائل اسلام سے اس دین نصرت پر عمل ہو رہا تھا مگر بات کھلی نہیں تھی حالانکہ

یہ بات بہت پہلے ظاہر ہوچکی تھی کہ ہمارا کوئی رویہ اللہ جل جلالہ کی ذات سے بلاواسطہ جائز ہے ہی نہیں بلکہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے حوالے ہی سے جو رویہ ہے وہی رویہ اللہ جل جلالہ سے قرار پاتا ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہوچکی تھی کہ اپنے ولی العصر سے بائی پاس کر کے اگر اللہ کے حوالے سے کوئی کام کیا جائے اور اللہ جل جلالہ کو راضی کرنے کیلئے چاہے جتنی قربانیاں دی جائیں وہ ساری اکارت جاتی ہیں......جیسا کہ آپ صفین و نہروان کی جنگوں میں دیکھیں کہ دونوں طرف نمازیوں کی صفیں جمی ہوئی تھی، دونوں طرف عبادت گزار تھے، نہروانی خوارج تو عبادت کے بڑے رسیا تھے...... دونوں طرف سے نعرہ اللہ اکبر کا تھا، دونوں طرف سے قرآن کے حفاظ موجود تھے، مگر ایک حق پر تھے دوسرے باطل پر جو اپنے ولی العصر یعنی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ وابستہ تھے وہ حق پر تھے اور جو اپنے ولی العصر سے بائی پاس کر کے ڈائریکٹ (Direct) اللہ جل جلالہ کو راضی کرنے میں لگے ہوئے تھے وہ واصل جہنم ہوئے ......خوارج بھی اس جہاد کو جہاد فی سبیل اللہ کہہ رہے تھے اوامرونواہی کو نافذ کرنے میں طالبان کی طرح سختی سے پابند تھے مگر نہج البلاغہ میں خوارج کے بارے میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ ابلیس جن لوگوں کی معصیت سے ناامید ہوجاتا ہے تو انہیں بے معرفت کی عبادات میں لگا دیتا ہے یعنی جب ابلیس کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ اب میں لاکھ بہکاؤں یہ آدمی زنا نہیں کرے گا چوری نہیں کرے گا تو ایسے شخص کو وہ ولی العصر سے بائی پاس کروا کے یہ یقین دلا دیتا ہے کہ اللہ کو راضی کرنے کیلئے اس کی عبادت ہی کافی ہے عقیدے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ولی العصر کی معرفت ہو یا نہ ہو یا ولی العصر کی دشمنی بھی دل میں ہو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا بس عبادات کی بھرمار رکھو

دوستو!......سبیل اللہ کیا ہے؟ وہ ولی العصر ہوتا اوران کا راستہ ہوتا ہے اور جو کام ان کیلئے

کیا جائے وہی کام فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور جو کام یا عمل ان سے بائی پاس کر کے کیا جائے وہ ''فی سبیل الشیطان'' ہوتا ہے

دوستو!...... یہ بھی عرض کر دوں کہ ولایت عصر کے تصور کے جو دو پہلو ہوتے ہیں یعنی ( ) نظری و اعتقادی پہلو ( ) عملی و تکلیفی پہلو......ان دونوں میں سے نظری و اعتقادی پہلو جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اتنا زیادہ دوسرا پہلے یعنی عملی و تکلیفی پہلو مضبوط ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے ولایتِ عصر کے تصور کے نظری و اعتقادی پہلو کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہوتی ہے یعنی یہ بات اعتقاد میں راسخ ہونا چاہیے کہ ولی العصر ہمارے درمیان اللہ جل جلالہ کا کوئی غیر نہیں بلکہ اس غائب مطلق ذات کا وجود ظاہری یہ ہمارے ولی العصر ہیں اب انہی پر سب کچھ قربان کرنا اور انہی پر قربان ہونا ہی اللہ جل جلالہ پر قربان ہونا ہے ان کی نصرت ہی اللہ جل جلالہ کی نصرت ہے، انہی کی بیعت اللہ جل جلالہ کی بیعت ہے، اللہ جل جلالہ ان کا باطن ہے اور ولی العصر اس کا ظاہر ہیں...... سمجھانے کیلئے تشبیہ ہوتی ہے اور سمجھنے کیلئے تنزیہ ہوتی ہے اس لئے ہم سمجھانے کیلئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ گویا ولی العصر ایک جسم ہیں اور اللہ جل جلالہ ان کی روح اعلیٰ ہے، اب ہم جو رویہ جسم کے ساتھ رکھیں گے وہی رویہ روح کے ساتھ قرار پائے گا یعنی جو جسم کی توہین کرتا ہے وہ روح کی بھی توہین کرتا ہے اور جو جسم کی تعظیم کرتا ہے وہی روح کی تعظیم کرتا ہے، جو جسم سے دشمنی کرتا ہے جسم کو قتل کرتا ہے وہ عین ذات کا قاتل شمار ہوتا ہے، جو جسم کو گالی دیتا ہے وہ روح کو گالی دے رہا ہوتا ہے، جو جسم کا منکر ہے وہ روح کا منکر ہے، جو ان کی نصرت میں کوتاہی یا تساہل یا صرف نظر کرتا ہے وہ اللہ جل جلالہ کی نصرت میں کوتاہی اور تساہل کرتا ہے

دوستو!...... جب تک یہ بات اعتقاد میں شامل نہ ہو جائے اللہ جل جلالہ کی منشا کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا اور دین حق سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا اور اگر آ بھی جائے تو اس پر ٹھیک طریقے

سے یا بھرپور طریقے سے عمل ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے نظری و اعتقادی پہلو کا مضبوط کرنا بڑا ضروری ہے......آپ ماضی کے واقعات کے آئینے میں دیکھیں جن لوگوں کا یہ نظری و اعتقادی پہلو مضبوط تھا انہی لوگوں کا عمل بھرپور تھا جن لوگوں نے ولی العصر کو اپنا امیجیٹ گاڈ (Immediate God) سمجھا وہی لوگ جم کر عملِ نصرت وانتصار کر سکے اور جن کا یہ تصور ناقص تھا وہ محروم رہے یا عمل نصرت میں بہت پیچھے رہے......ہم یہاں نظری و اعتقادی پہلو پر بات نہیں کرنا چاہتے بلکہ عملی پہلو ہمارے زیر بحث ہے

دوستو!......جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اس نظریے پر تو پہلے ہی سے عمل ہو رہا تھا کہ جو ولی العصر ہوتا ہے اس کی نصرت ہی اللہ کی نصرت ہوتی ہے ہمارا رویہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ نہیں پرکھا جانا بلکہ ہمارے لئے کسوٹی اور پیمانہ اپنے ''ولی العصر'' ہی ہوتے ہیں یہ بات پہلے سے موجود تو تھی لیکن سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال الی اللہ کے بعد یہ نظریہ آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگا اور یزید ملعون کے زمانے میں یہ نظریہ بالکل نابود ہو گیا ولایت عصر کا مقام کرسئ اقتدار کو حاصل ہو گیا کہ بالفاظ دیگر کرسئ اقتدار کو ولایت عصر کے متبادل کے طور پر کھڑا کر دیا گیا اور یہ تصور قائم کیا گیا کہ جو بھی کرسئ اقتدار پر قابض ہو جائے چاہے الیکشن سے ہو یا اسے کوئی نامزد کر دے یا شوریٰ کے ذریعے کرسی پر قابض ہو جائے یا کسی نمبر دو طریقے سے، جیسے بھی اقتدار کی کرسی پر کوئی قابض ہو جائے وہی (نعوذ باللہ) اللہ جل جلالہ کا نائب ہے اور اس کی اطاعت (نعوذ باللہ) اللہ کی اطاعت ہے

جیسا کہ مسلم بن عقبہ مری ملعون نے مدینہ طیبہ کو تاراج کیا تھا، منبر رسول کو ٹھنڈا کیا تھا، جس کی بدکاریوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی ایک ہزار کنواری بیٹیوں کے ہاں ناجائز بچے پیدا ہوئے تھے، جس ملعون نے کعبے کو ٹھنڈا کروایا تھا، جو تاریخ کے بدنام ترین واقعۂ حرا کا ہیرو تھا، اس ملعون نے آخری وقت یہ کہا تھا کہ میں اتنا

بدکردار ہوں کہ مجھے اپنی نجات کی کوئی امید نہیں ہے مگر ایک بات ایسی ہے جس کی وجہ سے شاید مجھے اللہ جل جلالہ جہنم سے نجات دے کر جنت بھی عطا فرمادے اس وقت کسی نے پوچھا کہ وہ کون سی نیکی ہے جس پر تجھے اتنی امید ہے؟ اس نے کہا تھا کہ وہ نیکی یہ ہے کہ میں نے اپنے امیر یزید ملعون کے کہنے پر جس طرح مدینہ طیبہ کو برباد کیا ہے، مسجد نبوی تک کی حرمت کا خیال نہیں کیا، اللہ کے گھر تک کو ٹھنڈا کیا ہے، شاید اس اطاعت امیر کی وجہ سے مجھے بخش دیا جائے ...... یعنی اس وقت لوگوں نے اپنے اعمال کا پیمانہ کرسیٔ اقتدار کو بنالیا تھا اور تخت حکومت کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دے دیا گیا تھا اور ولایت عصر کا متبادل اس نظام باطل کو بنالیا گیا تھا اس نظام باطل کے آہنی جادو کو توڑا ہے تو کربلا معلیٰ کی سرزمین پر چند جانثاروں نے توڑا ہے اور اس طرح توڑا ہے کہ حضرت رسول ہند خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی فرماتے ہیں

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دیں ہست حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ
سر داد ، نہ داد دست در دست یزید (ملعون)
حقا کہ بنائے لا اِلہٰ ہست حسینؑ

یعنی انہوں نے اس نظام ولایت عصر کو زندہ کرنے کو بنائے لا الہ قرار دیا اور فرمایا ہے کہ اللہ کی قسم لا الہ الا اللہ کی بنیاد بھی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں جس کلمہ طیبہ کی بنیاد سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی وہ ساٹھ ہجری کے آتے آتے ختم ہو گیا تھا اسے دوبارہ زندہ کیا ہے تو کربلا والوں نے ...... یہ ایک حقیقت ہے کہ کربلا معلیٰ میں دین حق کو زندگی ملی ہے اور دین حق کربلا میں زندہ ہوا ہے

جعفرؑ کبھی اسلام پہ موت آ نہیں سکتی
اسلام کی شہ رگ میں شہیدوں کا لہو ہے

سچ تو یہی ہے کہ شہید زندۂ جاوید ہوتے ہیں تو جس کی رگوں میں شہیدوں کا لہو ہوگا جو شہیدوں کے لہو سے پروان چڑھا ہوگا وہ دین کیسے مرسکتا ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کربلا والوں نے کون سے دین کو زندہ کیا ہے؟

اس سوال کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ

انہوں نے ولایت عصر کے تصور کو دوبارہ زندہ کیا ہے

انہوں نے ولی العصر کی نصرت کے دین کو زندہ کیا ہے

انہوں نے نصرت امام زمانہ کے دین کو زندہ کیا ہے

انہوں نے دین نصرت کو زندہ کیا ہے کیونکہ یہی ایک دین حق ہے کہ اپنے ولی العصر کی نصرت ہی اصل دین ہوتا ہے

دوستو!...... کربلا معلیٰ دین کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے سب سے بڑی درسگاہِ حق ہے اور دینِ نصرت کا سب سے بڑا ادارہ ہے...... کربلا آنے والی نسلوں کیلئے شاہراہ عمل ہے اور کربلا ایک درسِ جاوید ہے...... کربلا ولایت عصر کے تصور کا ابدی قیام ہے......

دوستو!...... کربلا آنے والے ہر کربلا کیلئے گائڈ بک ٹیسٹ پیپر اور مینول ہے

عرفا کی نظر حقیقت بین اور لسانِ حقیقت بیان اس حقیقت کا ادراک رکھتی ہے اور بیان بھی کرتی ہے کہ کربلا دو قسم کے ہیں...... (1) ظاہری کربلا...... (2) معنوی کربلا

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ظاہری کربلا کیا ہے؟

دوستو آپ چودہ سو سال سے سن رہے ہیں کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی مدینہ سے روانگی ہوئی، کربلا معلیٰ میں پہنچے، وہاں واقعات شہادت ہوئے پھر وہاں سے کاروانِ ناصرانِ توحید کوفہ وشام کو روانہ ہوا، وہاں قیام رہا پھر مدینہ میں واپسی ہوئی

یہ مدینہ سے مدینہ تک کا جو سفر ہے یہ ظاہری کربلا ہے

اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معنوی کربلا کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کربلائے معنوی اس ظاہری کربلا سے بھی ساٹھ سال قبل شروع ہوا اور تا حال جاری ہے چودہ صدیاں گزر گئیں مگر ایک کربلا مسلسل ہمارے سامنے بکھرا ہوا ہے......ان دو کربلاؤں میں جو فرق ہے پہلے اسے واضح کرتا چلوں

( )وہ کربلا ظاہری تھا...... یہ کربلا باطنی ومعنوی ہے

( )وہ کربلا ایک مخصوص وقت میں تھا...... یہ کربلا ہمہ وقتی ہے

( )وہ کربلا ایک سال کا تھا...... یہ کربلا صدیوں کا ہے

( )وہ کربلا ایک مخصوص علاقے میں تھا...... یہ کربلا ''کل ارض کربلا'' کا مصداق ہے

( )وہ کربلا کچھ محدود ایام کا تھا...... یہ کربلا ''کل یومٍ عاشورا'' کا مصداق ہے

( )وہ کربلا درسیہ تھا...... یہ کربلا امتحانیہ ہے

ظاہری کربلا کی مثال ایسے ہے جیسے ایک ٹیچر کسی بچے سے کہتا ہے ''کہو الف'' اس کے بعد بچہ کہتا ہے ''الف'' یعنی پہلے ٹیچر کہہ کر دکھاتا ہے یا لکھ کر دکھاتا ہے اس کے بعد بچوں کو وہ بار بار لکھنا بولنا پڑتا ہے اسی طرح ''ظاہری کربلا'' میں ہر شعبہ، ہر طبقہ، ہر نسل، ہر صنف، ہر قسم، ہر عمر کے افراد کو نمائندگی دی گئی تھی اور انہی کے حوالے سے مثالیں پیش کی گئی تھیں تا کہ آنے والی نسلوں کے سامنے دین حق وحقیقی کا کوئی پہلو تاریکی میں نہ رہے مثلاً

(1) عمر کے حوالے سے (مرد عورتیں)

نوجوان لڑکے لڑکیاں، بوڑھے بوڑھیاں، نوخیز بچے، نوخیز بچیاں، اطفال بچے بچیاں، شیر خوار بچے بچیاں

(2) عائلی حوالے سے

شادی شدہ، غیر شادی شدہ، بیوہ، رنڈوا، تازہ بیاہتا

(3) رشتوں کے حوالے سے صنف نازک

مائیں ...... نوجوانوں کی، بچوں کی، بچیوں کی، غلاموں کی، بزرگوں کی، دشمنوں کی، سادانیاں

بہنیں ...... نوجوانوں کی، بچوں کی، بچیوں کی، غلاموں کی، بزرگوں کی، سادانیاں، دشمنوں کی

بیویاں ......نوجوانوں کی، غلاموں کی، سرداروں کی، بوڑھوں کی، سادانیاں، دشمنوں کی،

بیٹیاں ......نوجوانوں کی، غلاموں کی، سرداروں کی، بوڑھوں کی، سادانیاں، دشمنوں کی،

(4) رشتوں کے حوالے سے مرد

باپ ......نوجوانوں کے، بچوں کے، بچیوں کے، غلاموں کے، بزرگوں کے

باپ ...... جوان بیٹے کا، کمسن بیٹے کا، دشمن کے قیدی بیٹے کا (بشر بن عمرو حضرمی)

بھائی ......نوجوانوں کے، بچوں کے، بچیوں کے، غلاموں کے، بزرگوں کے

بیٹے ...... بوڑھی ماؤں کے، بیوہ ماؤں کے، یتیم، جوان، ضعیف، کمسن، غلام، آزاد، بوڑھے باپ کے

شوہر ......نو بیاہتا، ضعیف، جوان

(5) دیگر رشتہ داریاں ...... پھوپھی، پھوپھا، خالہ، خالو، بھابھی، نند، پوتی، پوتا، نواسی، نواسا، بھانجی، بھانجا، نانی، نانا، دادی، دادا، سمندھی، چچا، چچی، چچیرے رشتہ دار، ننھیال

(6) معاشرتی حیثیت (مرد)

آزاد، غلام، سردار، عوام، ملازم، اہل کار، حکومتی وزیر، مشیر، رئیس، غریب، فوجی، سپاہی، جرنیل، دشمن سے رشتہ داری، مہمان، مسافر، میزبان، مدعو کرنے والا، بعید،

کاروباری، غیر مسلم، اجنبی، معذور

(7) معاشرتی حیثیت (عورت)

آزاد، کنیز، سردار، عوام، ملازم، اہل کار، حکومتی وزیر، مشیر، رئیس، غریب، فوجی سپاہی، جرنیل، دشمن سے رشتہ داری، مہمان، مسافر، میزبان، مدعو کرنے والی، بعید، کاروباری، غیر مسلم، اجنبی، معذور

(8) نسلی حوالے سے (مرد عورت)

عربی، عجمی، سیاہ فام، گورے، خاندانی، غیر خاندانی، سادات

دوستو!......اگر ہم ان آٹھ حوالوں کو آپس میں ضرب دیں تو پھر یہ انسانیت کے مین (بنیادی حوالے 64 عدد بنتے ہیں پھر ان حوالوں کے اندر کے ذیلی حوالے بھی شامل کر لئے جائیں تو ذیلی حوالے 150×150=22500 طرح کے کل حوالے بنتے ہیں

اس سے ثابت ہوا کہ کسی بھی معاشرے میں موجود انسانوں کی بنیادی قسمیں 22500 بنتی ہیں پھر ایک ایک کے ساتھ کئی کئی حوالے بھی شامل کر لئے جائیں پھر ان میں پیشوں کو ایک علیحدہ حوالیاتی مقام دے دیا جائے تو پھر انسانوں کی کروڑوں قسمیں بنتی ہیں یعنی اس دنیا میں حوالیاتی انداز سے دیکھا جائے تو انسانوں کی کروڑوں قسمیں موجود ہیں اور اگر ہم کربلا معلیٰ کے واقعہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس کرۂ ارض پر موجود قیامت تک آنے والی انسانیت کے جتنے بھی حوالے اور شعبے متوقع تھے ان سب کو کربلا معلیٰ میں بڑی خوبصورتی سے نمائندگی دی گئی جبکہ کربلا میں شہید ہونے والے افراد 144 اور سارے سفر کربلا میں شہید ہونے والوں کی کل تعداد 313 بنتی ہے

آپ نے دیکھا کہ انسانیت کے جتنے شعبہ ہائے حیات ہیں یا جتنے بھی حوالے ممکن تھے ان سب کو کربلا میں نمائندگی دی گئی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نمائندگی دینے کی وجوہات کیا تھیں؟

بات یہ ہے کہ کربلا کی سرزمین پر رہتی دنیا کیلئے ایک درس دیا گیا گویا کربلا دین آل محمد علیہ الصلوات والسلام کا ایک ماڈل سکول تھا، ماڈل طلبا تھے، ماڈل ٹیچرز تھے اور انہوں نے ایک ایسا درس دیا کہ آنے والی نسلوں کیلئے دین حق کو سمجھنے کیلئے اور اپنانے کیلئے بڑی بڑی کتابیں پڑھنے کی بجائے صرف کربلا معلٰی کی سٹڈی کر لینے پر سارا دین مل سکتا ہے

دوستو جو انسان جہاں بھی ہے، جس حالت میں بھی ہے، جیسا بھی ہے، جس حیثیت میں بھی ہے اور جس پوزیشن میں بھی ہے اگر وہ اپنے ہی مقام پر رہ کر دین حق کو سمجھنا چاہتا ہے اور اپنے فرائض کو معلوم کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ جل جلالہ اور خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام کی خوشنودی کا حصول چاہتا ہے تو پھر اسے کتاب کربلا میں اس شخص کو تلاش کرنا چاہیے کہ جو اس مقام پر اس جیسے افراد کی نمائندگی کر رہا تھا پھر اس کے عمل کو آئینہ بنا کر اس پر خود عمل کرنا شروع کر دے گا تو وہ بھی اس مقام اعلیٰ کو پالے گا جسے اس شخصیت نے پایا ہوگا

کربلا میں ہمارے لئے لاکھوں نمونہ ہائے اعمال موجود ہیں اور وہاں کامیاب افراد بھی موجود ہیں اور ناکام افراد بھی موجود ہیں اس لئے ناکام افراد سے اس طرح کا سبق لیا جا سکتا ہے کہ ان کے کردار کو ترک کیا جائے اور کامیاب افراد کے اعمال کو اپنایا جائے تو پھر ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

دوستو میں نے ابتدا میں یہ گذارش کی تھی کہ کربلا کی دو قسمیں ہیں

() ظاہری کربلا () معنوی و باطنی کربلا

ظاہری کربلا وہ تھا کہ جس کے بارے میں ہم چودہ صدیوں سے سن رہے ہیں اور معنوی و باطنی کربلا اب تک مسلسل جاری ہے یعنی ہر دور میں کربلا کا ہر کردار معنوی لحاظ سے موجود

ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا کردار اپنے ہر ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی شکل میں موجود ہے، ہر زمانے کے امام گویا اپنے وقت کے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں کیونکہ ان کے سرِ اطہر پر وہی دستارِ رسالت ہوتی ہے جو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سرِ اطہر پر تھی، وہی نور ہے، وہی عظمت ہے، وہی شان ہے، وہی منصب ہے، من حیث التکوین من حیث المراتب ان میں کوئی فرق نہیں ہے اگر فرق ہے تو زمانے کا ہے، وقت کا ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ فرق صرف زمانے کے لوگوں کا ہے تو یہ بات بھی بجا ہوگی وقتی اور جغرافیائی لحاظ سے کربلائے ظاہری محدود تھا یعنی زمانی و مکانی لحاظ سے وہ ایک مظاہرہ تھا جو ایک وقت میں ہوا، ایک مخصوص مقام پر ہوا، مخصوص افراد کے سامنے ہوا، مخصوص افراد نے کیا مگر یہ جو معنوی کربلا ہے زمان و مکان سے آزاد ہے یعنی جس دور میں بھی کوئی جناب حر سلام اللہ علیہ بننا چاہے تو بن سکتا ہے اور اگر ابن حر جعفی ملعون بننا چاہے تو بن سکتا ہے......جس زمانے میں جو بھی شخص طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ بننا چاہے تو بن سکتا ہے اور اگر طرماح بن حکم بننا چاہے تو بھی بن سکتا ہے

بات صرف اتنی سی ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ جس نے کربلا کی جس شخصیت کے کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہ اسی شخصیت جیسا انجام ونتیجہ پائے گا

آپ دیکھیں حدیث صحیح میں آیا ہے ☆من تشبہ بقوم فھو منہ ......یعنی جو شخص جس قوم کی شبیہ بنتا ہے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی قوم سے قرار دیا جاتا ہے......اسی طرح جو کربلا کے کسی کردار کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی اسی قوم شہدا کا ایک فرد بن جاتا ہے ہمارے زمانے میں بھی یہ کربلا جاری ہے......آپ امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کا وہ فقرہ دیکھیں جس میں فرمایا تھا ☆کل یوم عاشورا کل ارض کربلا ......یعنی مومن کیلئے ہر دن عاشور کا دن ہے اور ہر زمین کربلا کی سرزمین ہے، چاہے کوئی مومن جہاں بھی

ہے وہ اس زمین کو زمین کربلا سمجھے اور ہر دن کو روز عاشور سمجھے اور اپنے زمانے کے امام ولی العصر کو عین امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام سمجھے اس کے بعد اپنے فرائض کو پہچانے کہ اس نے اپنے مالک حقیقی کے ساتھ کیا رویہ رکھنا ہے تو پھر اسے وہی درجہ مل سکتا ہے جو شہدائے کربلا کو حاصل ہوا تھا

ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ پہلے اپنی پوزیشن اور مقام کو دریافت کریں

اس کے بعد اپنی پوزیشن و مقام کا کردار کتابِ کربلا میں دیکھیں گے تو وہاں اس پوزیشن اور مقام کے دو کردار ملیں گے ایک دوست کا اور ایک دشمن کا

اس کے بعد ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ ہمیں کس کا کردار اپنانا ہے کس جیسا عمل کرنا ہے؟

جب ہم یہ دیکھ چکیں گے تو اس کے بعد ہم جس شخصیت جیسا کردار ادا کریں گے اس جیسا نتیجہ پائیں گے، دوست جیسا کردار ادا کریں گے تو اللہ بھی صلوات بھیجے گا اور دشمن جیسا کردار ادا کریں گے تو اللہ اور ملکوت کی لعنت برسے گی

بات تو اپنے مالک کے حقوق اور اپنے فرائض کو اپنی پوزیشن کے دائرے میں ادا کرنا ہے

## پہلا قدم

دوستو! جب یہ معلوم ہو جائے کہ ہماری پوزیشن کیا ہے تو ہمیں جس چیز کا سب سے پہلے ادراک ہوتا ہے وہ ہے قطع تعلق یعنی ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے منقطع ہیں

جیسا کہ کوفہ والوں کو سب سے پہلے یہی احساس ہوا تھا کہ وہ اپنے امام علیہ الصلوات والسلام سے منقطع ہیں اور یہ انقطاع باعث ہلاکت ہے یہ انقطاع بذات خود ایک گمراہی ہے اس لئے انہوں نے پہلا قدم وہی اٹھایا جو انہیں اٹھانا چاہیے تھا

وہ پہلا قدم ہے انسان کا اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام سے رابطہ کرنا اور انہیں بلانا کہ آقا آپ ہماری ہدایت فرمائیں اور ہم پر کرم فرمائیں تاکہ ہم آپ کی نصرت پر موفق ہوسکیں ہمیں ہدایت مل جائے کہ ہم ابدی ہلاکت سے بچ جائیں، ہماری دنیا و عقبیٰ یقینی ہوجائیں انسان اپنی طرف سے کوشش کرے کہ اپنے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف سے رابطہ کرے اور ان سے اپنے لئے احکام و فرائض حاصل کرے اور پھر بڑی سنجیدگی سے ان احکام پر عمل پیرا ہوجائے ......اگر اس نے ذرا برابر غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا تو انجامِ بد، بدانجام کوفیوں جیسا ہوگا اور اگر سنجیدگی سے اس پر عمل کیا گیا اور اپنے کردار کی اصلاح پر مسلسل توجہ رہی تو پھر انجام ان انصار جیسا ہوگا کہ جنہوں نے آقا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں فوز عظیم کو پالیا تھا......اب یہاں سے ہم درس کربلا کی طرف جاتے ہیں ......آیئے ہم بھی کوفیوں کے رویے کے آئینے میں اپنے لئے عبرت تلاش کریں

## واقعۂ جناب حر علیہ السلام ہمارے لئے

ذوحسم (ذوخشب) کا دہکتا ہوا صحرا ہے جس کے مشرقی طرف ایک پہاڑ ہے، اس پہاڑ کے دامن میں ایک قافلے کے خیام لگے ہوئے ہیں، ان خیام کے سامنے گرم زمین پر نماز کی صفیں لگی ہوئی ہیں اور ابھی ابھی نماز ظہر اختتام پذیر ہوئی ہے، مگر نمازی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، نماز کے سجدۂ شکر کے بعد کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام سامنے بیٹھے ہوئے نمازیوں کی طرف رخ فرماتے ہیں اور اس کے بعد اپنی تلوار کا سہارا لے کر اٹھتے ہیں

یہ سامنے بیٹھے ہوئے لوگ کوئی اور نہیں یہ جناب حر بن یزید ریاحی علیہ السلام کے ہمراہی لوگ ہیں جنہیں ابھی ابھی ساقی کوثر دوراں نے پانی پلا کر ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ دشمن کی موت مقدراتِ الٰہیہ میں حائل ہوجائے اس لئے انہوں نے

انہیں سیراب کرکے زندگی بخشی ہے......سارا لشکر دیکھ رہا ہے کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام تلوار کا سہارا لے کر سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور کچھ فرمانا چاہتے ہیں

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے سارے لوگوں پر ایک طائرانہ نگاہ فرمائی اور اپنے معروف خطبہ کا آغاز فرمایا اس میں سب سے پہلے حمد و ثنا فرمائی اس کے بعد اپنے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل اطہار پر صلوات کے بعد سامنے والے لشکر سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم......اَیُّهَا النَّاس!...... اِنَّهَا مَعْذِرَةٌ اِلَی اللّٰهِ وَ اِلیٰ مَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنْ اِنِّیْ لَمْ اَقْدِمْ عَلیٰ هٰذَا الْبَلَدِ حَتّٰی اَتَتْنِیْ كُتُبُكُمْ وَ قَدِمَتْ عَلَیَّ رُسُلُكُمْ اَنْ اَقْدِمْ اِلَیْنَا اِنَّهٗ لَیْسَ عَلَیْنَا اِمَامٌ فَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ یَجْمَعَنَا بِكَ عَلَی الْهُدیٰ فَاِنْ كُنْتُمْ عَلیٰ ذَالِكَ فَقَدْ جِئْتُكُمْ فَاِنْ تُعْطُوْنِیْ مَا یَثِقُ بِهٖ قَلْبِیْ مِنْ عُهُوْدِكُمْ وَ مِنْ مَوَاثِیْقِكُمْ دَخَلْتُ مَعَكُمْ اِلیٰ مِصْرِكُمْ وَ اِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ كُنْتُمْ كَارِهِیْنَ لِقُدُوْمِیْ عَلَیْكُمْ اِنْصَرَفْتُ اِلَی الْمَكَانِ الَّذِیْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اِلَیْكُم

اے موجودگان گرامی ہم اللہ جل جلالہ اور آپ سے اپنے یہاں تشریف لانے کے بارے میں عذرخواہی کرتے ہیں اور آپ کو یہاں تشریف لانے کی وجوہات بتاتے ہیں

ہمارا یہاں آنے کا ارادہ نہیں تھا مگر ہم اس وقت اس طرف مصروف سفر ہوئے کہ جب آپ لوگوں کی طرف سے دھڑا دھڑ پیغام رسان پہنچے اور خطوط کے ذریعے بار بار اصرار ہوا کہ آپ یہاں تشریف لائیں اور آپ لوگوں نے ہر بار یہی لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے ہم بے امام پھرتے ہیں اور یزید جیسے فاسق و فاجر کی حکومت ہم پر مسلط ہوچکی ہے اگر آپ تشریف لائیں گے تو اللہ جل جلالہ ہمیں ہدایت کے راستے پر جمع فرمائے گا

آپ لوگوں نے ہمارے ساتھ عہد معاہدے کئے دعوت دی اور نصرت کی یقین دہانی کروائی اگر آپ لوگ اپنے عہد و پیمان پر قائم ہیں تو ہم آپ کے شہر میں آپ کے ساتھ

داخل ہو جائیں گے اگر آپ ہمارے یہاں تشریف لانے کو ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں تو پھر ہم واپس جانے کیلئے تیار ہیں ......خلاصہ

قارئین گرامی امام کائنات علیہ الصلوات والسلام کے یہاں کئی خطبات ہیں یعنی نماز ظہر کے بعد کا خطبہ ہے، نماز عصر کا خطبہ ہے، عصر کے بعد کا خطبہ ہے، پھر لشکر جناب حر علیہ السلام کو کئی مقامات پر خطاب فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ لوگوں نے ہمیں بلایا اور یہی کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے ہم بے امام پھرتے ہیں ہم حکومت حق کا قیام چاہتے ہیں

آپ لوگوں نے کہا اگر آپ یہاں تشریف نہ لائے تو پھر حکومت کفر و شرک پر ہمارے راضی رہنے کی ذمہ داری آپ پر ہوگی ...... آپ لوگوں نے کہا کہ اگر آپ یہاں تشریف نہ لائے اور ہماری ہدایت نہ فرمائی تو کل ہم آپ کے دامن گیر ہوں گے

آپ لوگوں نے ہمیں نصرت کی یقین دہانی کروائی بلکہ تم کوفہ والوں نے ہمیں بلایا تھا اور کہا تھا کہ مولا ہمارے پاس تشریف لائیں کیونکہ ہم بے امام ہیں، ہمیں امام حق کی ضرورت ہے، ہماری آخرت برباد ہو رہی ہے اور ہم جہنم میں جا رہے ہیں آپ جلدی تشریف لائیں ...... جب آپ لوگوں نے ہم پر اتمام حجت کیا تو ہم بھی اتمام حجت کیلئے یہاں آئے اگر ہمارا یہاں آنا آپ کو ناگوار گزرا ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں

یہ سن کر جناب حر علیہ السلام نے عرض کیا کہ آقا نہ ہی میں نے کوئی خط لکھا تھا اور نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ آپ کو خطوط لکھے گئے ہیں اس پر امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے عقبہ بن سمعان رح سے فرمایا وہ خطوط والے تھیلے اٹھا لاؤ......

پھر وہ خطوط سے بھرے ہوئے تھیلے اس کے سامنے الٹ دئے گئے جنہیں دیکھ کر جناب حر علیہ السلام کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ کوفیوں کا یہ کیسا رویہ ہے؟

# ﴿درسِ احتساب﴾

دوستو حال ہی میں ایک عارف کو اشارہ ہوا کہ جناب حر علیہ السلام کے ساتھ جو مکالمات ہوئے ہیں جو خطبات وہاں انشا فرمائے گئے ہیں ان کی نشر واشاعت کرو ...... جب اس نے میرے سامنے اس کا ذکر کیا تو مجھے اس اشارے نے خود تنقیدی وخود احتسابی کی راہ دکھائی اور مجھے محسوس ہوا کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے چاہنے والوں کیلئے اس واقعے میں جو درس ہے اسے بیان کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ منتظرین امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں اور شب وروز دعا مانگ رہے ہیں انہیں آگاہ فرمانا مقصود ہے کہ تم بھی اس تناظر میں اپنی تصویر ضرور دیکھ لو کیونکہ تم بھی تو اسی طرح اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کو بلا رہے ہو جس طرح کوفیوں نے بلایا تھا، تم بھی عجل اللہ فرجک کہہ رہے ہو، جلدی تشریف لانے کی دعا کر رہے ہو اور بعض لوگ نیمہ شعبان کی رات کو اپنے عرائض میں بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو تشریف لانے کی دعوت دیتے ہیں اور یہی عرض کرتے ہیں کہ

() مولاؑ آپ جلدی تشریف لائیں ہم گمراہ ہو رہے ہیں
() مولاؑ آپ جلدی تشریف لائیں ہم بے امام زندگی گزار رہے ہیں
() مولاؑ آپ جلدی تشریف لائیں تاکہ ظالمین کی حکومت سے نجات ملے
() مولاؑ آپ جلدی تشریف لائیں تاکہ حکومت حق قائم ہو جائے
() مولاؑ آپ تشریف لائیں کہ ظالمین کے ہاتھوں ہم پریشان ہیں
() مولاؑ آپ جلدی تشریف لائیں ہم جہنم جا رہے ہیں

اب آپ دیکھیں کہ ہم بھی تو اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کو انہی الفاظ میں بلا رہے ہیں جن الفاظ میں کوفیوں نے بلایا تھا ...... ہماری دعائے تعجیل فرج کیا ان ہزاروں

خطوط کی طرح نہیں ہے کہ جو کوفیوں نے لکھے تھے؟......اب اس مقام پر ہمیں اپنے ضمیر سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا ہم نصرت کیلئے پوری طرح تیار ہیں؟

## ﴿تجزیہ کوفیان﴾

دوستو اب مناسب ہوگا کہ ہم اہالیان کوفہ کا تجزیہ کرتے چلیں تا کہ ہم اس آئینے میں اپنے ضمیر کا تجزیہ کرسکیں

جب ہم اہل کوفہ کا تجزیہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کوفہ میں چار قسم کے لوگ تھے ......ان میں دو دشمن گروپ تھے اور دو دوست گروپ تھے دشمن گروپ کون کون سے تھے؟

( ) وہ دشمن گروپ تھا جو یزیدی تھا جو نہیں چاہتا تھا کہ مولا تشریف لائیں

( ) دوسرا دشمن گروپ ان لوگوں کا تھا کہ جو مولا کو بار بار خط لکھ رہے تھے اور ان کی غرض عقبیٰ کی نہیں تھی بلکہ وہ اموی لابی کے ستائے ہوئے لوگ تھے یا ان کی داد و دہش اور نوازشات سے محروم لوگ تھے جو مولا کی حمایت میں اپنی کرسی ءاقتدار دیکھ رہے تھے اور دنیاوی فائدوں کیلئے مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام کو بلا رہے تھے ان کے خطوط سے ظاہر ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں مولا جلدی تشریف لائیں موسم کے پھل تیار ہیں، فصلیں اچھی ہیں، لوگوں کے پاس مال دولت ہے یعنی وہ لوگوں کے مال کو جنگ کی غنیمت کی طرح لینا چاہتے تھے ان کی نظر میں دنیا ہی دنیا تھی

( ) تیسرے وہ لوگ تھے جو اپنی دنیا و آخرت کے تحفظ کیلئے اور اخروی نجات کیلئے بار بار خط لکھ رہے تھے اور اپنی مدد کیلئے بلا رہے تھے کہ مولا ہمیں امام حق کی ضرورت ہے جو ہمیں جہنم سے نجات دے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام جلدی تشریف لائیں

() چوتھا گروپ ان لوگوں کا تھا جو مولا پر ایمان تو رکھتے تھے مگر وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا اپنا سیٹ اپ خراب نہ ہو بلکہ مولا تشریف نہ لائیں تو بہتر ہے جس طرح دنیا کا کام چل رہا ہے اسی طرح چلتا رہے...... وہ آ کر ہمیں دشمن سے لڑائیں گے اور ہمارے بچے یتیم کروائیں گے بیویاں بیوہ ہوں گی اس لئے ان کے تشریف لانے پر وہ خوش نہیں تھے

جیسا کہ اکابرین شیعہ میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو کوفہ تشریف نہیں لانا چاہیے تھا ہم نے دربار میں بڑی مشکل سے کرسی حاصل کی ہے، ہمیں دربار حکومت میں بڑی کوشش کے بعد رسوخ ملا ہے، عزت ملی ہے، کوفہ سکون سے چل رہا ہے اور ان کے تشریف لانے سے خون خرابہ ہوگا، بچے یتیم ہوں گے، گھر برباد ہوں گے، کسی نے کہا کہ میری بیٹی کی شادی ہے اس کے بعد تشریف لائیں...... کسی نے کہا ابن زیاد ملعون بڑا ظالم ہے اس سے لڑیں گے تو ہماری جوان بیٹیاں ہیں ان کی عزتیں داؤ پر لگ جائیں گی...... یہ سب اکابرین شیعہ کے اقوال ہیں جو کتب تاریخ مقتل میں منقول ہیں یہ چار قسم کے لوگ تھے......یعنی دشمن کا ایک گروپ چاہتا تھا کہ تشریف نہ لائیں

اسی طرح دوست اور مومن کہلانے والے کچھ کم بخت ایسے بھی تھے جو چاہتے تھے مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام تشریف نہ لائیں

اسی طرح دشمن کا ایک گروپ بھی چاہتا تھا کہ مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام تشریف لائیں اور ان کی دنیا کھری ہو جائے اقتدار مل جائے...... جب ہم اس وقت کے حالات سے ارضِ موجود کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس وقت شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پر ایمان رکھنے والے کئی لوگ ہیں اور ان کے بھی وہی کوفیوں جیسے چار گروپس ہیں جیسا کہ آج بھی دشمن کا ایک گروپ یہ چاہتا ہے کہ خدانہ کرے خروج ہو (خاکش بدہنش)

اسی طرح اغیار کا ایک بہت بڑا گروپ یہ چاہتا ہے کہ مولائے کائنات عجل اللہ فرجہ الشریف جلدی

تشریف لائیں اور امریکہ یورپ پر ہم مسلمانوں کی حکومت ہو اور اس اقتدار میں انہیں بھی کسی نہ کسی ملک کی حکومت مل ہی جائے گی

اسی طرح عالم تشیع کے بھی دو گروپس ہیں ان میں سے ایک یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ابھی تشریف نہ لائیں (خاکش بدہنش) کیونکہ وہ دنیا کی لذات سے مستفید ہو رہے ہیں لذات دنیا میں مستغرق ہیں اور انہیں یقین ہے کہ جب شہنشاہ زمانہ تشریف لائیں گے تو پھر ہمیں قربانیاں دینا پڑیں گی ہمارے گھر برباد ہوں گے اور اس کا بھی امکان ہے کہ ہم خود ان کے نظام عدل کی بھینٹ چڑھ جائیں گے اور ان کی تلوار ہماری ہی گردنوں پر چل جائے یا ہم حکومت اور اقتدار مال و دولت سے جس طرح کھیل رہے ہیں یہ عیاشی کا کھیل ڈسٹرب ہو جائے گا...... دنیا میں خون خرابہ ہوگا بچے یتیم ہوں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج تو ایک طرح کی قیامت ہے اس لئے قیامت کو جلدی نہیں آنا چاہیے...... جو لوگ دولت اور اقتدار اور لذات دنیا سے مستفیض ہو رہے ہیں وہ شیعہ ہونے کے باوجود خروج میں (خدانہ کرے) تاخیر چاہتے ہیں

اور چوتھا گروپ مخلصین کا ہے جو تہہ دل سے چاہتے ہیں کہ خروج ہو جائے مگر ان کی تعداد کیا ہے اور وہ لوگ کل آبادی کا کتنے فی صد ہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے

ہاں ان لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو عواقب سے نا آشنا ہیں جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے تو سارا کام وہ خود ہی کر لیں گے دشمن کو برباد بھی وہ کریں گے اور تلوار بھی وہی اٹھائیں گے جو جنگ ہونا ہے وہ معجزاتی انداز میں فتح کر لی جائے گی اور ہمیں تو خوشیاں ہی ملیں گے، لذات ہی ملیں گے، حکومت ہی ملے گی، ہمیں کچھ کرنا نہیں پڑے گا، جو قربانیاں دینا بھی ہوں گی تو وہ قربانی دینے والے افراد شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے ساتھ ہی لائیں گے ہمیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا

میں ان مہربانوں سے گذارش کروں گا کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام حکومت کیلئے ہمیں قربانیاں دینا ہیں اس لئے تو ہمیں ادعیہ اور زیارت میں فرمایا گیا ہے کہ اس طرح دعا کریں......من استشهد بين يديه طايعاً غير مكره ......اے خالق ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں ان کے سامنے معراج شہادت پر اس طرح فائز فرما کہ ہم ہنستے مسکراتے خوشی خوشی ان کے قدموں میں اپنی جان نچھاور کریں اور ہمیں اس شہادت میں کوئی ناگواری محسوس تک نہ ہو

اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں ان کے سامنے شہید ہونے والے ستر یا سات سو، یا ستر ہزار افراد کو شہدائے بدر کا اجر ملے گا......ان روایات سے ثابت ہے کہ آپ کی نصرت میں مومنین کو قربانیاں دینا پڑیں گے

اب ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے کسی قربانی کیلئے تیار بھی ہیں؟......ہم جو دن رات انہیں دعوت دے رہے ہیں کہ مولائے کائنات آپ جلدی تشریف لائیں کیا ہماری یہ دعوت کوفیوں جیسی تو نہیں ہے

دوستو حقیقت یہ ہے کہ ہمارا نظام خراب ہے، بدامنی کے شکار ہم ہیں، گمراہ ہم ہو رہے ہیں جہنم ہم جا رہے ہیں، اس لئے قربانیاں بھی ہمیں ہی دینا ہوں گی مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام کی حکومت تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی وہ خروج فرمائیں یا نہ فرمائیں انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا نقصان ہمارا ہو رہا ہے، اگر وہ تشریف لائیں تو ہمارے نظام کو درست کرنے کیلئے ہمیں نجات دلانے دینے کیلئے ہمیں ہدایت وحق کی حکومت کے ماتحت لانے کیلئے اس میں انہیں کوئی فائدہ ملنے والا نہیں ہے ہمارا ہی فائدہ ہے......اب ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ ہمارا کوئی نقصان ہو رہا ہے؟......اگر ہو رہا ہے تو اس کیلئے ہم کیا کر رہے ہیں؟

جب ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو بلا رہے ہیں تو کیا ہم ان کی نصرت کیلئے تیار بھی ہیں؟ یا ہمارا رویہ کوفیوں جیسا ہوگا کہ خود بلایا، منتیں کیں اور پھر عین مشکل میں ڈال کر خود دشمن کے خوف سے اور اپنی حیات دنیاوی کو بچانے کیلئے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے ہمیں اپنے ضمیر سے فیصلہ بھی لینا چاہیے کہ ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو جو بلا رہے ہیں کیا ہم اس کیلئے کلی طور پر تیار بھی ہیں؟

ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج کے بارے میں جو روایات ہیں انہیں دیکھنا چاہیے اور خود احتسابی کرنا چاہیے جیسا کہ ایک فرمان ہے کہ جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے تو اس وقت کئی لوگ ہوں گے جو متشرع لوگ ہوں گے عالمانہ لباس میں ہوں گے اور وہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے عرض کریں گے

☆ یابن سیدہ صلوات اللہ علیہا انصرف من حیث جئیتك ...... اے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کہ لختِ جگر آپ جہاں سے تشریف لائے ہیں وہاں واپس تشریف لے جائیں ہمیں آپ کی ضرورت نہیں ہے

اب ہمیں پھر ایک بار سوچنا چاہیے کہ کیا ہم نے کبھی اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ضرورت محسوس کی ہے؟، اگر ہم مریض ہوتے ہیں تو ہسپتالیں موجود ہیں، کوئی کورٹ کچہری کا چکر ہوتا ہے تو ایم این اے، ایم پی اے حضرات موجود ہیں، اگر کوئی دینی پریشانی ہوتی ہے تو کہیں سے بھی حسب منشا فتویٰ لیا جا سکتا ہے اور کہنے والے کہہ رہے ہیں ”کہ دین سارے کا سارا کتابوں میں موجود ہے اب تو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے تشریف لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے“

دوستو اب خود سے ایک بار پھر سوال کیجئے کہ کیا ہمارا کوئی کام شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی وجہ سے رکا ہوا ہے؟...... دوستو اس لئے لازم ہے کہ ہم بار بار خود احتسابی کریں اور پھر

اگر احتساب کا جواب مثبت ہے تو شکر کرنا چاہیے اگر جواب منفی ہے تو پھر سدھرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر خروج نہ بھی ہوا تو موت بھی تو انہی کے دربار کی پیشی ہے پھر کہاں جائیں گے؟......اس لئے ہمیں چاہیے کہ اگر ہمارے ذہن کے کسی گوشے میں کوفہ چھپا ہوا ہے تو اسے نکال کر خلوص نیت سے نصرت شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف میں ہر قربانی پر تیار ہو کر سب کو مل کر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو دعوت خروج دینا چاہیے ......اور کوفیوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں

آخر میں دعا کروں گا کہ ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور پرنور خروج ذوالعروج وردومسعود جلدی ہو جائے اور اللہ جل جلالہ سارے مومنین وعزاداروں اور ماتمداروں کو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے

﴿آمین یارب العالمین﴾

**الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف**

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك**
**وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 4 (درس کربلا)

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

میں نے ''ولایت عصر'' کے بارے میں ایک سلسلۂ بیان جاری رکھا ہوا ہے اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ولایت عصر کا تصور جب قائم ہوتا ہے تو اس کے بعد اعمال کیلئے ایک راستہ متعین ہو جاتا ہے اور راستے کو روشن کیا ہے کربلا والوں نے یعنی کربلا دین نصرت کا ایک سلیبس (Syllabus) ہے جسے پڑھے بغیر کوئی ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ وابستہ فرائض کو دریافت نہیں کر سکتا اور اگر دریافت کر بھی لے تو درست سمت میں ''رہوارِ عمل'' چل نہیں سکتا

دوستو!...... واقعہ کربلا اگرچہ ایک محدود وقت کا مظاہرہ تھا مگر اس مظاہرے میں رہتی دنیا تک کی انسانیت کیلئے ایک عملی درس تھا دین حق کو ہر دور میں سمجھنے کیلئے اور اپنے فرائض کو پہچاننے کیلئے صرف کتاب کربلا کی سٹڈی (Study) کر لینا ہی کافی ہے کیونکہ اس میں انسانیت کی کروڑوں اقسام کیلئے عملی وضاحتیں کر دی گئی ہیں ''کربلا'' دراصل دین حق کی لیبارٹری ہے جس میں انسانی اعمال وافعال کی مساواتیں قائم کر کے تجرباتی مراحل سے گزار کر اس کے ایسے مشاہداتی نتائج پیش کئے گئے ہیں جن سے ہر دور کا انسان استفادہ و

استفاضہ کرسکتا ہے

میں نے اپنے سابقہ بیان میں گذارش کی تھی کہ کربلا دو ہیں

() ظاہری کربلا () معنوی و باطنی کربلا

ظاہری کربلا وہ تھا کہ جس کے بارے میں ہم چودہ صدیوں سے سن رہے ہیں

یعنی جو ظاہری کربلا ہے اس میں ہمارے لئے مکمل دین موجود ہے جو انسان جہاں بھی جس پوزیشن میں بھی ہے وہ اس کتاب کربلا کی سٹڈی (Study) کر کے اپنے لئے دین حق کے عائد کردہ فرائض تلاش کرسکتا ہے اپنی تکلیفِ شرعی کو پہچان سکتا ہے، بس اتنی زحمت اٹھانا ہوگی کہ اس مقام پر موجود لوگوں میں سے صرف اتنا دیکھنا کہ میری اس دنیا و ماحول میں کیا پوزیشن ہے یعنی میں یہاں کس کی پوزیشن میں ہوں پھر اس کے عمل کو دیکھے کہ اس نے اس پوزیشن میں کیا رول پلے (Role-play) کیا تھا وہی رول (Role) ادا کرنا شروع کر دے تو انجام بعینہ اس آئیڈیل (Ideal) شخصیت جیسا ہوگا جس کا کردار اس نے ادا کیا ہوگا اسی لئے میں نے گذارش کی تھی کہ معنوی و باطنی کربلا اب تک مسلسل جاری ہے کیونکہ ہر ولی العصر علیہ الصلوات والسلام گویا اپنے وقت کے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں کیونکہ ان کے سر اطہر پر وہی دستارِ رسالت ہوتی ہے جو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سر اطہر پر تھی، وہی نور ہے، وہی عظمت ہے، وہی شان ہے، وہی منصب ہے، من حیث التکوین من حیث المراتب ان میں کوئی فرق نہیں ہے اگر فرق ہے تو زمانے کا ہے، وقت کا ہے، بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ فرق صرف زمانے کے لوگوں کا ہے تو یہ بات بھی بجا ہوگی یہ بھی میں نے عرض کیا تھا کہ کربلائے ظاہری محدود تھا وقتی لحاظ سے جغرافیائی لحاظ سے زمانی و مکانی لحاظ سے وہ ایک مظاہرہ تھا جو ایک وقت میں ہوا، ایک مخصوص مقام پر ہوا، مخصوص افراد کے سامنے ہوا مخصوص افراد نے کیا مگر یہ جو معنوی کربلا ہے زمان و مکان سے آزاد ہے یعنی جس دور

میں بھی کوئی جناب حر سلام اللہ علیہ بننا چاہے تو بن سکتا ہے اور اگر ابن حر جعفی ملعون بننا چاہے تو بھی بن سکتا ہے

جس زمانے میں بھی جو شخص طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ بننا چاہے تو بن سکتا ہے اور اگر طرماح بن حکم بننا چاہے تو بھی بن سکتا ہے ...... بات صرف اتنی ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ جس نے کربلا کی جس شخصیت کے کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہ اسی شخصیت جیسا انجام ونتیجہ پائے گا

اب یہاں مناسب ہوگا کہ میں کچھ گائیڈ لائینز (Guidelines) دوں تا کہ اس دنیا میں موجود افراد کیلئے تھوڑی سی آسانی ہوجائے کیونکہ آج ہم حوالیاتی لحاظ سے ''ہنڈرڈ کارنر سٹار،،(Hundred Corner Star) کی طرح ہیں یعنی ہر انسان ایک ایسا ستارہ ہے جس کے سینکڑوں کونے ہیں اور ہر کونا کسی نہ کسی حوالے سے کسی نہ کسی سے منسلک ہے اس لئے ہمیں حوالیاتی لحاظ سے دیکھنا ہوگا کہ ہم کس پوزیشن میں ہیں اور ہماری شیپ آف پوزیشن (Shape of Position) کیا ہے؟ مثلاً

(1) اگر کوئی حکومتی ملازم ہے تو جناب حرؑ اور ان جیسے دیگر لوگوں سے درس لے

(2) اگر کوئی اعلیٰ افسر ہے تو جناب حرؑ سے سبق لے

(3) اگر کوئی کسی کا غلام ہے تو جناب جونؒ اور جناب اسلم ترکیؒ سے سبق حاصل کرے

(4) اگر کوئی دشمن کا غلام ہے تو وہ جناب فلیح سے سبق حاصل کرے

(5) اگر کوئی سید ہے تو کردگار وفا سے سبق حاصل کرے

(6) اگر کوئی کنیز ہے تو جناب فضہ سلام اللہ علیہا اور جناب عبداللہ ابن یقطر کی والدہ سلام اللہ علیہا سے سبق لے

(7) اگر کوئی جوان بیٹے کی ماں ہے تو بی بی قمرؑ سلام اللہ علیہا سے درس لے

(8) کمسن بیٹے کی ماں ہے تو ابن عوسجہ کی بیوی سلام اللہ علیہا سے سبق حاصل کرے

(9) اگر کوئی جوان بیٹی کا باپ ہے تو ابن حر جعفی ملعون سے سبق لے

(10) اگر کوئی کسی دشمن کا قریبی رشتہ دار ہے تو جناب ہانؑی ابن ہانؑی سے سبق لے

(11) اگر کوئی دشمن کا بیٹا ہے تو حارث کے بیٹے سے درس لے

(12) اگر کوئی عیال دار ہے تو طرماح بن حکیم سے سبق سیکھے اور ابن مظاہر سے درس لے

(13) اگر کوئی مشروط نصرت کرتا ہے تو آخری لمحات میں بھاگنے والوں سے سبق سیکھے

(14) اگر کوئی غفلت یا سستی کرتا ہے تو سعید بن عبد اللہ قعقعاع خزاعی سے سبق حاصل کرے

(15) اگر کوئی قسمت کی تقسیم کو دیکھنا چاہے تو زہیر اور شیث بن ربعی ملعون کا انجام دیکھے

(16) اگر کوئی بیوی ہے تو زہیر اور ابن عمیر کلبی کی بیویوں سے سبق لے

میرا یہ فہرست پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر دور میں انسان ایک معنوی کربلا میں موجود ہے اور اس کے سامنے کرداروں کی ایک طویل فہرست موجود ہے اور انسان کو اپنی پوزیشن اور کمزوریوں کا بھی علم ہے اس لئے انسان ان کربلا کے کرداروں کو سامنے رکھ کر اپنے لئے ٹریک آف لائف (Track of life) متعین کر سکتا ہے اور اس پر چل کر ہر دور میں وہ جناب حر سلام اللہ علیہ بھی بن سکتا ہے اور ابن حر جعفی ملعون بھی بن سکتا ہے

ظاہری کربلا کے ایک کردار کا یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں تا کہ اگر کوئی شخص اس دور میں اُس کردار کی پوزیشن میں ہو تو اس سے اپنے لئے فرائض کو دریافت کر لے اور زندگی کا سبق سیکھ لے

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا کاروانِ رضا مصروف سفر ہے انہوں نے رات کو ذوحسم کے صحرائی پہاڑوں کے درمیان قیام فرمایا تھا اور وہاں جناب حر بن یزید ریاحی سلام اللہ علیہ ان

کے ساتھ تھے وہاں سے مغیثہ کی طرف سفر کر کے قادسیہ جانا تھا جو ذوحسم سے سیدھا شمال کی طرف تھا مگر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے مغیثہ سے قبل اپنے قافلے کا رخ شمال مغرب کی طرف موڑ لیا اور ایک غیر معروف راستے سے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے شمال مغرب والے صحرا میں رُهَیمِیَّه اور قطقطانیه کی طرف سفر شروع فرمایا اس سفر کے دوران مغیثہ کے بعد سب سے پہلے رُهَیمِیَّه کا قصبہ آتا تھا جو مغیثہ سے 65 کلومیٹر شمال مغرب کی طرف تھا یہاں کریم علیہ الصلوات والسلام نے عارضی قیام فرمایا تھا، کیونکہ رُهَیمِیَّه کے مقام پر پہنچتے پہنچتے گرمی میں کافی اضافہ ہو چکا تھا اس لئے عین الرُهَیمِیَّه پر (جو اس مقام کے ایک چشمے کا نام تھا) آکر قیام فرمایا...... یہ منزل کوفہ سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً 35 کلومیٹر کے فاصلے پر تھی

دوستو جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اس مقام پر تشریف فرما ہوئے تو عین الرہیمیہ سے تھوڑی دور درختوں کی طرف نگاہ فرمائی دیکھا

☆فاذا هو ابفسطاط مضروب و رمح منصوب و سیف معلن و فرس واقف علی مذود فقال الحسین علیہ الصلوات والسلام لمن هذالفسطاط؟

دیکھا کہ درختوں کے نیچے ایک خیمہ لگا ہوا ہے، اس خیمہ کے سامنے زمین پر نیزہ گڑا ہوا ہے، اس پر تلوار اور دیگر سامان جنگ لٹکا ہوا ہے، اس کے خیمے کے کھونٹے (میخ) سے اس کا بہترین گھوڑا بندھا ہوا ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا تھا کہ یہ کوئی بہادر جوان ہے یعنی گھوڑے اور تلوار اور نیزے کا خیمہ کے دروازے پر موجود ہونا اور گھوڑے کی موجودگی اس کی جنگی جوانمردی کی علامت تھا کیونکہ عرب کے جوان ان باتوں سے اپنی بہادری کو ظاہر کرتے تھے ......اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے وہاں کھڑے ہوئے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا خیمہ ہے؟

اس نے جواب یہ عبیداللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اپنے مؤذن جناب حجاج بن مسرور (مسروق) جعفی سے فرمایا آپ اسے جانتے ہیں یہ تو آپ کے قبیلہ کا جوان ہے؟...... انہوں نے عرض کیا یہ جعفی قبیلے کا ایک نامور بہادر جنگجو ہے...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جناب حجاج جعفی سے فرمایا کہ آپ اس کے پاس جا کر اسے ہماری نصرت کی دعوت دیں اور ہماری نصرت پر آمادہ کریں...... جناب حجاج بن مسرور جعفی اس کے خیمے میں تشریف لے گئے اسے سلام کیا، اس نے بہت اچھی طرح جواب دیا اپنے پہلو میں بٹھایا کیونکہ ایک ہی قبیلے کے تھے بعد از پرسش احوال ابن حر جعفی نے پوچھا آپ یہاں کیسے؟

انہوں نے جواب دیا ہم آپ کیلئے ہدایت کا پیغام اور جنت کی نوید لائے ہیں......اس نے عرض کیا میں سمجھا نہیں؟......انہوں نے فرمایا

☆هذا الحسين بن علی علیهما الصلوات والسلام یدعوك الی نصرته......

یہ سامنے جو خیام لگے ہوئے ہیں یہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے ہیں اور انہوں نے تمہیں اپنی نصرت کی دعوت دی ہے اگر تو ان کی نصرت میں جہاد کرے گا تو تجھے اس کا اجر اس دنیا میں بھی ملے گا اور اگر تو ان کے سامنے مارا جائے گا تو پھر تو درجۂ شہادت پر فائز ہوگا تیرے لئے جینا اور مرنا دونوں فائدہ مند ہیں......اس نے عرض کی

☆والله ما خرجت من الكوفة الا مخافة ان یدخلها الحسين علیہ الصلوات والسلام و انا فیهـــا، ......میں تو اسی لئے کوفہ سے بھاگا تھا کہ اس میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام داخل ہوں تو میں وہاں موجود نہ ہوں کیونکہ وہاں ان کے شیعوں میں ان کی نصرت کرنے والا کوئی ہے ہی نہیں اور میں ان کی نصرت میں مرنا نہیں چاہتا تھا

یہ سن کر جناب حجاج بن مسرور جعفی واپس آئے اور اس کی بدبختی کی خبر دی

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ☆اُدْعُوْہُ اِلَیَّ ......اسے یہاں بلالاؤ...... جناب حجاج بن مسرور جعفی نے اسے بلایا وہ حاضر بارگاہ ہوا آپ نے اسے سامنے بٹھایا اس کے بعد کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا...... اس میں فرمایا اے ابن حر جعفی تم کوفیوں نے ہی ہمیں بلایا تھا

☆کتبوا الی و اخبرونی انهم مجتمعون علی نصرتی ......

کوفہ والوں نے ہی ہمیں خطوط لکھے تھے اور ہمیں یہاں تشریف لانے کی دعوت دی تھی اور ہمیں لکھا تھا کہ ہم آپ کی نصرت کیلئے پوری طرح متفق اور تیار ہیں اور آپ کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے تیار ہیں تم لوگوں نے ہماری منتیں کی تھیں اور عرض کیا تھا کہ آپ مہربانی فرمائیں یہاں جلد از جلد پہنچیں، جب ہم تمہاری منتوں کی وجہ سے یہاں پہنچے تو تم لوگوں نے ہم سے ایک دم آنکھیں پھیر لی ہیں

☆ قد اعانوا علی قتل ابن عمی مسلم علیه السلام و شیعته و اجمعوا علی ابن مرجانة ......تم لوگوں نے ہمیں خود بلایا جب ہم نے اپنے بھائی جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو آپ کی طرف بھیجا تو آپ لوگوں نے ان کے قتل میں پوری طرح اعانت کی آپ لوگوں نے اور ابن مرجانہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون اور ابن میسونہ یزید ملعون کی بیعت کا جوا گلے میں ڈال لیا...... اے ابن حر جعفی تم لوگ یاد رکھو خالق تم سے اس جرم عظیم کا مواخذہ فرمائے گا اس وقت تم پچھتاؤ گے، مگر اب بھی وقت ہے

انا ادعوك فی وقتی هذا الی توبة تغسل بها ما علیك من الذنوب و ادعوك الی نصرتنا اهل البیت......

ہم تمہیں اپنے سابقہ جرائم سے توبہ کی طرف بلاتے ہیں اب بھی وقت ہے تم توبہ کرکے اپنے جرائم کی سیاہی دھولو، سابقہ جرائم کی توبہ یہ ہے کہ ہم آل محمد علیہم الصلوات والسلام تمہیں اپنی

نصرت کی طرف بلاتے ہیں ہماری نصرت کرو اور ہمیں ''ہمارا حق دو''

فـان اعـطينا حقنا حمدنا الله على ذالك و قبلنا ه و ان منعنا حقناً و ركبينا بالظلم كنت من اعوانى لى طلب الحق

اگر تم لوگوں نے ہمیں ہمارا حق دیا تو ہم اس پر حمد بھی کریں گے اور اسے قبول بھی فرمائیں گے اور اگر تم ہمارے حق کو ظلم سے روکو گے تو یاد رکھو اس حق کی وصولی کیلئے ہمارے کچھ مددگار بھی ہیں جو ایک دن اسے وصول کر کے رہیں گے......

اس وقت ابن حر جعفی نے عرض کیا آقا سچ تو یہ ہے کہ کوفیوں کا میں ہی سب سے بڑا دشمن ہوں مگر کیا کروں کہ آپ کے ساتھ نصرت کرنے والا پورے کوفہ میں موجود ہی کوئی نہیں تو میں کیا کروں؟......آپ کی نصرت کا مطلب میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی نصرت کرنا موت ہے اور اس وقت میں مرنا نہیں چاہتا میں زندہ رہنا چاہتا ہوں

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں تو کس لئے زندہ رہنا چاہتا ہے؟......اس نے عرض کیا آقا میری ایک جوان بچی کوفہ میں ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی نصرت میں جان دینے کی وجہ سے ابن زیاد ملعون اس کی ہتک حرمت کرے گا اور اپنی بیٹی کی عزت کے تحفظ کیلئے میرا زندہ رہنا بڑا ضروری ہے......اگر آپ مجھے اپنی نصرت کا حکم دیتے ہیں تو میں آپ کی اتنی نصرت کر سکتا ہوں کہ میرے دروازے پر میرا گھوڑا کھڑا ہے جو مجھے اپنے جان سے زیادہ عزیز ہے یہ انتہائی قیمتی اور اعلیٰ نسل کا ہے میں نے جب اسے دشمن کے تعاقب میں دوڑایا ہے تو اس نے کسی کو جانے نہیں دیا، یہ میری تلوار ہے اسے میں نے جس چیز پر بھی مارا ہے اس نے اسے کاٹ کے رکھ دیا ہے، میں آپ کی خدمت میں یہ آراستہ گھوڑا اور یہ تلوار پیش کرتا ہوں مگر میں خود معذرت چاہوں گا میں خود جینا چاہتا ہوں ...... یہ سن کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆فاذا بخلت علينا بنفسك فلا حاجة لنا بمالك ......

جب تو نے اپنی جان کے بارے میں بخل کیا ہے اور ہماری نصرت سے جان چرائی ہے ہماری مدد سے روگردانی کی ہے تو پھر ہمیں تمہارے گھوڑے یا تمہاری کسی اور چیز کی ضرورت اور طمع نہیں ہے کیونکہ ☆لم اكن بالذی اتخذ المضلين عضداً

ہم گمراہ لوگوں سے کسی مدد یا پشت پناہی کے خواہاں نہیں ہیں

اس کے بعد ایک اہم سٹیٹمنٹ (Statement) دی فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ انہوں نے فرمایا

☆من سمع داعية اهل بيتی ولم ينصرهم علی حقهم لاكبه الله علی وجهه فی النار

کہ جو شخص بھی آل محمد علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے بلاوہ یا استغاثہ سن لیتا ہے اور اس کے بعد بھی ان کے حق کے حصول میں ان کی نصرت نہیں کرتا تو اللہ جل جلالہ اسے منہ کے بل واصل جہنم فرماتا ہے

فرمایا کہ ہم نے اپنے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی سنا تھا کہ

☆ من سمع واعيتنااهل البيت ولم يجيبها اكبه الله علی منخرية فی النار

انہوں نے فرمایا تھا کہ جس نے ہمارے اہل بیت کی فریاد یا پکار سنی اور اس نے لبیک نہ کہا اسے نرخرے سے کھینچ کر جہنم رسید کیا جائے گا

## ﴿انجام﴾

یہ عبید اللہ بن حر جعفی ملعون واقعۂ کربلا کے بعد بہت سی توقعات لے کر ابن زیاد ملعون کے دربار میں گیا تھا اور وہاں اس نے اپنے نمبر بنانے کیلئے کہا تھا کہ مجھے تو کریم کربلا علیہ

الصلوات والسلام نے اپنی مدد کیلئے بھی بلایا تھا مگر میں نے تیری وجہ سے انہیں صاف جواب دے دیا تھا

ابن زیاد ملعون نے سوال کیا کہ کیا تو نے کربلا میں ہمارے لشکر میں شمولیت کی تھی؟

اس نے کہا جی میں نے وہاں شمولیت نہیں کی تھی ...... اِس پر اُس ملعون نے کہا ہماری نظر میں تو بھی مخالفین میں سے ہے چل میرے دربار سے دفع ہو جا...... یہ وہاں سے خائب و خاسر نکلا اور پھر اس نے لشکر توابین میں شامل ہونے کی کوشش کی اور ہمیشہ اپنی بدقسمتی پر روتا رہا اسے وہاں بھی شہادت نصیب نہ ہوئی

## اسباقیہ نکات

دوستو یہ تھا کربلا کا ایک کردار جس نے اس واقعہ میں ایک خاص طبقے کی نمائندگی کی ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے کس طبقے کی نمائندگی کی ہے؟

حوالیاتی انداز سے اسے دیکھیں تو اس کی ذات کے ساتھ کئی حوالے جڑے ہوئے تھے مثلاً

(1) یہ شخص اپنے وقت کا نامور بہادر جنگجو تھا اور ایک مشہور آدمی تھا

(2) یہ شخص آل محمد صلی علیہم الصلوات والسلام سے محبت کرنے والا شیعہ بھی تھا

(3) یہ شخص خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام کے دشمنوں سے نفرت وعداوت بھی رکھتا تھا

(4) یہ شخص ایک جوان بیٹی کا باپ بھی تھا

دوستو یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان چاہے جتنا بہادر ہی کیوں نہ ہو ایک مقام ایسا بھی آ جاتا ہے کہ وہاں وہ بزدل ہو جاتا ہے...... بڑے بڑے سورماؤں کو یہ کہتے سنا ہے کہ کمسن بچے اور جوان بچیاں انسان کو بزدل بنا دیتی ہیں یعنی کمسن بچوں کی پرورش اور حفاظت کیلئے انسان زندہ رہنا چاہتا ہے اور جوان بچی گھر میں موجود ہو تو انسان اس کی عزت کی حفاظت

کیلئے زندہ رہنا چاہتا ہے اور شجاعت تو ایک طرح سے موت کو گلے لگانے کیلئے ہوتی ہے اس لئے جس کے گھر میں کمسن بچے ہوں یا جوان بچیاں ہوں وہ کسی مقام پر جان کی بازی لگاتے ہوئے ہزار مرتبہ سوچتا ہے پھر کوئی قدم اٹھاتا ہے

دوستو!...... یہاں ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ کریم کربلا ولی العصر علیہ الصلوات والسلام نے اس سے کیا کیا طلب فرمایا تھا

(1) اپنی نصرت و مدد طلب فرمائی تھی

(2) توبہ از ذنوب طلب فرمائی اور فرمایا

☆انا ادعوك فی وقتی هذا الی توبة تغسل بها ما علیك من الذنوب

فرمایا ہم تمہیں توبہ کی طرف بلاتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ تو آبِ توبہ میں غسل کرکے سب سیاہیاں دھولے

(3) اپنا حق طلب فرمایا کیونکہ فرمایا تھا اگر تم ہمارا حق ہمیں دے دو تو ہم حمد کریں گے

(4) اس سے جان زندگی طلب فرمائی تھی جیسا کہ فرمایا تھا

☆فاذا بخلت علینا بنفسك فلا حاجة لنا بمالك ...... جب تو نے اپنے نفس جان کے بارے میں ہم سے بخل کیا ہے تو ہمیں تمہارے مال کی ضرورت ہے ہی نہیں اور ہم کسی گمراہ کو اپنا پشت پناہ نہیں بنانا چاہتے ہم کسی گمراہ کے مال سے اپنے مقصد کو تقویت نہیں دینا چاہتے

دوستو!...... اب پھر ایک مرتبہ میری اوّلین بات کو یاد کریں کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ظاہری کربلا تو ایک سال کا تھا اور معنوی و باطنی کربلا صدیوں سے جاری ہے اور اس میں جو شخص چاہے جناب حر ریاحیؑ بھی بن سکتا ہے اور ابن حر جعفی بھی بن سکتا ہے کیونکہ آج بھی شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی دستار کے وارث ہمارے زمانہ کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف وہی

چیزیں ہم سے طلب فرمارہے ہیں جو کریم کربلا نے حر جعفی سے طلب فرمائی تھیں

(1) ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بھی ہم سے نصرت طلب فرمارہے ہیں جیسا کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ابن حر جعفی سے نصرت طلب فرمائی تھی

(2) ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہم سے بھی یہی فرمارہے ہیں اب بھی وقت ہے

☆انا ادعوك في وقتي هذا الى توبة تغسل بها ما عليك من الذنوب

ہم تمہیں توبہ کی طرف بلاتے ہیں اب بھی وقت ہے آب توبہ میں غسل کرکے ساری سیاہیاں دھولو......ہمیں بھی سوچنا چاہیے کہ کہیں ہم توبہ سے بے رغبتی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہے؟

(3) ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بھی ہم سے ہماری ذات پر ان کو جو حق تصرف حاصل ہے وہی حق طلب فرمارہے ہیں......کیا ہم اپنی ذات پر انہیں حق تصرف دے رہے ہیں؟ کہیں ہم اپنی من مانی تو نہیں کررہے ہیں؟

(4) ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف آج بھی ہمارے جسموں اور ذہنوں پر اپنی حکومت کو قائم فرمانے کا حق طلب فرمارہے ہیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہمارے جسموں،سوچوں،ذہنوں پر انہی کا حکم چل رہا......کیا من کے اندر کے یزید ملعون کا حکم تو نہیں چل رہا؟......کیا ہم اپنے زمانے کے امام کی بیعت میں ہیں یا عملی طور پر اندر کے ابن زیاد ملعون کی بیعت تو نہیں کر چکے اور ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی بجائے نفس امارہ کی اطاعت تو نہیں کررہے؟ کیونکہ اطاعت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف واجب ہے اور وہ اطاعت نفس کے بالکل برعکس ہے

(5) ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف آج بھی ہم سے اپنے نفس وخواہشات نفس کی قربانی طلب فرمارہے ہیں......سوچنا یہ ہے کہ کیا ہمارے سامنے بھی کوئی ابن حر جعفی جیسی رکاوٹ تو نہیں کھڑی؟ یا اس جیسا کوئی کام تو نہیں کررہے ہیں؟

(6) کیا ہم ابن حر جعفی کی طرح صرف مال پیش کر کے زمانے کے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کو راضی کرنے کی کوشش تو نہیں کر رہے ...... اگر کر رہے ہیں تو جواب بھی وہی سمجھیں جو ابن حر جعفی کو ملا تھا کہ گمراہوں کے مال کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں

(7) کہیں ہم بھی ابن حر جعفی کی طرح قربانیوں کے خوف سے اپنے زمانے کے امام سے فرار تو نہیں ہو رہے؟ اگر فرار ہو رہے ہیں تو پھر انجام تو وہی سامنے ہے کیونکہ آج کا کربلا کسی مقام یا علاقے تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر مقام گویا عین رہیمیہ کا مقام ہے یہ پوری کائنات شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ایک خیمہ ہی ہے اور ہم اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے خیمہ اطہر ہی میں بیٹھے ہیں

## موازنہ
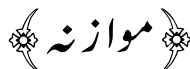
دوستو آپ کے سامنے دو افراد ہیں ایک ابن حر جعفی ہے اور دوسرے جناب حر ہیں ان دونوں کی پوزیشن حوالیاتی انداز میں ایک جیسی تھی بلکہ جناب حر علیہ السلام کی پوزیشن ابن حر جعفی سے بھی زیادہ حساس یا سنسٹیو (Sensitive) تھی

(1) ابن حر جعفی بھی ایک نامور آدمی تھا جناب حر علیہ السلام بھی ایک نامور شخصیت تھے

(2) ابن حر جعفی کی بھی ایک بچی تھی جناب حر کی بھی ایک بچی تھی

ابن حر جعفی یہ نہ سمجھ سکا کہ حق امام جان، مال، عزت اور ناموس سب سے بلند ہوتا ہے اگر نصرت امام میں ناموس کی عزت سے بھی دست کش ہونا پڑے تو ہو جانا چاہیے اس لئے جناب حر علیہ السلام عین دشمنوں کے خیام کے درمیان اپنی بیوی اور بیٹی کو اکیلا چھوڑ کر ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں آ گئے گویا انہوں نے پہلے عزت و ناموس کو قربان کیا

اس کے بعد سر دینے کیلئے بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سب کچھ قربان کر کے سب کچھ پالیا یعنی بیوی بھی محفوظ رہی، بچی بھی محفوظ رہی اور آخرت بھی محفوظ ہوگئی جبکہ ابن حر جعفی کی بچی اور بیوی ایک بھرے شہر میں محفوظ تھیں نرغۂ اعدا میں نہ تھیں مگر وہ نصرت کے تقاضوں کو سمجھ نہیں سکا اور ابدی ہلاکت کو گلے لگا لیا

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ابن حر جعفی سے فرمایا تھا☆انا ادعوك فی وقتی هذا الی توبة تغسل بها ما علیك من الذنوب فرمایا ہم تمہیں توبہ کی طرف بلاتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ تو آبِ توبہ میں غسل کر کے ساری سیاہیاں دھولے......

وہ اس آفر سے فائدہ نہ اٹھا سکا جبکہ جناب حر علیہ السلام نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنے آپ کو ایسا غسل توبہ دیا کہ رہتی دنیا تک اس کی بخشش ہر گنہگار کیلئے ایک اعلیٰ ترین مثال بن گئی

آج ہمارے سامنے بھی اسی منصب اعلیٰ پر فائز ذات ہے جو بعینہٖ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں اور بالکل اسی انداز میں ہم سے نصرت طلب فرما رہے ہیں تو کیا ہم حر علیہ السلام بننے کیلئے تیار ہیں؟......کیا ہم توبہ کرنے کیلئے تیار ہیں؟

(3) ابن حر جعفی ان لوگوں میں شامل تھا جن لوگوں نے خطوط لکھے تھے اور جناب مسلم علیہ الصلوات والسلام کے کا اس نے مکمل ساتھ دیا تھا مگر جب سارے چھوڑ گئے تو اس پر بدبختی چھا گئی اور اس نے بھی چھوڑ دیا تھا اور جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی کوفہ میں آمد کی خبر گردش کرنے لگی تو اس نے سوچا کہ اب کوفہ میں نہیں رہنا چاہیے کیونکہ اگر کوفہ رہا تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ سامنا ہو جائے گا اور وہ یہی فرمائیں کہ تم لوگوں نے ہمیں بلایا تھا تو اب ساتھ دو اور وہ ساتھ دینا نہیں چاہتا تھا اور اپنی بچی کی بے حرمتی کا خوف ابلیس نے اس کے ذہن پر ایسا طاری کیا کہ وہ کوفہ چھوڑ کر صحرا کو چل پڑا اگر پھر بھی کریم

کربلا علیہ الصلوات والسلام سے سامنا ہو ہی گیا

جناب حر علیہ السلام خطوط لکھنے والوں میں سے نہ تھے بلکہ خود ہی برائے دشمنی تلاش کو نکلے ہوئے تھے جب سامنا ہوا تو اوّلین دن مخالفت بھی کی مگر پھر دعوت حقہ کو قبول کر لیا پھر نہ اپنے منصب حکومت کو خاطر میں لائے، نہ کوفہ میں حاصل عزت کی پرواہ کی اور نہ بیوی اور بچی کی عزت وعصمت کا خیال کیا اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر میدان نصرت میں کود گئے میں نے عرض کیا تھا کہ اب بھی وقت ہے جو ابن حرملعون بننا چاہے بن سکتا ہے اور جو حر علیہ السلام بننا چاہے بن سکتا ہے

ہمیں یہی سوچنا چاہیے کہ ہم میں اکثر وہ لوگ ہیں جو اپنے زمانے کے شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کو دن رات عرض کر رہے ہیں کہ جلدی تشریف لائیں، فوراً تشریف لائیں، ظالمین و فاسقین وفاجرین کی حکومتیں قائم ہیں آپ کے تشریف لانے ہی سے اس دنیا کے عراق پر اس جسم کے کوفہ پر حق کا راج ہو جائے گا......

## ﴿ دائمی قانون ﴾

دوستو!......اب سب سے آخر میں ہم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے دیئے ہوئے دائمی قانون کی طرف واپس آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے حوالے سے فرمایا تھا......☆من سمع داعية اهل بيتي ولم ينصرهم على حقهم لاكبه الله على وجهه فى النار

جو شخص بھی آل محمد علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے بلاوہ یا استغاثہ سن لیتا ہے اور اس کے بعد بھی ان کے حق کے حصول میں ان کی نصرت نہیں کرتا تو اللہ جل جلالہ اسے منہ کے بل واصل جہنم فرماتا ہے......پھر فرمایا تھا

☆ من سمع واعيتنااهل البيت ولم يجيبها اكبه الله على منخرية فی النار
جس نے ہمارے اہل بیت کی فریاد یا پکار سنی اور اس نے لبیک نہ کہا اسے نرخرے سے کھینچ کر جہنم رسید کیا جائے گا

اب ہمارے سامنے بھی کربلا والی صورتِ حال ہے یعنی ہمارے زمانے کے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف بھی ہم سے نصرت طلب فرمارہے ہیں اور وہ بھی ''ھل من ناصر ینصرنا '' کا استغاثہ فرمارہے ہیں اور ہمیں اپنی نصرت کی دعوت دے رہے ہیں اگر ہم لوگوں نے ان کی نصرت کے بلاوے کو لبیک نہ کہا تو انجام تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرما دیا ہے کہ یہ اللہ کا دائمی قانون ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی آواز پر لبیک نہ کہنے والے کو نرخرے سے پکڑ کر اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا چاہے وہ کوئی شیعہ ہی کیوں نہ ہو دوستو!...... یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی دعوت نصرت کو رد کرتا ہے تو وہ شیعہ رہتا ہی نہیں بلکہ اس کا دعوائے تشیع اسی طرح جھوٹ ہے جس طرح فرعون کا خدائی کا دعویٰ جھوٹ تھا

اب آپ دیکھیں کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام جب اپنے ولی الاعلیٰ جل جلالہ کی نصرت کیلئے نکلے تو مستوراتِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیھن ان کے بھی ساتھ تھے مگر انہوں نے اپنے ولی الاعلیٰ کیلئے اپنی مقدس بیٹیوں تک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ تم بھی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے اپنی اولاد کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ تم ہم سے زیادہ عزت دار نہیں ہو آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کا وارث جلدی تشریف لائے اور ان کے مصائب کا خاتمہ ہو اور اللہ جل جلالہ کی حکومت باطنیہ کو اذن ظہور ملے

﴾ آمین یارب العالمین ﴿

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴾یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم﴿

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك**
**وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 5 (درس کربلا)

# ﴾ولایتِ عصر﴿

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

جیسا کہ آپ کے سامنے بیان ہو چکا ہے کہ کربلا دو ہیں ایک کربلائے ظاہری ہے جو زمانی ومکانی ہے، درسیہ ہے اور دوسرا کربلا معنوی ہے جو آفاقی وامتحانیہ ہے یعنی ہمارے سامنے ایک کربلا سلیبس (Syllabus) کی طرح ہے جس کی سٹڈی کر کے انسانیت تاخروج اپنی زندگی کیلئے دستورالعمل تلاش کرسکتی ہے کیونکہ اس میں اصول دین کو کھول کر دکھایا گیا ہے

دوستو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بات سارے یزید ملعون جانتے ہیں چاہے وہ کربلائے ظاہری میں موجود یزیدی ملعون تھے یا آج کے یزیدی ملعون ہیں یہ سب جانتے ہیں کہ دین کی اصل ایک ہی ہوتی ہے

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دنیا کا کوئی بھی درخت دیکھ لیں اس کی مرکزی جڑ ایک ہی ہوتی ہے اور باقی جڑیں اس سے نکل کر اس درخت کو مضبوط کرتی ہیں اسے غذا فراہم کرتی ہیں ان کا اصول یہ ہوتا ہے کہ ساری جڑیں اپنی افادیت ایک مرکزی جڑ تک پہنچاتی ہیں اور وہی مرکزی جڑ سارے درخت تک اپنی اور دیگر جڑوں کی افادیت پہنچاتی ہے جس سے درخت زندہ رہتا ہے بعینہٖ دین کے درخت کی مرکزی جڑ زمانے کا امام ہوتا

ہے اور باقی اصول اس کے توسط سے دین کو قائم رکھتے ہیں یہ وہ اصول ہے جو آفاقی ہے اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور اسی اصول کو دشمن بھی سمجھتا ہے کہ اصول ایک ہی ہوتا ہے
آج پاکستان میں شیعوں کو کافر کہا جا رہا ہے ساری دنیا دیکھ رہی ہے، سن رہی ہے، مگر کوئی انہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ دائرۂ اسلام میں موجود جملہ مسالک و مذاہب کا تحریری مسلمہ یہ ہے ''کہ اصول دین کا منکر کافر ہوتا ہے'' اگر آپ ان سے ان کے اصول دین دریافت کر کے دیکھیں تو وہ یہی بتائیں گے کہ اصول دین تین ہیں توحید و نبوت اور قیامت اب ان سے دریافت کریں کہ ان اصول میں سے شیعہ کس اصول کے منکر ہیں تو وہ یہی کہیں گے کہ صحابہ کرام کے منکر ہیں، پھر ان سے پوچھئے کہ کیا سارے صحابہ کرام کے منکر ہیں؟ تو جواب ملے گا کہ نہیں صرف کچھ کے منکر ہیں...... پھر ان سے پوچھئے کہ کیا ایمان علی الصحابہ تمہارے اصول دین میں شامل ہے؟......تو جواب یہی دیں گے کہ نہیں ہے، اب ان سے کون کہہ سکتا ہے کہ جو چیز اصول دین میں شامل ہی نہیں ہے اس کے منکر کو کس حوالے سے کافر کہہ رہے ہیں؟......اس کا جواب ان کے پاس یہی ہوگا کہ چاہے ہمارے اصول میں ہو یا نہ ہو ہم صحابہ کرام کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں
حقیقت یہی ہے جو سارے یزیدی ملعون جانتے ہیں کہ اصول ایک ہے اگر اس کا کوئی منکر ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے اسی طرح ہمارے اصول دین بھی متعدد نہیں ہیں بلکہ اصول دین ایک ہی ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی شجر کی جڑ ایک ہوتی ہے اور ہمیں کتاب کربلا میں یہی درس دیا گیا ہے کہ اصول دین ایک ہے ...... اصول دین کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہی دین کی واحد اصل ہوتے ہیں، یہی انسان کی اور اس کے دین کی پہچان ہوتے ہیں، جیسے انسان کا والد اس کی پہچان ہوتا ہے اور انسان کا والد ایک ہوتا ہے دوستو آپ نے شناختی کارڈ میں اپنی شناخت کیلئے اپنے والد کا نام خود لکھوایا ہوگا کیونکہ

ایک والد کی اولاد تو زیادہ ہوسکتی ہے مگر یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک انسان کے باپ متعدد ہوں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کی پہچان اس کا امیجیٹ (Immediate) والد ہوتا ہے حالانکہ سارے انسان جناب آدم کی اولاد ہیں مگر کسی کے شناختی کارڈ میں عبداللہ ولد حضرت آدم نہیں لکھا ہوگا

انسان کے آباء کا سلسلہ نسباً طویل ہوتا ہے مگر اس کی پہچان ان کا دادا نہیں ہوتا پر دادا نہیں ہوتا اگر چہ وہ اس کے والد سے بھی زیادہ محترم ہی کیوں نہ ہوں مگر اس کی پہچان اس کا امیجیٹ (Immediate) والد ہی ہوتا ہے، آپ عدالتوں میں ہونے والی پکار سنیں اس میں اس کی پہچان اس کا امیجیٹ (Immediate) والد ہی ہوگا بعینہٖ آخرت کی عدالت میں انسان کی پہچان اس کے ولی العصر یعنی ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہی ہوتے ہیں اسی لئے تو فرمایا گیا تھا ☆ یوم ندعوا کل اناس بامامهم ...... ہر انسان کو اس کے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ وہی اس کی حقیقی پہچان ہے

عرفائے عظام بھی عجیب چیز ہوتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اصول دین ایک ہوتا ہے اللہ ایک ہوتا ہے متعدد نہیں ہوتے، اسی طرح باپ ایک ہوتا ہے متعدد باپوں کا بچہ کیا ہوتا ہے یہ ہر کوئی جانتا ہے، اسی طرح شوہر بھی ایک ہوتا ہے اور جس کے بیک وقت متعدد شوہر ہوں وہ عورت کیا کہلاتی ہے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح مرشد بھی ایک ہوتا ہے جس کے متعدد مرشد ہوں وہ بھی متعدد باپوں کے بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح ولی العصر بھی ایک ہی ہوتا ہے اور وہ زمانے کا امام ہوتا ہے اور وہی دین کی واحد اصل، روحانی باپ اور معنوی سرتاج ہوتا ہے

جناب سید مہدی بحر العلومؒ ہمارے مقدس ترین علما میں شمار ہوتے ہیں ان کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے ...... ان کے زمانے میں ایک ایرانی درویش نجف اشرف آیا جس کے

بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ اس کا عقیدہ دگرگوں ہے آپ نے اس درویش کو کھانے کی دعوت دی اور سوچا کہ اس کا عقیدہ بھی درست کریں گے، وہ درویش آیا اور کھانا وغیرہ کھانے کے بعد جب فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ بابا درویش اصول دین کتنے ہیں؟......اس نے جواب دیا کہ ایک ہے......آپ نے فرمایا بابا ہم نے اصول دین دریافت کئے ہیں کہ وہ کتنے ہیں؟......اس نے جواب دیا کہ حضور میں نے بھی اسی سوال کا جواب دیا ہے کہ ایک ہے

آپ نے فرمایا دیکھو درویش بابا اصول دین پانچ ہیں ...... یہ سن کر اس نے جھرجھری لی اور کہا آپ یہ کیا فرمارہے ہیں کیا آپ اصول دین پانچ مانتے ہیں؟......آپ نے فرمایا ہاں! ہیں جو پانچ اس لئے ہی مانتے ہیں، یہ سن کر اس نے عرض کیا جناب گستاخی معاف میں اصول دین ایک مانتا ہوں مگر میرے جسم پر گوشت نہیں ہڈیاں اور چمڑا بچا ہوا ہے اور آپ پانچ مانتے ہیں مگر پھر بھی لحیم وشحیم ہیں یہ کیا ہے؟

یہ سن کر آپ نے فرمایا درویش بابا آپ بتائیں اصل دین جو ایک ہے وہ کیا ہے؟

اس درویش نے جواب دیا کہ جناب میں تو اپنے ولی العصر پر سب کچھ قربان کرنا ہی اصل دین سمجھتا ہوں کیونکہ ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف ہی ایک اصول دین ہیں

دوستو حقیقت یہی ہے کہ اصول دین ایک ہے اور وہ ہوتا ہے ولی العصر (زمانے کے امام) علیہ الصلوات والسلام یعنی جو بھی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے معاملہ میں عقائد و نظریات میں یا اعمال وعزائم میں تھوڑی سی کوتاہی کرتا ہے وہ عمرو ابن سعد ملعون کا بھائی ہوتا ہے یہ وہ دین ہے جو کتاب کربلا میں پڑھایا گیا ہے

کتاب کربلا میں ہمیں دو افراد کا ذکر ملتا ہے جو مشرقی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ مشرقی قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے یا یوں سمجھیں کہ جناب بریر بن خضیر ہمدانی جس قبیلہ سے تعلق

رکھتے ہیں یہ مشرقی قبیلہ اس کی ایک ذیلی شاخ ہے...... اس قبیلے کے دو افراد کا ذکر ہمیں کتاب کربلا میں ملتا ہے جن کے نام یہ ہیں

() جناب یزید بن حصین مشرقی () ضحاک بن عبداللہ مشرقی ملعون

اصول دین ایک ہے اس کا اظہار جناب ابن حصین مشرقی نے فرمایا، ...... مگر کب؟ سات محرم الحرام 61 ہجری کے دن پانی بند ہوا، آٹھ محرم کے دن کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جناب یزید بن حصین مشرقی سے فرمایا کہ آپ جا کر ابن سعد ملعون سے بات کریں کہ اسلام میں کسی مسلمان یا غیر مسلم پر پانی بند کرنا جائز نہیں ہے تم نے یہ پانی کیوں بند کیا ہے؟ ...... یہ ابن سعد ملعون کے پاس تشریف لے گئے یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابن سعد ملعون کے ساتھ پانی کے موضوع پر مذاکرات کیے ...... جب یہ اس ملعون کے خیمہ میں گئے تو اس نے اٹھ کر ان کی تعظیم کی کیونکہ یہ اپنے قبیلے کے اشراف میں شمار ہوتے تھے جب خیمہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ابن سعد ملعون کو سلام تک نہیں کیا اور نہ اس سے ہاتھ ملایا یہ دیکھ کر ابن سعد ملعون نے عرض کیا اے مشرقی بھائی آپ کا قبیلہ ہمارا حلیف ہے اس لئے آپ بھی ہمارے بھائی ہیں پھر آپ نے ہمیں سلام کیوں نہیں کیا؟ کیا آپ ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے؟ ...... انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا ...... اس کے بعد ابن سعد ملعون نے عرض کیا مشرقی بھائی آپ تو جانتے ہیں میں توحید کی گواہی دیتا ہوں، رسالت کی گواہی دیتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، قیامت پر ایمان رکھتا ہوں پھر بھی آپ نے ہمیں ایک غیر مسلمان کی طرح سلام کرنا مناسب نہیں سمجھا

یہ سن کر انہوں نے فرمایا او بد بخت فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی رکھنے کے باوجود تو سمجھتا ہے کہ توحید و نبوت پر ایمان رکھنا قابل قبول ہوسکتا ہے؟ جو آدمی زمانے کے امام کی مخالفت کرتا ہے اس کی نہ توحید قابل قبول ہے اور نہ نبوت ...... اس کے بعد فرمایا او بد بخت

تو دیکھ رہا ہے کہ دریائے فرات اور نہر علقمہ سے یہود و نصاریٰ پانی پی رہے ہیں اس کے باوجود تو نے فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی مقدس آل علیہم الصلوات والسلام کا پانی بند کر رکھا ہے اور اس ظلم پر دوسرا ظلم یہ کر رہا ہے کہ خود کو مسلمان بھی سمجھ رہا ہے

ابن سعد ملعون نے عرض کیا کہ میں بھی اس بات کو سمجھتا ہوں کہ اس پاک گھر کے دشمنی کے بعد صرف جہنم ہی ہے چاہے توحید و نبوت کا اقرار ہی کیوں نہ کر لیا جائے مگر میں کیا کروں ابن زیاد ملعون نے مجھ سے رے (طہران) کی حکومت کا وعدہ کیا ہوا ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ ظلم کرنے کے بعد میں توبہ کر لوں گا اور طہران کی حکومت بھی ہاتھ سے نہیں جائے گی

جناب ابن حصین فرماتے ہیں اے ملعون تو کیا سمجھتا ہے کہ تیری توبہ قبول ہو جائے گی؟

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ توبہ کی نیت سے گناہ کرنا توہین واستخفاف اِلٰہی کا ارتکاب ہے یعنی اس نیت سے اللہ جل جلالہ کی توہین کرنا کہ آج اس گناہ کے بدلے میں دنیا کی کوئی چیز مل رہی ہے اسے پا لوں اور پھر توبہ کر لوں گا یہ تو اس گناہ سے بھی بدتر ہے اور اس کی توبہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور تو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نیت سے شہید کرنا چاہتا ہے کہ بعد میں توبہ کر لے گا لعنت ہے تم پر اور تمہارے دین پر......

یہ فرما کر وہ واپس تشریف لائے اور پھر انہوں نے نماز ظہر سے قبل کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد فرمائی

یعنی انہوں نے یہ کھول کر بیان فرمایا کہ توحید و نبوت پر ایمان نفع بخش ہے ہی نہیں جب تک زمانے کے شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کے حوالے سے نہ ہو

علامہ حاج مرزا ابوالحسن نور الانوار میں فرماتے ہیں کہ اعلان ولایت کا مقصد یہ تھا کہ

☆لما کانت الولایة روح النبوت و باطنها لولا هذا لما نفعت النبوة

چونکہ ولایت ولیِ زمانہ علیہ الصلوات والسلام نبوت کی روح ہے اس لئے ولی العصر کی ولایت کے اقرار کے بغیر نبوت کا اقرار بے سود ہے......اسی لئے فرمایا گیا تھا

☆ یاامیرا لمومنین علیہ الصلوات والسلام انت منی بمنزلة الروح من الجسد......

علامہ مذکور پھر فرماتے ہیں کہ

☆ھذہ الولایة الموجودة فی نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھی الولایة الموجودة فی اوصیائه الطیبین علیہم الصلوات والسلام والصدیقة الطاھرة صلوات اللہ علیہا

یہی ولایت مطلقہ ہمارے شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی موجود ہے اور یہی ولایت عصران کے سارے اوصیائے اطہار علیہم الصلوات والسلام اور ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا میں بھی موجود ہے یعنی ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا گویا سب کا انکار ہے اور ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہی وہ ذات ہوتی ہے جن کے اقرار کے بعد دوسرے معصومین علیہم الصلوات والسلام کا اقرار ولایت سود مند ہوتا ہے اور کتاب کربلا نے ہمیں یہی سبق دیا ہے کہ اصول دین ایک ہے

میں نے پہلے یہ گذارش کی تھی کہ کتاب کربلا میں ہمیں مشرقی قبیلے کے دو افراد کا ذکر ملتا ہے اب یہاں دوسرے فرد کا ذکر بھی کرتا چلوں کیونکہ ایک ہی قبیلے کے دو مختلف کردار ہیں جو ہمیں بھی بہت کچھ سکھاتے ہیں

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام رہیمیہ تشریف لائے، قافلہ پاک وہاں دوپہر کے وقت پہنچا اور شام کے چار پانچ بجے تک وہاں قیام پذیر رہا یہیں پر عبید اللہ ابن حر جعفی کا واقعہ پیش آیا جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس مقام پر کئی انصار کوفہ سے نکل کر قافلہ پاک میں شامل ہوئے اور انہوں نے یہاں آکر عرض کیا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ابن سعد ملعون کا لشکر اسی طرف بڑھ رہا ہے اور شام تک یہاں پہنچ جائے گا اس لئے یہاں سے سفر کرنا مناسب ہوگا اور یہاں سے تھوڑی دور شمال کی طرف بیضۂ بنی یربوع کا قصبہ ہے وہاں جا کر قیام کرنا

مناسب ہے...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فوری حکم فرمایا کے خیام اٹھائے جائیں اور فوری تیاری کی جائے ...... جلدی جلدی وہاں سے خیام اکھاڑے گئے اور پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کو محملوں پر سوار کیا گیا اور وہاں سے سفر شروع ہو گیا اور مزید شمال کی طرف سفر شروع ہوا اور بیضہ بنی یربوع میں جا کر قیام ہوا

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ کوفہ کے قریب بیضہ نام کے دو قصبے آباد تھے ایک کوفہ سے جنوبی طرف تھا جسے بیضہ کہا جاتا تھا مگر اس کی پہچان کیلئے وہاں کے قبائل کا نام لیا جاتا تھا یعنی وہ بیضہ بنی ابان بن دارم مشہور تھا جو قادسیہ سے کوفہ کی طرف آتے ہوئے کوفہ کے بالکل قریب تھا اور جس فرزدق شاعر کا ذکر آپ نے سنا ہوا ہے وہ اسی قصبہ بیضہ بنی ابان بن دارم کا رہنے والا تھا دوسرا قصبہ کوفہ سے شمال مغرب کی طرف تھا جسے بیضہ بنی یربوع کہا جاتا تھا، اس قصبے میں بھی یربوع قبیلے کے لوگ آباد تھے اور خلیفہ اوّل کے دور میں انہوں نے اس کی خلافت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے زکواۃ دینا بند کر دیا تھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے اعلان خم غدیر سن لیا ہے کہ وصی برحق اور خلیفہ بلافصل امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام ہیں اس لئے کسی غیر کو زکواۃ دینا جائز نہیں ہے...... اس کی وجہ سے خلیفہ اوّل کے دور میں خود مسلمانوں کی مسلمانوں سے جو پہلی جنگ ہوئی تھی وہ تارکین زکواۃ کے نام سے اسی شہر میں ہوئی تھی اور یہاں کے عظیم سردار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب مالک بن نویرہؑ کو خالد بن ولید علیہ ما علیہ نے شہید کیا تھا اور ان کی بیوی پر غیر شرعی تصرف بھی کیا تھا جس کی وجہ سے اس پر جرم ثابت ہونے کے بعد حد جاری کرنے کے احکام بھی جاری ہوئے تھے اور اس پر حد جاری کروانے کی تحریک میں خلیفہ ثانی بھی پیش پیش تھا مگر خلیفہ اوّل نے خالد بن ولید کو بچا لیا تھا...... یہ وہ شہر ہے جہاں سب سے پہلے شیعوں کا قتل عام ہوا تھا

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جناب محمدؐ بن حنفیہ علیہ الصلوات والسلام کی والدہ ماجدہ صلوات اللہ علیہا اسی

شہر کی رہنے والی تھیں اور اسی جنگ کے بعد انہیں مدینہ میں لایا گیا تھا جو جعفر بن قیس بن سلمہ بن عبداللہ بن تغلبہ بن یربوع بن تغلبہ بن الدول بن حنفیہ بن لجیم کی شہزادی تھیں اور حنفیہ بن لجیم کی نسبت سے انہیں حنفیہ کہا جاتا تھا...... یہ قصبہ انہی کے جداعلیٰ یربوع بن تغلبہ کے نام سے موسوم ومنسوب تھا اس لئے اس قصبہ کو بیضہ بنی یربوع کہا جاتا تھا

حنفیہ بن تغلب کی نسل سے کچھ لوگ بنی یربوع کہلاتے تھے اور کچھ بنی حنفیہ کہلاتے تھے اور بنی حنفیہ کا نام سارے مومنین کو ہمیشہ یادرکھنا چاہیے وہ اس لئے کہ امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہمارے چچا ابوالفضل (کردگارِ وفا) علیہ الصلوات والسلام کا خون بنی حنفیہ ملعون کی گردن پر ہے اور اس بات کو ہر مومن یادرکھے اور جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج ہو تو اس وقت ہر مومن ان سے یہ عرض کرے کہ وہ بنی حنفیہ ملعون سے انتقام لینے کو ترجیح دیں

## آمدم برسرموضوع

میں عرض کررہا تھا کہ...... جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اس مقام پر پہنچے تو اس مقام پر دو واقعات ہوئے ان میں آج ایک بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہاں خیمے آراستہ ہورہے تھے تو اس وقت یہاں عطشان کی طرف سے آنے والے ایک مختصر قافلے نے قیام کیا ہوا تھا...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟...... ایک غلام نے عرض کیا کہ اس قافلے میں دوافراد ایسے ہیں جو کوفہ کے معروف لوگوں میں سے ہیں ایک مالک بن نضر الارجبی ہے اور دوسرا ضحاک بن عبداللہ المشرقی ہے

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جناب عبدالرحمٰن الارجبی سلام اللہ علیہ سے فرمایا مالک آپ کے قبیلے کا فرد ہے اور آپ اس قبیلے کے اشراف میں سے ہیں آپ جا کر انہیں ہماری نصرت کی دعوت دیں...... یہ جناب عبدالرحمٰن الارجبی علیہ السلام وہ شخصیت ہیں جو کوفہ کے نواح

میں ارجبی قبیلے کے چند بڑے سرداروں میں شمار ہوتے تھے جب سلیمان صرد خزاعی کے گھر میں اشراف کوفہ کی پہلی میٹنگ ہوئی تھی اور اس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یزید ملعون کی بیعت نہیں کرنا چاہیے اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو کوفہ بلانا چاہیے تو اس میٹنگ میں انہیں بھی خصوصی طور پر شریک ہونے کیلئے بلایا گیا تھا جب یہ فیصلہ ہوا کہ سارے سردار اپنی اپنی طرف سے خطوط لکھیں تو انہیں بھی کہا گیا تھا کہ آپ بھی خط لکھیں تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں خط نہیں لکھوں گا بلکہ میں خود حاضر ہو کر عرض کروں گا اور اوّلین قاصد جناب قیس بن مسہر صیداوی کے ساتھ یہ بھی مکہ میں تشریف لائے تھے اس لئے اکثر لوگوں نے ان کا نام اوّلین قاصدوں میں لکھا ہے مگر یہ قاصد بن کر نہیں بلکہ اپنے قبیلے کے ترجمان بن کر حاضر ہوئے تھے اور یہ کربلا میں حملہ اولیٰ کے شہیدوں میں شامل بھی ہیں اور زیارت ناحیہ میں ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے ان پر خصوصی طور پر سلام فرمایا ہے

## یہ ہیں عبدالرحمٰن الارجبی علیہ السلام

انہیں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے حکم فرمایا کہ آپ جا کر مالک بن نضر الارجبی اور ضحاک بن عبداللہ مشرقی کو ہماری نصرت کی دعوت دیں اور انہیں یہاں لائیں جب جناب عبدالرحمٰن الارجبی ان دونوں کے پاس گئے تو انہوں نے استقبال کیا اور آنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے آپ کی طرف دعوت نصرت کیلئے بھیجا ہے...... انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم خود شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کر سکتے ہیں؟...... انہوں نے فرمایا ہاں تم ہمارے ساتھ چلو...... یہ دونوں بارگاہ عالیہ میں اس وقت پہنچے جب نماز مغرب کی آذان آ رہی تھی یہ آ کر نماز میں شریک ہوئے نماز کے بعد کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور انہیں فرمایا کہ آپ ہماری نصرت کریں اس میں آپ کے دین اور دنیا کی بھلائی ہے

وہ دونوں سر جھکا کر سنتے رہے مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ان کی خاموشی ان کے دل کی ترجمانی کر رہی تھی...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا آپ کی خاموشی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہماری نصرت نہیں کرنا چاہتے کیا ہم آپ سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ ☆فما یمنعکما من نصرتی ؟...... ہماری نصرت سے آپ کو کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ ہمیں وجہ تو بتائیں کہ آپ ہماری نصرت کیوں نہیں کرنا چاہتے ؟

اس وقت مالک بن نضر الارجی نے عرض کیا یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی دین و لی عیال ...... آقا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک عیال دار شخص ہوں اور مقروض بھی ہوں اگر میں آپ کی نصرت کروں گا کہ تو میرے گھر کا نظام نہیں چل سکے گا چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کا کوئی دوسرا کفیل بھی نہیں ہے اوپر سے قرضے کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں اگر میں قتل ہو گیا تو جن لوگوں نے قرض لینا ہے وہ میرے اہل خانہ کو پریشان کریں گے

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ☆ان علی دیناً وان لی لعیالاً ...... اگر تم اس معاملے میں پریشان ہو تو تمہارا قرضہ ہم ادا فرمائیں گے اور تمہارے اہل و عیال بیوی بچوں کی ذمہ داری بھی ہماری رہی کہ قیامت تک کسی کے محتاج نہیں ہوں گے تم ہماری نصرت کرو...... اس نے عرض کیا کہ آقا میری مجبوری ہے میں آپ کی نصرت نہیں کر سکتا

اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سامنے جناب یزید بن حصین مشرقی تشریف فرما تھے انہوں نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کی طرف نگاہ کی اور فرمایا او تیری ماں تیری لاش پر روئے تو کیوں خاموش ہے؟...... ضحاک نے دیکھا کہ ان کے قبیلے کے ایک سردار اس سے نصرت کیلئے کہہ رہے ہیں تو اس نے بالکل انکار کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اس نے ایک اور طرح کی بات کی...... اس نے عرض کیا آقا میں آپ کی نصرت کیلئے تیار ہوں مگر میری آپ کے ساتھ ایک شرط ہے...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا بولو تمہاری کیا شرط

ہے؟ ...... اس نے عرض کیا کہ آقا میری یہ شرط ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا اور آپ کی نصرت میں تلوار بھی چلاؤں گا اور جب تک میں محسوس کرتا رہوں گا کہ میں آپ کا دفاع کرسکتا ہوں اس وقت تک اپنی جان پر رحم کیئے بغیر جنگ کرتا رہوں گا اور اگر قتل ہوگیا تو ٹھیک ہے اور اگر میں بچ گیا اور آپ کے شہید ہونے کا امکان دیکھا تو پھر میں آپ کی بیعت سے آزاد سمجھا جاؤں گا اور پھر میری مرضی جو بھی کروں آپ کو مجھے روکنے کا اختیار نہیں ہوگا

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ☆ بَلْ اَنْتَ فِیْ حِلٍّ ...... فرمایا بیشک تو اس وقت ہماری بیعت سے آزاد ہوگا ...... اس شرط پر اس نے بیعت کرلی

یہی ضحاک بن عبداللہ المشرقی واقعہ کربلا کے بارے میں لوگوں کو اپنی آپ بیتی رو رو کر سنایا کرتا تھا وہ یہ بیان کرتا تھا کہ جب روز عاشور ہوا تو وہ قیامت کا دن تھا طلوع آفتاب کے بعد سے قربانیوں کا سلسلہ شروع ہوا میں دیکھتا رہا ایک ایک کرکے سارے اصحاب شہید ہوگئے اس کے بعد بنی ہاشم علیہم الصلوات والسلام کی شہادت کا سلسلہ شروع ہوا مختلف جھڑپوں میں میں نے بھی حصہ لیا اور خوب جنگ کی خود زخمی بھی ہوا ...... مگر میں نے دیکھا کہ دو اصحاب ایسے تھے جنہوں نے خود کو امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی ڈھال بنایا ہوا تھا چاہے کوئی بھی شہید ہوا وہ لوگ ایک لمحہ کیلئے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام سے جدا نہیں ہوتے تھے ایک تھے جناب سوید بن عمرو ابی المطاع خثعمی اور دوسرے تھے جناب بُشیر (بشر) بن عمرو الحضرمی ...... میں نے دیکھا جب سارے جوانان بنی ہاشم علیہم الصلوات والسلام بھی شہید ہوگئے تو اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے دائیں اور بائیں طرف یہی دو جوان تلواریں بے نیام کرکے کھڑے ہوئے تھے اور ان کی حفاظت پر کمر بستہ تھے

یہاں یہ عرض کردوں کہ یہ جناب بشیر ابن عمرو حضرمی وہی ہیں جو حضرموت کے رہنے

والے تھے اور جنہیں اپنے جوان بیٹے کی گرفتاری کی اطلاع کربلا میں ملی تھی اس وقت امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ ہم نے آپ سے بیعت اٹھالی ہے آپ جاکر بیٹے کا تاوان ادا کرکے چھڑالیں مگر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ آقا مجھے جنگلی درندے نوچ کھائیں اگر میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم تنہائی میں چھوڑ کر بیٹے کو چھڑانے جاؤں ...... پھر امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے ان کے بیٹے محمدؐ بن بشیر سے فرمایا تھا کہ تم یہ تاوان کی قیمت کا سامان لے کر اپنے بھائی کو چھڑالو تو انہوں نے عرض کیا تھا کہ میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا اور یہ بھی کربلا کے شہیدوں میں شامل ہیں

میں عرض کررہا تھا کہ ضحاک بن عبداللہ المشرقی بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا جب امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام تنہا رہ گئے تو اس وقت ان کے دائیں بائیں یہ دو جوان تلواریں بے نیام کرکے کھڑے ہوئے تھے ...... اس وقت میں نے محسوس کیا کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی شہادت حتمی ہے اس وقت میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے قریب گیا اور عرض کیا جناب میری آپ سے ایک شرط تھی اور اس شرط کے پورے ہونے کا وقت آ گیا ہے یعنی اب آپ کی حفاظت میں نہیں کرسکتا اس لئے میں آپ کی بیعت سے آزاد ہوں اور اب جو چاہوں وہ کرنے کا مجاز ہوں

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے بڑے حسرت آمیز لہجے میں فرمایا

فقال علیہ الصلوات والسلام صدقت و کیف لك بالنجاء ان قدرت علی ذالك فانت فی حل

ہاں تو نے سچ کہا ہے اب تو آزاد ہے جو جی میں آئے کرسکتے ہو......اس وقت ظالمین نے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام پر حملہ کیا اور میں نے دیکھا کے وہ دونوں صحابی بڑی بے جگری سے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی حفاظت میں جنگ کررہے تھے اس وقت میں نے اپنے خیمے کی طرف رخ کیا اور راوروہاں خیام کی اوٹ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور راکدم گھوڑے

کو ایڑ لگائی کہ میں یہاں سے فرار ہو جاؤں ...... جونہی میں نے گھوڑا بھگایا میرے پیچھے 15 شامی گھوڑے سواروں نے گھوڑے ڈال دیئے ...... میں نے گھوڑے کو تیزی سے دوڑایا اور ''شُفَیَّہ'' کے مقام تک پہنچ گیا یہ نہر فرات کے کنارے کا ایک گاؤں تھا جب میں وہاں پہنچا تو ان تعاقب کرنے والوں نے مجھے گھیر لیا میں نے ان کے سامنے نقاب الٹا اور منت کرنے کی کوشش کی تو ان میں سے ایک آدمی نے نقاب ہٹایا تو میں نے دیکھا وہ کثیر بن عبد اللہ الشعبی تھا جو میرا قدیمی دوست تھا اور اس کے ساتھ ایوب بن مشرح الحیوانی تھا اور ایک قیس بن عبد اللہ الصائدی تھا ان لوگوں نے جب مجھے پہچانا تو کہا یہ تو ہمارا چچا زاد بھائی ہے اس میں کئی تمیمی لوگ تھے وہ بھی میرے شناسا تھے انہوں نے بھی کوئی تعرض نہ کیا اور میں جان بچانے میں کامیاب ہو گیا

(کلمات الامام الحسین علیہ الصلوات والسلام 453 طبری 329/3 الکامل فی التاریخ 569/2)

دوستو! ...... یہ بھی کربلا کا ایک کردار ہے جس نے اپنے ولی العصر کے ساتھ مشروط بیعت کی تھی اور سعادت عظمیٰ سے محرومی کا باعث وہی شرط بیعت ہوگئی اور پوری زندگی اس محرومی پر وہ روتا رہا مگر گیا وقت پھر ہاتھ نہ آیا

## نتیجہ

ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی بیعت ہمیشہ غیر مشروط طور پر کرنا چاہیے کیونکہ شرط بیعت ہمیشہ نصرت حقیقی میں مانع ہو جاتی ہے اور نصرت کیلئے شرط رکھنا نصرت کی توہین ہوتی ہے کیونکہ اس پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام نے اپنے ولی الاعلیٰ یعنی اللہ جل جلالہ کی نصرت کیلئے کوئی بھی شرط نہیں رکھی اور ہمیں یہ درس دیا ہے کہ تم بھی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں کوئی شرط نہیں رکھنا

ان دونوں کے واقعات سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر کوئی مقروض ہے اور عیال دار ہے تو ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں انہیں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے کیونکہ جس طرح کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ تمہارے قرضوں اور اہل عیال کے ہم ضامن ہیں اسی طرح ہر ناصر کے اہل وعیال کے ضامن ان کے ولی العصر ہوتے ہیں مگر ہمارے دل میں یہ بات بھی نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے اہل وعیال کے ضامن ہوں گے کیونکہ جب ان پر اہل وعیال قربان کرنا واجب ہے تو پھر ان سے ضمانت لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ بس یوں سمجھیں کہ ہم نے ان پر اپنے اہل وعیال قربان کر دیئے ہیں اور اب وہ دنیا پر موجود ہی نہیں ہیں تو فکر اور پریشانی کیسی؟

جیسا کہ اس پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام نے اپنے ولی الاعلیٰ جل جلالہ کے معاملے میں دنیا اور عقبیٰ دونوں سے بے نیازی اختیار کی ہے اسی طرح ہمیں بھی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں عواقب وانجام سے بے نیاز ہو جانا واجب ہے...... ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اگر شہنشاہ زمانہ یعنی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کے بدلے میں ہمیں اس دنیا میں موت اور خانہ بربادی اور آخرت میں جہنم میں بھی جانا پڑے تو پھر بھی ہمیں اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنا ہے...... جب تک یہ عقیدہ اور جذبہ نہیں ہوگا ہم سے ولایت عصر کا حق ادا نہیں ہو سکے گا...... آیئے ہم دعا کریں کہ مولائے کریم جملہ مومنین اور عزاداروں کو اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب ان کی ابدی حکومت کے قیام میں کام آئیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم

**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک**
**وجعلنا من انصارک ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 6 (درس کربلا)

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین جب کسی قوم میں یا جماعت میں متعارف ہوتا ہے تو اس کے تعارف کے تین پہلو ہوتے ہیں ......(1) تبلیغ ......(2) تعمیل ......(3) تکمیل

تبلیغ ہوتی ہے اس کے عقائد ونظریات واحکام وفرائض کا پہنچانا اور تعمیل ہوتی ہے اس کے عقائد واحکام کا عملی طور پر مظاہرہ کرنا

دوستو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دین کو جب کامل کہا جاتا ہے تو اس کی تکمیل کے تین پہلو ہوتے ہیں

(1) تبلیغی تکمیل ......(2) تعمیلی تکمیل ......(3) نفاذی وکلی تکمیل

(1) تبلیغی تکمیل یہ ہوتی ہے کہ اس کے عقائد ونظریات واحکام واوامر ونواہی کلی طور پر یا بحدِ کفایت سارے مکلفین تک پہنچا دینا

(2) تعمیلی تکمیل ہوتی ہے اس کے احکام وعقائد وفرائض کو عملی طور پر کر کے دکھا دینا

(3) نفاذی تکمیل یہ ہوتی کہ جس جماعت یا قوم کیلئے دین آیا ہو اس پر کلی طور پر دین کا نافذ ہو جانا

ہمارے سامنے اسلام کے بھی یہی مراحل ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ روزِ غدیر اعلان ولایت ہوا تو آیت نازل ہوئی ☆الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی......

حقیقت یہ ہے کہ یوم غدیر اعلانِ ولایت سے اسلام کی تبلیغی تکمیل ہوئی تھی نہ کہ کلی طور پر کیونکہ اس کا ثبوت خود اسی آیت کے پہلے فقروں میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے ☆بلغ ما انزل الیک ......یعنی وہ چیز پہنچا دیں جسے آپ پر نازل فرمایا گیا ہے......لفظ ''بلغ'' بتا رہا ہے کہ تکمیلِ دین ''تبلیغی'' ہوئی ہے نہ کہ کلی...... اور یہ تاثر غلط ہے کہ دین روزِ غدیر تعمیلی اور تکمیلی طور پر مکمل ہو گیا تھا بلکہ روز غدیر اس کے ابعاد ثلاثہ میں سے ایک پہلو مکمل ہوا تھا یعنی خالق کی طرف سے جو کچھ آنا تھا وہ تو مکمل ہو گیا تھا لیکن اس کا نفاذ کلی طور پر نہیں ہو سکا اور اس کی تعمیل انسانیت کی طرف سے نامکمل رہی

دوستو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعمیلی طور پر دین کب مکمل ہوا؟

تو حقیقت یہ ہے کہ وہ دین کربلا معلیٰ میں کامل ہوا وہاں دین کے عملی نمونے پیش کر دیئے گئے احکام و فرائض کو پہچاننے کا عملی مظاہرہ ہوا اور رہتی دنیا تک کی انسانیت کو بتا دیا گیا کہ اگر تمہیں اپنے زمانے میں دین کے احکام و عقائد کو پہچاننا ہے تو کتاب کربلا کا مطالعہ کریں اس میں اپنی پوزیشن کا ایک کردار دیکھیں اور اس کے عمل کی نقل کریں نتیجہ اس جیسا پائیں ...... یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ دین کی نفاذی و کلی تکمیل شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانے میں ہوگی

دوستو !......آپ دیکھیں کہ دینِ اسلام کسی قوم کیلئے نہیں آیا بلکہ پوری انسانیت کیلئے آیا ہے اور اس کا نفاذ حقیقی طور پر پوری دنیا میں نہیں ہو سکا بلکہ آج خلافت علیٰ منہاج النبوت پر تقاریر کرنے والے اس بات کو مانتے ہیں کہ اسلام کی نفاذی تکمیل اس وقت ہوگی جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خلیفۃ اللہ فی العالمین بن کر ظاہر ہوں گے اور ان کی خلافت علیٰ

منہاج النبوت ہوگی یہ الفاظ دیگران کی خلافت سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی متبادل ہوگی اس وقت دین کامل ہوگا اسی لئے تفاسیر آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام میں الیوم اکملت لکم کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ زمانۂ خروج کے بارے میں ہے

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ آیت معنوی اعتبار سے تینوں مقامات کیلئے درست ہے اگر کوئی ذات یہ فرمائے کہ یہ آیت اعلانِ ولایت غدیر کے بارے میں ہے تو بھی درست ہے کیونکہ اس دن دین کی تبلیغی تکمیل ہوئی تھی اور اگر کوئی ذات فرمائے کہ یہ کربلا کے بارے میں ہے تو بھی یہ درست ہے کیونکہ اس میں تعمیلی تکمیل ہوئی تھی اور اگر کوئی ذات یہ فرمائے کہ یہ آیت شہنشاہ زمانہ کے دورخروج کے بارے میں ہے تو یہ بات بھی درست ہے کیونکہ نفاذی وکلی طور پر دین کی تکمیل اسی دن ہونا ہے اوران کے زمانے میں اس دین کے علاوہ کوئی دین نہ ہوگا اورنہ ہی کسی کا کوئی دوسرا دین قبول کیا جائے گا

دوستو!...... میں عرض کررہا تھا کہ دین کی تعمیلی تکمیل کربلائے ظاہری میں ہوئی ہے وہاں ہمیں کرداروں کا ایک جامع مجموعہ ملتا ہے کہ جس میں سے ہم اپنے لئے ایک آئیڈیل (Ideal) تلاش کرسکتے ہیں اوراس آئیڈیل (Ideal) کو ''چیز'' (Chase) کرکے ہم فوزِ عظیم کو پاسکتے ہیں

دوستو یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں ''کتابِ کربلا'' میں منفی ومثبت، کامیاب ونا کام دونوں طرح کے کردار ملتے ہیں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم کس کا کردار ادا کررہے ہیں کیونکہ ہر دور میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کسی نہ کسی روپ میں موجود ہیں اور رہیں گے کبھی امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کی شکل میں تو کبھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی شکل میں اس لئے کربلائے معنوی ہمیشہ جاری ہے رویے تل رہے ہیں یعنی باقی بات ہمارے رویے کی ہے کہ ہمارا رویہ ان کے ساتھ کیسا ہے؟ کس جیسا ہے؟ اب جس جیسا رویہ ہوگا اس جیسا

انجام ہمیں بھی ملے گا یہ کربلا تو ایسا ہے کہ کوئی بھی انسان جب چاہے اور جس عظیم المراتب شخصیت کا مقام چاہے حاصل کرسکتا ہے ہر دور میں یہ دروازہ کھلا ہوا ہے کہ چاہے تو انسان طرماح بن عدی علیہ السلام بن جائے، چاہے تو طرماح بن حکیم بن جائے، چاہے تو طرماح بن داؤد بن جائے یہ تو ہماری کوشش و جدوجہد پر منحصر ہے ہماری سعی اور فرائض کو بروقت پہچاننے پر منحصر ہے کہ ہم اپنے فرائض کو پہچاننے میں اور اپنے کردار کو ادا کرنے میں کتنے کوشاں ہوتے ہیں

دوستو کتاب کربلا میں تین افراد ایسے ہیں جن کا نام ''طرماح'' تھا یعنی ایک نام کے تین کردار موجود تھے اور انہوں نے انسانیت کے ایک بہت بڑے طبقے کی ترجمانی کی اور کربلا میں ان کی نمائندگی کی اور ہمارے لئے ان کے عمل سے بہت بڑا درس ملتا ہے آیئے ہم ان کے واقعات دیکھیں کہ شاید ہمیں بھی کوئی درس مل جائے

## طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ

دوستو!...... ہم کربلائے ظاہری میں دیکھتے ہیں کہ طرماح نام کے تین کردار ہیں جو کربلائے ظاہری میں انسانیت کے دو مختلف الحیثیت افراد کی نمائندگی کرتے ہیں

ان میں سے پہلے طرماح وہ ہیں جو طائی قبیلے کے فرد ہیں اور عدی بن حاتم طائی کے بیٹے ہیں جو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے قاصدوں میں سے تھے، یہ ایک انتہائی حاضر جواب، پرگو، شعلہ بیان مقرر تھے اور ان کا سفر شام اور دربار شام میں اپنی زبان مبارک سے تلوار کا کام لینا میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ انہوں نے دشمن کے دربار میں اپنی ذوالفقارِ لسان کے کیسے جوہر دکھائے ...... یہاں ان کی شان میں ایک نظم ہی پیش کرنا مناسب ہوگا

# نظم جناب طرماح سلام اللہ علیہ

طرمّاح جیسا ایں ملک ولایت ''سجاعت'' دے اندر نہ کوئی جواں ہئی
ڈساں کیا صفات اوندے بس ایویں سمجھو او اوصافِ حسنہ دا ہک کارواں ہئی

قدآور، جواں، روہ دا سنگلاخ پتھر، جنگاور جری سامنے جیندے بونے
او شعلہ بیاں، برق بار ہک مقرر، تے نوک زباں جیندی نوک سناں ہئی

جو حاضر جوابی، تے برجستہ فقرے، تے بیباک گوئی دا ہا ہک سمندر
عدواں دی دانت لہانون دے کیتے ذوالفقار توں تیز اوندی زباں ہئی

او ڈیوے جواب ایسے منہ توڑ ڈیوے غضب دا او نقاد جو نقد ورتے
سوالاں دے الزامی فقرے پھباوے او باطل دے وِچ حق دا آتش فشاں ہئی

جو فرعون سفاک و جابر دے اگوں وی دب کے نہ بولے تے کھریاں سناوے
جو بولے مریوے جو پُھر کے تچھیوے خدا دی قسم برق پرور بیاں ہئی

او شاعر، خوش الحان، پرگو، سریلا، رسیلا حدی خوان، تے نغمہ گستر
شہنشاہؑ کربل جیندے سن کے نغمے اے آکھن جو ساڈا اے ہک ترجماں ہئی

او ہر خوش نصیبی دا ازلی دھنی ہئی وفا دا ہا پیکر سعادت دا راجہ
جیں ہن چھکیاں سجادؑ وانگوں مہاراں او آلِ محمدؐ دا انج رازداں ہئی

شہادت دا تسہ تے تیغاں دا پیاسہ تے شمشیر زن ایویں ڈسدا ہا جعفرؑ
ازل توں مقدر ہا اوں اپنا لکھیا جو کل نیکیاں دا او بحر رواں ہئی

جب امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا سفر واقصہ سے شروع ہوا تو شیراف کے مقام تک پہنچنے سے پہلے تین جوان امام کائنات علیہ الصلوات والسلام کے لشکر میں آ کر شامل ہوئے ان میں سے ایک جناب طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ تھے، دوسرے جناب عمرو ابن جندب حضرمی سلام اللہ علیہ تیسرے کنانہ بن عتیق تغلبی سلام اللہ علیہ تھے ایک روایت یہ ہے کہ یہ کوفہ سے آئے تھے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ بصرہ سے آئے تھے اور یہ جناب حر سلام اللہ علیہ کے لشکر سے سامنا ہونے سے پہلے پہنچے تھے اور جب جناب حر سلام اللہ علیہ نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو کوفہ جانے سے روکا تھا تو اس وقت ایک غیر معروف راستے پر سفر فرمایا گیا تھا تو اس موقع پر جناب طرماح بن عدی نے ساربانی کے فرائض اور گائیڈ کی ڈیوٹی ادا کی تھی ...... جناب طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ نے ایک معروف حدیٰ خوانی بھی کی تھی جسے سن کر حر سلام اللہ علیہ کے لشکر میں موجود خرانِ مقدس نے ان کے ساتھ چلنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ یہ غنا کر رہے ہیں اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا رہوار ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور یہ شعر گا رہے تھے اور شہنشاہ کائنات علیہ الصلوات والسلام دادِ تحسین فرما رہے تھے جب ساربانی کا حکم ملا تھا تو انہوں نے سب سے آگے اپنی ناقہ رکھی تھی اور اسے ایک چابک مار کر گانا شروع کیا تھا

## نغمۂ صحرا

یا نا قتی لا تزعری من زجر     وامضی بنا قبل طلوع الفجر

اے میری محبوب ناقہ آج تو میری جھڑکیوں کو محسوس نہ کرنا کیونکہ آج ہمیں طلوعِ فجر سے پہلے منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے

بخیر فتیان و خیر سفر     آل رسول اللہ آل الفخر

اے میری ناقہ تجھے علم ہے کہ آج ہمارے ہمسفر کون ہیں، یہ وہ ہیں جو سارے سفر کرنے والوں سے افضل ہیں اور ساری کائنات کے جوانمردوں سے اشرف ہیں کیونکہ یہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کے افراد ہیں گویا یہ اللہ کے کل فخر کی آل ہیں

السادة البیض الوجوہ الزھر     الطاعنین بالرماح السمر

اے میری ناقہ یہ ہمارے ہم سفر وہ درخشاں لب و رخسار کے مالک ہیں جو جملہ نورانی چہرے والوں کے سردار ہیں اور جو گندم گوش نیزوں کا درست استعمال بھی جانتے ہیں

الضاربین بالسیوف البتر     حتیٰ تجلیٰ بکریم الفجر

یہ وہ جوان مرد ہیں جو نسلوں کو ختم کرنے والی تلواروں کی ضرب اس وقت تک لگاتے رہتے ہیں جب تک ان کی خاندانیت کا سورج مطلع فجر پر طلوع نہ ہو جائے

الماجد الجد رحیب الصدر     اصابة اللہ لخیر امر

یہ ہم سفر وہ ہیں جو حقیقتاً عظمت و بزرگی اور وقار کے وسیع القلب پیکر ہیں اللہ جَلَّ جلالہٗ انہیں منزلِ مقصود تک خیر سے پہنچا دے اور ہمیشہ سکھی رکھے

عمرہ اللہ بقا الدھر     یا مالک النفع معا والضر

میری یہ دعا ہے کہ اس کائنات کے نفع اور نقصان کی مالک ذات رہتی دنیا تک انہیں

سلامت رکھے

ایّد حسیناً سیدی بالنصر　　　　علی الطغاة من بغا یا الکفر

اے کائنات کی مالک ذات تو باغی و طاغوتی کفار کے مقابلے میں ہمارے ولی العصر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی اپنی نصرت سے تائید وحمایت فرما

علی اللعینذین سلیلی صخر　　　　یزیده زال حلیف الخمر

وابن زیاد العهر بن العهر

ابوسفیان (صخر) کی بدبختی کے جو دو ہی نچوڑ ہیں، ان میں سے ایک وہ یزید ملعون ہے جو شراب کا ایسا حلیف ہے جو اسے بچانے کی قسمیں کھائے بیٹھا ہے اور دوسرا ابن زیاد ملعون ہے جو حرام زادہ ہے اور حرام زادے کا بیٹا بھی ہے گویا دو آتشہ حرام زادہ ہے

واقعہ کربلا میں انہوں نے تلوار کے جوہر دکھائے اتنے زخمی ہوئے کہ گیارہ محرم کے دن تک انہیں پوری طرح ہوش نہیں آیا جب شہدا کے سر جدا ہونے لگے تو طائی قبیلے نے انہیں زندہ دیکھ کر سر جدا کرنے سے روک لیا اور انہوں نے اپنا ایک واقعہ بھی نقل کیا تھا اور پھر یہ واقعہ کربلا کے بعد انہی زخموں کی وجہ سے شہید ہوئے تھے...... یہ تھا ایک کردار......

(1) جو شاعر بھی تھا　　　　(2) جو شعلہ بیان مقرر بھی تھا

(3) جو ایک گائیڈ بھی تھا　　　　(4) ایک خوش الحان حدیٰ خوان بھی تھا

(5) جو علم موسیقی کا ماہر بھی تھا　　　　(6) اس نے شاعری میں کیا کیا پیش کیا؟

(7) فضائل بیان فرمائے　　　　(8) تعارف کروایا

(9) اپنا عقیدہ بیان فرمایا　　　　(10) شجاعت بیان فرمائی

دوستو!......اب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کس طرح نصرت کی ہے اور ہمیں کیا کیا درس دیا ہے؟ سارے نکات تو میں پیش نہیں کرسکوں گا چند ایک ضرور عرض کرتا ہوں

(1)انہوں نے دعائے سلامتی امام زمانہ فرمائی اور ولیا و حافظ و قائد و ناصر و دلیلا و عینا سے حتیٰ تسکنه ارضك طوعا و تمتعه فیها طویلا تک دعا فرمائی اصابة الله لخیر امر یعنی یہ دعا بھی کی کہ ہمارے آقا کی کشتی خیر کے کنارے پر لگے

عمره الله بقا الدهر يا مالك النفع معا والضر

ايد حسيننا سيدى بالنصر على الطغاة من بغا يا الكفر

(2)اپنی شاعری میں دشمن کی ہجو و تنقیص بھی فرمائی

على اللعيذين سليلى صخر يزيده زال حليف الخمر

وابن زياد العهر بن العهر

(3)شاعری میں دشمن کا مکمل تعارف کروایا اور یہ بھی بتا دیا کہ جو زمانے کے امام کے مقابلے میں آئے وہ حرام زادہ ہوتا ہے یعنی فن شعر کو نصرت میں استعمال کیا

(4)انہوں نے اپنی حسین آواز اور علم موسیقی کو نصرت امام علیہ الصلوات والسلام میں صرف کیا تا اینکہ دشمنوں نے غنا کا فتویٰ دیا اور انہیں چھوڑ گئے

(5)میدان میں اتنی نصرت کی کہ زخموں سے چور چور ہوکر بے ہوش ہوگئے اور انہی زخموں سے اعلیٰ علیین تک پہنچے......یعنی انسان کے پاس جو وسائل، جو ہنر، جو صلاحیتیں ہوں انہیں اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں بھرپور طریقے سے استعمال کرنا سکھایا اور خود کرکے دکھایا...... یہ تھا ایک کردار......

## واقعہ طرماح بن حکیم

دوستو !......کربلا ظاہری میں طرماح نام کا ایک دوسرا کردار بھی ہے وہ بھی ہمارے لئے ایک سبق ہے ایک درس ہے آیئے اس چیپٹر (Chapter) کو بھی پڑھ لیں

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا کاروانِ تسلیم و رضا رہیمیہ سے روانہ ہوکر بیضہ بنی یربوع کی طرف مصروفِ سفر ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رہیمیہ کوفہ سے جنوب مغرب میں واقع ہے اور امامِ مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا کاروانِ تسلیم رضا وہاں سے شمال مغرب کی طرف مصروف سفر ہے سامنے ایک غیر ہموار میدانی علاقہ ہے یہ قافلہ پاک ایک غیر معروف راستے سے انجانی منزل کی طرف رواں دواں ہے جناب طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ اپنی ناقہ پرسوار ہوکر سارے قافلے کے آگے آگے چل رہے ہیں اور حدیٰ خوانی کر رہے ہیں کہ اچانک انہوں نے ناقہ روکی اور عرض کیا دور سے کچھ لوگ اسی راستے پر آتے ہوئے نظر آتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا انہیں راستے سے ایک طرف جا کر روکنا ہے...... وہاں سے ایک گھوڑا سوار نے گھوڑا دوڑایا اور آنے والوں کو راستے سے ہٹ کر ٹھہرنے کا حکم سنایا...... جب پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کے محمل اس مقام کو عبور فرما چکے تو امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے راستے کی دائیں طرف نگاہ فرمائی دیکھا وہاں ایک گھوڑا سوار ہے جس کے ساتھ چند اونٹ ہیں جن پر سامان لدا ہوا ہے جس کی مہار ایک سیاہ فام غلام نے تھامی ہوئی ہے

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے اپنے رہوار اقدس کو اسی سمت میں موڑ دیا اور سوال فرمایا کہ یہ کون ہے؟...... ایک غلام نے عرض کیا جناب یہ طرماح بن حکیم یربوعی ہیں

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا پاک رہوار جب ان کے قریب گیا تو انہوں نے گھوڑے سے اتر کر رکاب بوسی کی اور عرض کیا آقا آپ کا کہاں کا اِرادہ ہے؟

فرمایا ارادہ تو کوفہ جانے کا تھا مگر اب جانے کے سارے راستے بند ہو چکے ہیں یہ ظالمین نہ ہمیں کوفہ آنے دیتے ہیں اور نہ واپس جانے دیتے ہیں اب تو ایک ایسی منزل کی طرف

مصروفِ سفر ہیں جو روزِ میثاق سے متعین ہے مگر فی الحال بیضہ بنی یربوع کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں

طرماح بن حکیم نے عرض کیا آقا وہاں بھی میرا قبیلہ ہی آباد ہے......فرمایا

☆اِنَّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْقَوْمِ مَوْعِداً، اَکْرَہُ اَنْ اُخْلِ فَھُمْ فَاِنْ یَدْفَعِ اللّٰہُ عَنَّا فَقَدِ یْماً مَاْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ کَفیٰ، وَ اِنْ یَکُنْ مَا لابُدَّ مِنْہُ فَوْزٌ وَ شَھَادَۃٌ اِنْ شَاءَ اللہ

ہمیں اس قوم پر بھی اتمام حجت فرمانا ہے اگر ساتھ دیں گے تو فوز عظیم کو پائیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو پھر خالق ہی کافی ہے

طرماح بن حکیم (حکم) نے عرض کیا آقا اگر کوفہ جانے کا موقعہ مل بھی جائے تو بھی وہاں تشریف نہ لے جایئے گا کیونکہ اہل کوفہ میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں ہے اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کوفہ سادات کی مستقل مقتل گاہ ہے اور اہل بیضۃ الیربوع میں سے آپ کے ماننے والے بہت محدود ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ ہمارے ساتھ چلیں میں آپ کو "جبال الرُوِیَّہ" کی طرف لے جاؤں گا وہاں ہمارا سارا قبیلہ آباد ہے وہ آپ کی بھرپور نصرت کرے گا

یہاں یہ عرض کر دوں کہ جناب طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ نے بھی یہ عرض کیا تھا کہ آقا آپ میرے ساتھ سلمیٰ واجا کے پہاڑوں کی طرف تشریف لے جائیں وہاں طائی قبیلے کے ہزاروں انصار آپ کی نصرت کیلئے تیار ہو جائیں گے مگر یہاں اس نے جبال رویہ کے بارے میں عرض کیا تھا کیونکہ خلیفہ اوّل کے دور میں جب مالک بن نویرہ شہید ہوا تھا اور بنی یربوع کا قتل عام ہوا تھا تو بنی یربوع کے پس ماندگان نے بیضہ بنی یربوع کو چھوڑ کر جبال رویہ میں جا کر مستقل رہائش رکھ لی تھی کیونکہ وہ پہاڑوں میں گھری ہوئی وادی تھی اور حفاظتی نقطہ نگاہ سے ایک محفوظ مقام تھا اور بیضہ بنی یربوع میں سوائے چند گھروں کے کوئی نہیں رہتا تھا اور جو مخالف ٹولہ تھا وہ بنی یربوع نہیں کہلاتا تھا وہ بنی حنفیہ کہلاتا تھا اللہ

ان پر ابدی لعنت کرے ......ان کے علاوہ جو آبادی تھی وہ دوسرے قبائل کی تھی جس میں بنی اسد کی تعداد زیادہ تھی گویا شیعوں نے یہ جگہ چھوڑ کر جبال رویہ کا علاقہ بسا لیا تھا

جبال رویہ کوفہ سے مغرب کی طرف ''صحرائے شام'' کے نام سے جو عراق کا صحرا ہے اس میں نخیب کی طرف تقریباً دوسو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس صحرا میں اس وقت بنی یربوع کے لوگ آباد تھے اور اس صحرا میں وہ اونٹ، بھیڑ، بکریاں پال کر گزارا کرتے تھے اور فصلات و غلات وہاں نہیں ہوتے تھے یا ناکافی ہوتے تھے اس لئے وہ لوگ غلات یعنی گندم، جو، چاول وغیرہ کے حصول کیلئے کوفہ آیا کرتے تھے اور یہاں سے سامان خورد و نوش لے جاتے تھے اور یہاں کے بازار میں اپنے جانور فروخت کیا کرتے تھے

آمدم بر سر مطلب ......طرماح بن حکیم عرض کر رہا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے جبال میں تشریف لے جائیں وہ یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں ہے اور محفوظ مقام بھی ہے

امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ہم نے وہاں نہیں جانا بلکہ ہمارے سامنے ایک مقام ہے جہاں ہم نے جانا ہے اگر تم ہماری نصرت کر سکتے ہو تو پھر تم ہمارے ساتھ چلو

اس نے عرض کیا آقا میں اپنے خاندان کیلئے سامان خورد و نوش لے کر واپس جا رہا ہوں مناسب یہ ہوگا کہ میں یہ سامان خورد ونوش اپنے قبیلے تک پہنچا آؤں اور جتنے انصار ممکن ہوں وہ بھی آپ کیلئے وہاں سے لے آؤں اور مجھے قوی امید ہے کہ میں اپنے قبیلے کو اس پر آمادہ کرلوں گا کہ وہ آپ کی نصرت کریں ......امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ہاں جس کا نصیب ہوگا وہ ہماری نصرت کر سکے گا ......شیعوں کو ہمارے سلام کہنا

یہ فرما کر رہوار کا رخ واپس موڑ لیا اور طرماح بن حکیم وہاں سے روانہ ہو گیا

طرماح بن حکیم یربوعی حنفی جبال رویہ میں پہنچا وہاں اس نے سارے قبیلے کو جمع کیا اور ان لوگوں کو حالات سے آگاہ کیا اور کوفہ کی ساری صورت حال بتائی کہ کوفہ میں یہ قیامت آ چکی

ہے کہ انہوں نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو خود خط لکھے اور اس وقت ان کی نصرت پر کوئی آمادہ نہیں ہے اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کوفہ کے قریب پہنچ چکے ہیں اور کوفہ جانے کے راستے بند ہیں ...... میں نے نبی زادیوں صلوات اللہ علیہن کے محمل بھی صحرائے کوفہ میں سفر کرتے ہوئے دیکھے ہیں اب ہمارے لئے ان کی نصرت کرنا ضروری ہے، اس کی آواز پر کسی نے کان نہ دھرا اور سارے لوگوں نے خاموشی کو ترجیح دی، اس نے دن رات لوگوں میں تبلیغ کی کہ ہمارے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو ہماری نصرت کی ضرورت ہے اور تم ابدی جہنم خرید کر رہے ہو کیونکہ ترک نصرت جہنم کو دعوت دینے کے برابر ہے

اسی طرح یہ لوگوں کو آمادہ کرتا رہا اور یوں کئی دن گزر گئے، اس کی مسلسل کوشش کے بعد چند نوجوان اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے اس نے ان سے کہا کہ ہم کل صبح کو یہاں سے روانہ ہوں گے اور دوسرے دن ہم اپنے شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں پہنچ جائیں گے......اگلے دن یہ تیار، ہوئے سفر شروع کیا

یہ دس محرم الحرام کا دن تھا یہ سفر کرتے رہے مگر اس دن آسمان کا رنگ زرد تھا جو کسی صحرائی طوفان کے آنے کی علامت سمجھا جاتا تھا جب دوپہر کا وقت ہوا تو اس آسمان سے خاک برسنے لگی ...... یہ وہی وقت تھا جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام شبیہ پیغمبر شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام کی لاش کو سینے سے لگا کر فرما رہے تھے☆یا بنی علی الدنیا بعدك العفا

اے نور نظر آپ کے بعد تو دنیا پر خاک ہی ہے ......اسی فقرے کی وجہ سے آسمان سے خاک کی بارش ہوئی تھی یہ خاک پوری دنیا پر برسی تھی ......انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ہمیں گھوڑوں کی رفتار تیز کرنا چاہیے کہیں کوئی طوفان آ گیا تو ہم صحرا میں پھنس جائیں گے انہوں نے گھوڑے دوڑائے اسی طرح سفر کرتے کرتے وہ وقت آ گیا جب ظالمین خیام کی طرف بڑھے تھے تو ساری دنیا تاریک ہو گئی تھی سیاہ آندھی چلی اور آسمان سے خون کی

بارش شروع ہوگئی

انہوں نے وہ رات صحرا میں گزاری صبح کے قریب پھر انہوں نے سفر شروع کیا مگر ساری رات یہ سو نہیں سکا...... اگلے دن دوپہر کے قریب قصر بنی مقاتل کے قریب پہنچا تو سامنے سے ایک فوجی دستہ آتے ہوئے نظر آیا...... اس نے بڑھ کر سلام کیا تو ان میں عبداللہ بن قطبہ نبھانی ملعون (جو شریکۃ الحسینؑ صلوات اللہ علیہا کے بڑے بیٹے جناب عون کا قاتل تھا) اور اس کا ساتھی سماعۃ بن زید نبھانی آرہے تھے...... اس نے سماعۃ بن زید نبھانی سے سوال کیا کہ کیا آپ لوگوں کو ہمارے شہنشاہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں علم ہے کہ وہ کہاں قیام پذیر ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ وہ تو شہید ہو چکے ہیں...... جونہی اس نے یہ سنا تو اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا مجھے اس طرح کا بھونڈا مذاق اچھا نہیں لگتا تو کیا بکواس کر رہا ہے؟

اس نے جواب دیا تو مجھے کیوں مار رہا ہے سارے لشکر سے پوچھ لے کل ہم سب نے مل کر انہیں پورے خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام سمیت شہید کر دیا وہ ھل من ناصر ینصرنا فرماتے رہے مگر کوئی ان کی امداد تک کو نہیں آیا اور تو اب ہمیں مار رہا ہے...... اگر تمہیں یقین نہ آئے تو اسی مقام پر بیٹھ جا ابھی تھوڑی دیر بعد ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کی بہو بیٹیاں صلوات اللہ علیہن عظمت وشان کے ساتھ کوفہ لائی جاتی ہوئی خود دیکھ لینا

جب اس نے یہ سنا تو واحسیناہ کہہ کر غش کھا کر گھوڑے سے گر گیا...... اسی بے ہوشی کے عالم میں اس کے ساتھی اسے اٹھا کر واپس جبال رویہ کی طرف چل پڑے

**﴿اس واقعے کے نکات﴾**

(1) جب بھی امام زمانہ نصرت کیلئے یاد کریں تو پھر اپنی ذات کو پیش کر دینا چاہیے نصرت کے وقت کو دور نہیں سمجھنا چاہیے یعنی جو سمجھتا ہے کہ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے میں اپنے

دنیاوی کام سمیٹ لوں اس کے بعد آ کر نصرت کروں گا تو ایسا شخص محروم رہ جاتا ہے یعنی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے

(2) اہل وعیال کے خورد ونوش کا خیال تک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حق ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف ماں، باپ، بیوی، بچوں اور سارے خاندان سے زیادہ اہم ہے اس لئے سارے رشتوں کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے نصرت کو اوّلیت دینا چاہیے

(3) اس میں یہ درس بھی ہے کہ اگر خود ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کسی دوسرے شخص کو نصرت کی دعوت دینے کا حکم فرمائیں تو علیحدہ بات ہے ورنہ دوسروں کے چکر میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو انسان اپنی ذات کی بجائے دوسروں کو نصرت پر آمادہ کرنے میں وقت گزارتا ہے وہ بعض اوقات محروم ہو جاتا ہے اسی لئے ہمیں یہ فرمایا گیا تھا کہ جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی آواز سنو تو پھر جہاں کھڑے ہو وہیں سے روانہ ہو جاؤ ماں، باپ، بہن، بھائی اور کسی دوست وغیرہ تک کا انتظار نہ کرو

(4) اس واقعے میں ہمیں سبق بھی دیا گیا ہے کہ اگر نصرت میں تھوڑی سی غفلت بھی کی جائے تو انسان ایسا محروم ہوتا ہے کہ ساری زندگی پچھتا تا رہتا ہے

اس واقعے میں اور بھی بہت سے نکات ہیں جو تلاش کرنے والے کو مل سکتے ہیں

اس دور میں ہمارا تو یہی فریضہ ہے کہ دعا کریں کہ اس پاک گھر کا انتقام جلدی ہو

آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ ہمارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی ابدی حکومت جلدی قائم ہو اوّلین وآخرین کے مظلومین کا انتقام جلدی ہو

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھوالحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 7

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

ہم اس بات کو بار بار دہرا رہے ہیں کہ ہمیں خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام نے یہ درس دیا ہے کہ جیسا رویہ ہمارا اپنے ولی العصر کے ساتھ ہے ویسا رویہ آپ کا ہمارے ساتھ یعنی اپنے ولی العصر کے ساتھ ہونا چاہیے اور اس حقیقت کو عالمین پر کھولا ہے تو کربلا والوں نے کیونکہ کربلا ایک ایسا واقعہ ہے جو لمحاتی مظاہروں میں لامتناہی کرداروں کو راستہ دکھا گیا ہے یعنی اس کائنات میں جب تک انسان موجود ہے اس کیلئے عمل کی راہیں متعین ہوگئی ہیں اب ان راہوں پر چلنے کی ضرورت ہے اور نتائج پہلے سے دکھائے جا چکے ہیں

کربلا معلیٰ کا وہ عظیم واقعہ جسے کائنات کی چشم عبرت نے کچھ لمحات کیلئے دیکھا تھا اس میں آنے والی پوری انسانیت کیلئے ایک مکمل دین کا درس تھا

دوستو کبھی آپ نے سوچا ہے دین کیا ہوتا ہے؟

اگر آپ غور کریں تو آپ پر یہ ثابت ہوجائے گا کہ پورے کا پورا دین اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام سے متعینہ رویوں کا نام ہے یعنی اگر ہماری سوچ اور ہمارے کردار سے اپنے زمانے کے امام کو نکال دیا جائے تو دین باقی ہی نہیں رہتا ہے

ان الدین عند الله الاسلام یعنی اللہ جل جلالہ کے نزدیک جسے دین کہا جا سکتا ہے وہ ہے اسلام اور اسلام ان رویوں کی سلامتی اور باقی رکھنے کا نام ہے جو اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں ...... جس نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کو سمجھا اور حقوقِ امام کی ادائیگی کی اور اسے بھرپور عمل سے سلامت رکھا وہ مسلمان رہا اور جن سے امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی اطاعت سلامت نہ رکھی جا سکی ان کی محبت اور وفاداری سلامت نہ رہ سکی ان کا دین سلامت نہ رہا اور اللہ جل جلالہ نے دین کا نام ہی اسلام رکھ دیا جو سلامتی سے نکلا ہوا لفظ ہے اور یہ سلامتی عقیدۂ امامت اور اس کے تقاضوں کو قائم اور سلامت رکھنے کا نام ہے اسی لئے تو فرمایا گیا تھا کہ جب تم مومنین کوئی نافرمانی کرتے ہو تو اس سے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور بیعت ٹوٹنے کے بعد از سرنو کلمہ پڑھنا چاہیے، از سرنو صلوات پڑھنا چاہیے اور از سرنو زمانے کے امام کی بیعت کرنا چاہیے اور از سرِ نو دشمن سے بریت کرنا چاہیے کیونکہ بیعت کا ٹوٹنا جاہلیت و کفر ہے جیسا کہ ارشاد ہے

☆من مات ولیس له بیعت و عقد للامام مات میتة الجاهلیه......

جو شخص مر گیا اور اس کے گردن میں امامِ وقت کی بیعت اور عہد کا قلادہ نہ ہوا وہ جاہلیتِ کفر کی موت مر گیا

دوستو!......کبھی آپ نے سوچا ہے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟

فرمایا یہ گیا ہے کہ☆المسلم من سلم المسلمون من للسانه و یده

یعنی جس کے ہاتھوں اور زبان وغیرہ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں وہ مسلمان ہے

اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہوا کہ جس کے ہاتھوں اور زبان وغیرہ سے کسی بھی دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے

اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ جب چور چوری کرتا ہے ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں رہتا......کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ اس کے مسلمان نہ رہنے کی اصل وجہ کیا ہے؟......حقیقت یہ ہے انسان جب ایسی نافرمانیاں کرتا ہے تو اس سے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور بیعت کے ٹوٹنے کی وجہ سے وہ شخص مسلمان نہیں رہتا......اگر ہم آسان لفظوں میں دین اسلام کی تعریف کریں تو وہ یہ ہوگی

ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی منشا وخواہش کے مطابق اپنی زندگی گزارنا اور اپنے جملہ متعلقات کو استعمال کرنا ہی دینِ اسلام ہے کیونکہ زمانے کے امام کی کوئی مرضی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ جل جلالہ کی مرضیوں کا ترجمان ہوتا ہے

اگر ہم یہ چاہیں کہ دیکھیں کہ اللہ جل جلالہ کی مرضی کیا ہے تو سوائے امام وقت علیہ الصلوات والسلام کے کسی دوسرے ذریعے سے سو فیصد درست مرضی و رضا ہم دریافت کر ہی نہیں سکتے جیسا کہ قرآن کریم میں تو ہر حکم تشنہ تفصیل ہے اور کثرت سے متشابہات ہیں اسی طرح احادیث کا سلسلہ ہے تو اس میں بھی اشتباہات ہی اشتباہات ہیں کیونکہ معصومین علیہم الصلوات والسلام ☆ کلموا الناس علی قدر عقولھم کے پابند تھے اس لئے سامعین کے ظرفِ عقل کے مطابق انہوں نے کلام فرمائی جو سب کیلئے نہ تھی بلکہ اس ظرف وعقل کے لوگوں کیلئے تھی جو وہاں موجود تھے اسی لئے ہمیں احادیث میں بھی تضاد نظر آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ تضاد احادیث میں نہیں بلکہ سامعین حدیث کے ظرفوں اور عقلوں کا تضاد ہے جو ہمارے سامنے احادیث کے تضاد کی شکل میں آتا ہے اس کے علاوہ ایک وجہِ تضاد یہ بھی ہوتی ہے کہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کسی بات کو کبھی روحانیاتی حوالے سے بیان فرماتے ہیں، کبھی عرفانیاتی حوالے سے، کبھی شرعی حوالے سے، کبھی فقہی حوالے سے، کبھی کسی علم کے حوالے سے اور کبھی کسی علم کے حوالے سے تو ان علوم کی اصطلاحات میں فرق ہوتا ہے جو احادیث

کے تضاد کی طرح نظر آتا ہے جبکہ وہ تضاد نہیں ہوتا ......اس کی مثال میں اپنے حوالے سے پیش کرتا ہوں کہ میں نے اسلام کی تعریف کئی طرح سے بیان کی ہے کبھی صاحبان عرفانیات کے حوالے سے، کبھی صاحبان روحانیات کے حوالے سے، کبھی کسی حوالے سے کبھی کسی حوالے سے تو اس طرح بعض دوستوں کو میرے بیانات میں بھی تضاد نظر آتا ہوگا جبکہ یہ تضاد و اختلاف، اختلافِ علوم ہے نہ کہ میرے نظریات کا اختلاف ہے اس لئے جو ان علوم سے آشنا ہوتا ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ اختلاف نہیں ہے......اس کی ایک مثال عرض کر دوں

ایک لفظ ہے ''سبب'' جب میں اسی لفظ کو استعمال کرتا ہوں تو آپ کو اس میں اختلاف نظر آئے گا

لغوی اعتبار سے سبب اس رسی کو کہتے ہیں جو کنویں کے ڈول کے ساتھ بندھی ہو

اصطلاحی طور پر سبب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا ذریعہ ہو

علم العروض میں سبب دو حرفی الفاظ کو کہا جاتا ہے جب دونوں متحرک ہوں یا ایک تو انہیں سبب خفیف یا سبب ثقیل سے پہچانا جاتا ہے

علم الزحافات میں سبب عامل زحاف کو کہا جاتا ہے

اسی طرح جملہ علوم میں یہ لفظ اپنے اپنے اصطلاحی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ایک ہی آدمی جب اسے کئی معنوں میں استعمال کرے گا تو اختلاف تو نظر آئے گا لیکن جو ان علوم سے آشنا ہوگا اسے یہ تضاد نظر نہ آئے گا اسی طرح فرامین معصومین علیہم الصلوات والسلام میں کوئی اختلاف و تضاد و تناقض نہیں ہوتا لیکن ہمیں نظر آتا ہے اس لئے ان کے فرامین کو سمجھنے کیلئے ان جیسا عالم ہونا ضروری ہے جو ہم نہیں ہو سکتے اس لئے ہمارے پاس ہر بات کو سمجھنے کیلئے ایک راستہ رہ جاتا ہے یعنی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف

دیکھیئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ جب کوئی انسان اپنے ولی العصر کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں رہتا

دوستو!...... یہ بات آپ دیکھیں کہ اوّل ولی العصر کون ہے؟......اللہ جل جلالہ

اس کا اوّل مسلم کون ہے؟ ......سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیونکہ خود سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا☆انا اوّل المسلمین

اب کلیہ یہ ہے کہ جو بھی اپنے ولی العصر کی نافرمانی کرتا ہے وہ مسلمان نہیں رہتا

اس پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام پر یہ کلیہ اپنے ولی العصر یعنی اللہ کے حوالے سے ہوگا اگرچہ اس کا امکان تک موجود نہیں ہے اور ہمارے لئے اپنے اولیائے عصر علیہم الصلوات والسلام کے حوالے سے ہوگا

دوستو!......ممکن ہے کوئی شخص اوّل المسلمین سے کوئی دوسرا مطلب نکالنے کی کوشش کرے تو اس کیلئے عرض کرتا چلوں کہ اوّلیت فی التسلیم سے مراد اوّلیت زمانی نہیں ہے بلکہ اوّلیت مراتب ہے جس کے معنی ہیں اوّلین اطاعت الٰہی ہماری ہے یعنی اطاعت اِلٰہی ہمارے لئے اوّلیت رکھتی ہے اور تمہارے لئے ثانوی حیثیت رکھتی ہے یعنی تمہیں یہ ہمارے حوالے سے میسر ہوسکتی ہے بلا واسطہ نہیں ہوسکتی

یہ عرفانیات کا ایک بہت بڑا موضوع جسے یہاں نہیں چھیڑا جا سکتا

ہاں تو دوستو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دین حق دراصل ولی العصر کی نصرت ہی ہے کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا متعینہ رویہ (خیر) رواج پذیر ہو اور دشمن اپنا کردار (شر) وبائی انداز میں پھیلانا چاہتا ہے اور ان حالات میں اگر کوئی خیر کی ترویج کرتا ہے یا خیر پر قائم رہتا ہے تو وہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرتا ہے

دوستو یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ نصرت امام وقت علیہ الصلوات والسلام کی ایک سو سے زیادہ

اقسام و پہلو ہیں ان میں سے نصرت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان منشائے امام علیہ الصلوات والسلام پر اپنی زندگی گزارے، نصرت کا یہ اوّلین درجہ بھی ہے کہ جس کے بغیر کوئی مومن تو کجا مسلمان بھی ثابت نہیں ہوسکتا

## وقوع نصرت

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نصرت کا عمل کیسے واقع ہوتا ہے؟

دوستو!......انسان جب کسی کی نصرت کرتا ہے تو اس نصرت کرنے کا عمل مراحل سادسہ سے گزرتا ہے

(1) پہلا مرحلہ ہے ''مہیجِ خارجی'' ......یعنی سب سے پہلے کسی انسان کو کسی طرف سے نصرت کی تحریص و ترغیب ملتی ہے

(2) دوسرا مرحلہ ہے ''مہیجِ داخلی'' ......یعنی جب کسی انسان کو باہر سے کوئی شخص نصرت کی ترغیب دیتا ہے تو سب سے پہلے انسان کے اندر ایک تحریک ہوتی ہے کہ جو انسان کی ذات میں نصرت کی آمادگی پیدا کرتی ہے

(3) تیسرا مرحلہ ہے ''میلان''......یعنی جب انسان کے اندر مہیج داخلی نصرت پر آمادہ کرتی ہے تو اس کے بعد میلان یعنی نصرت کی طرف ذہنی و قلبی جھکاؤ پیدا ہوتا ہے

(4) چوتھا مرحلہ ہے ''ارادہ'' ......یعنی میلان کے بعد انسان نصرت کا ارادہ کرتا ہے لیکن نصرت کا ارادہ کبھی عزم میں بدلتا ہے اور کبھی ختم ہو جاتا ہے اور انسان نصرت نہیں کرتا کیونکہ 50% پچاس فی صد ارادے عزم میں تبدیل نہیں ہوتے

(5) پانچواں مرحلہ ہوتا ہے ''عزم'' کا ......یعنی ارادے کے بعد عزم پیدا ہوتا ہے جو ارادے کی مضبوط شکل ہوتی ہے اور 98% فیصد عزم عمل میں تبدیل ہو جاتے ہے

(6) چھٹا مرحلہ ''عمل'' کا ہوتا ہے یعنی عزم کے بعد عمل واقع ہوتا ہے
حقیقت یہ ہے کہ انسان کی مہیج اوّل سے لے کر مدد تک کا عمل انسان کے اندر لاکھوں طرح کے آٹو میٹک پراسسز (Automatic Processes) سے گزر کر وقوع پذیر ہوتا ہے اس کی ہم ایک مثال دیتے ہیں...... آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی آدمی چند غنڈوں میں گھرا ہوا مدد کیلئے پکار رہا ہے اور غنڈے اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں دس ہزار روپے ابھی دو...... بہت سے لوگ وہاں کھڑے ہوئے ہیں آپ دیکھیں گے کہ وہاں موجود مجمع پر اس کی نصرت طلبی کے متعدد اثرات ہوں گے

() ایک آدمی کہتا ہے بھائی بھاگ چلو یہاں تو قتل ہونے والا ہے اس کے اندر نصرت کی مہیج ہی پیدا نہیں ہوئی

() وہاں کھڑا ہوا ایک دوسرا آدمی ان غنڈوں کو زبانی طور پر روکنے کی کوشش کرتا ہے اس میں مہیج داخلی پیدا ہوئی ہے

() کچھ آدمی کہتے ہیں چلو یار ہم اتنے سارے لوگ کھڑے ہیں اس آدمی کو بچالیں مگر کوئی ساتھ جاتا نہیں...... ان میں میلان اور ہمدردی پیدا ہوئی ہے

() ان میں سے ایک آدمی باہر نکل کر ان غنڈوں کو روکتا ہے اور کہتا ہے اسے چھوڑ دو پیسے میں ادا کروں گا...... اس میں ارادہ کارفرما ہے

() ایک آدمی آتا ہے اور وہ غنڈوں کو روکتا ہے جب وہ نہیں رکتے تو وہ خود اس لڑائی میں شریک ہو جاتا ہے...... اس آدمی کے ارادے نے عزم کا درجہ پالیا ہے اور اس کا نصرت کرنے کو پہنچ جانا اس کا آخری مرحلہ ہے

دوستو اس ساری کاروائی میں آپ نے دیکھا کہ بات ہمدردی سے شروع ہوتی ہے یعنی دل میں جو پہلی چیز جنم لیتی ہے وہ نصرت طلب کرنے والے کیلئے دل میں نرم گوشہ ہے جو

ہمدردی کے پہلی سیڑھی ہے......اس ابتدائی ہمدردی میں کوئی بھی کسی قسم کی قربانی نہیں دیتا بلکہ مظلوم کیلئے تھوڑی سی ہمدردی رکھتا ہے

یہ بھی ایک اصول ہے کہ دل کے اندر جتنی مقدار میں مظلوم سے ہمدردی ہوگی اسی مقدار کے برابر ظالم کے خلاف اس کے دل میں نفرت ضرور ہوگی یہ توازن ہمیشہ برقرار رہتا ہے یہ تو ناممکنات میں سے ہے کہ انسان کو مظلوم سے ہمدردی بھی ہو اور ظالم سے نفرت بھی نہ ہو...... جہاں تولاّ ہوگا وہاں تبرے کا ہونا لازم ہے

دوستو یہ بھی یاد رہے کہ ''تولاّ ''لازم ہے اور'' تبرا''ملزوم ہے اور یہ ایک مسلمہ ہے کہ لازم پہلے ہوتا ہے اور ملزوم بعد میں ہوتا ہے مگر یہ بھی ایک عجیب حقیقت ہے کہ ''تبرا'' ملزوم ہونے کے باوجود ''تولاّ '' سے پہلے ہوتا ہے

آپ دیکھیں اللہ جل جلالہ نے کلمہ طیبہ میں پہلے ''لا الہ'' کو رکھا ہے جو'' تبرا'' ہے اور ''الا اللہ'' بعد میں ہے جو'' تولاّ '' ہے اب اگر آپ ترتیبی حساب سے رکھیں تو تولاّ تبرا نہ کہیں بلکہ تبرا و تولاّ کہنا چاہیے کیونکہ اوّلیت تبرے کو حاصل ہے

دوستو یہ بھی عجیب بات ہے کہ تولاّ و تبرا کو فروع دین میں رکھا گیا ہے جبکہ یہ اصل امامت کی شرط ہے اور اسے اصول میں شامل سمجھنا چاہیے...... آپ دیکھیں کہ امامت ہمارے اصول دین میں شامل ہے اور امام کی ولا کو امام کے ساتھ ہونا چاہیے یا باہر فروعات میں؟......

دیکھئے لا الہ جملہ خداؤں کی نفی ہے اور الا اللہ ایک خدائے واحد کا اثبات ہے

تو کیا ہم الا اللہ کو اصول میں رکھ دیں اور لا الہ کو فروع میں تو کیا یہ درست ہوگا؟ اس طرح تو یہ عقیدہ بن جائے گا کہ اللہ کو ماننا واجب ہے اور باقی خداؤں کا نہ ماننا فروعی چیز ہے اسی طرح اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کو امام کہہ دینا اصول میں شامل ہے اور اس کی ولایت کا اقرار کریں یا نہ کریں پھر بھی ہم مومن ہیں......کیا امام کو امام کی ولا کے بغیر بھی

امام مانا جا سکتا ہے؟ امام کو رکھیں اصول میں اور ولا کو رکھیں فروع میں تو یہ کلیہ درست نہیں بلکہ تولاّ شرط امامت ہے اسے مشروط کے ساتھ ہونا چاہیے اور تبرا اس کا ملزوم ہے یعنی جس سے محبت ہوگی اس کے دشمن سے نفرت و دشمنی لازماً ہوگی اور اسی مقدار میں ہوگی جس مقدار میں محبت ہوگی

میں نے ایک مجلس میں عرض کیا تھا کہ جو انسان دشمنی نہیں کرسکتا وہ دوستی نہیں کرسکتا اب یہاں اس کا اعادہ نہیں کرسکتا بات یہی ہے کہ جو دشمنی نہیں کرسکتا وہ دوستی نہیں کرسکتا اچھا دشمن ہی اچھا دوست ہوسکتا ہے

دوستو!...... حقیقت یہ ہے کہ انسان جب بھی اور جہاں بھی کسی کی مدد کرتا ہے تو وہ مدد ایک طرح کی قربانی ہوتی ہے مدد و نصرت انسان کی ایک قربانی کی طرح ہوتی ہیں کیونکہ ہمدردی جو پیدا ہوتی ہے وہ مدد نہیں ہوتی بلکہ نصرت و مدد کی آمادگی ہوتی ہے اور مدد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے انسان کچھ نہ کچھ قربان کرتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قربانی جو مدد کی شکل میں دی جا سکتی ہے وہ تین طرح کی ہے کیونکہ انسان کے کل سرمائے تین ہیں جنہیں متاعات ثلاثہ کہا جاتا ہے یعنی مال، جان، عزت و ناموس

انسان جب کسی سے دوستی یا محبت کرتا ہے تو اس کی محبت یا دوستی کی پوٹنسی (Potency) یا شدت کی تین مقداریں ہوتی ہیں یعنی تین درجات ہوتے ہیں جن سے ہم ان کی محبت کی شدت کو ماپ یا پرکھ سکتے ہیں جب انسان کسی سے ایسی محبت کرتا ہو کہ جس میں وہ محبوب پر اپنا مال قربان کرنے یا مالی مدد و نصرت تک محدود ہو تو اس وابستگی کیلئے عربی میں لفظ الفت استعمال ہوتا ہے ...... کیونکہ انسان اس پر متاع ادنیٰ قربان کر رہا ہوتا ہے اس لئے یہ وابستگی محبت کا ادنیٰ ترین درجہ شمار ہوتی ہے یا یوں سمجھ لیں کہ ہمدردی کے بعد کا درجہ یہی الفت ہوتی ہے جس میں انسان کسی کی مالی حد تک مدد کرتا ہے اس کی ایک اور صورت بھی

ہوتی ہے کہ اگر انسان کسی کی محبت یا وابستگی دولت دے کر خرید سکتا ہے تو یہ الفت کہلاتی ہے جیسا کہ عربی میں اسے تالیف قلوب کا نام دیا جاتا ہے یعنی کسی کی حوصلہ افزائی یا دولت سے یا کسی مالی چیز سے نواز کر اس کے دل میں ایک ادنیٰ سا جھکاؤ پیدا کرنا تالیف قلوب کہلاتا ہے جیسا کہ مال کے خرچ کیلئے دور اوّل میں مدات فرمائے گئے تو اس میں فرمایا گیا تھا کہ ☆للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمولفة قلوبھم

یعنی مال کو مساکین وفقرا پر خرچ کرنا کیونکہ وہ محروم طبقہ ہے یا پھر ان پر جو عاملین ہیں یعنی انتظامیہ کے اخراجات کے ذمہ دار ہیں اس کے بعد جو مد آئی ہے وہ مولفة القلوب کی ہے یعنی کچھ لوگوں کی ہمدردیاں خریدنا پڑیں تو اس پر خرچ کریں

اسلام کے دور اوّل میں تو محسنہ اسلام صلوات اللہ علیہا کی ساری دولت اسی تالیف قلوب پر صرف ہوئی تھی اور لوگوں نے حصولِ دولت کیلئے اسلام کی چادر اوڑھ لی تھی جو سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال اِلٰہی کے بعد اتار پھینکی تھی

دوستو!...... یہ بات تو آپ سمجھ گئے کہ جو ہمدریاں دولت کے ذریعے حاصل کی جائیں یا جو ہمدردی دولت دے کر باقی رکھنے پر انسان کو گھاٹے کا سودا نظر نہ آئے اس وابستگی کو الفت کہتے ہیں اور یہ محبت کا انتہائی پست درجہ شمار ہوتا ہے یا اسے محبت کا نام نہ بھی دیں تو بھی درست ہوگا کیونکہ تالیف محبت ہوتی ہی نہیں اور جو مال تک کی قربانی سے گریز کرتا ہے وہ تالیف کے دائرے سے بھی خارج ہو جاتا ہے

دوستو!...... انسان کی دوسری متاع ہوتی ہے ''جان'' ...... اگر انسان کسی کی محبت میں جان تک کی قربانی دے سکتا ہو اور اسے گھاٹے کا سودا تصور نہ کرے تو اس وابستگی کو عربی میں

محبت کہتے ہیں اس میں نچلے درجے والی چیز خود بخود شامل ہو جاتی ہے یعنی جس کی دوستی میں مال اور جان دونوں کی قربانی دی جاسکے اسے عربی میں محبت کہتے ہیں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے جہاں جہاں فرمایا ہے واللہ یحب التوابین یا اسی طرح یحب المتطھرین فرمایا یا یہ فرمایا ہے کہ واللہ لایحب الظالمین و کافرین و معتدین ......تو اس کے معنی کیا ہوں گے؟

اس کیلیئے عرض کروں گا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کسی مومن کیلیئے یہ قطعی پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی ظالم یا کافر یا معتد کیلیئے اپنی جان گنوائے اس لئے اس بات کو اس پیرائے میں بھی بیان فرمایا کہ اللہ کسی ظالم سے محبت نہیں کرتا یعنی وہ کسی مومن کو اس پر جان لٹانے کی اجازت نہیں دیتا...... یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر ہم پہلے بھی کئی مرتبہ بات کر چکے ہیں اب ہم اگلی منزل کی طرف جاتے ہیں

## ☆ ﴿مؤدت﴾

دوستو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ انسان کے تین سرمائے ہیں جن میں سے سب سے بڑی متاع و دولت ہے انسان کی عزت و ناموس

اگر انسان کسی کی محبت کے اس مقام تک پہنچا ہوا ہو کہ جہاں وہ اپنی عزت و ناموس کی قربانی دینے پر بھی آمادہ ہو سکتا ہو تو اس محبت کو عربی میں مؤدت کہتے ہیں یعنی انسان کے دل میں اگر محبت اس قدر شدید ہو کہ کسی پر وہ اپنی مال و جان اور عزت و ناموس تک کی قربانی دینے تک کو گھاٹے کا سودا نہ سمجھتا ہو تو پھر اس محبت کا نام مؤدت ہے......اس لئے اللہ جل جلالہ نے فرمایا تھا کہ

☆ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا (96) مریم

جو لوگ ایمان لائیں گے اور وہ اعمال صالح بجالائیں گے تو عنقریب اللہ جل جلالہ ان کیلئے ایک مقام مؤدت قرار دے گا

اسی طرح جب لوگوں نے رسالت کا اجر دینے پر آمادگی ظاہر کی تو اللہ جل جلالہ نے فرمایا☆ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ......یعنی اگر مؤدت سے بڑھ کر انسان کے پاس کوئی دولت ہوتی تو اللہ جل جلالہ یہی دولت طلب فرماتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے مؤدت ہی کو طلب کیا ہے کہ قربیٰ پر جان و مال وعزت و ناموس تک کی قربانی دینا ہی رسالت کا اجر ہے اگر ان میں سے کسی ایک چیز کو ان سے پیارا کیا گیا تو شرائط مؤدت پورے نہ ہوں گے اور تم اجر رسالت کے چور اور ناہندہ قرار پاؤ گے اس بات سے تو سارے لوگ آشنا ہیں کہ مال صدقہ ہوتا ہے جان کا، اور جان صدقہ ہوتی ہے عزت و ناموس کا، اور عزت و ناموس صدقہ ہوتے ہیں دین اور ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ عزت و ناموس جس وابستگی پر قربان کئے جا سکتے ہوں اسے مؤدت کہا جاتا ہے یعنی ثابت ہوا کہ دین ہے ہی ''مؤدت''

دوستو یہ بھی عرض کر دوں کہ مؤدت اور محبت میں بہت فرق ہوتا ہے اور اس میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ مؤدت کرنے کا حکم ہے کیونکہ مؤدت ہوتی نہیں کی جاتی ہے اور محبت ہو جاتی ہے کی نہیں جاتی

دوسرا فرق یہ ہے کہ محبت کسی سے بھی ہوسکتی ہے جبکہ مؤدت کیلئے ہمیں ایک ڈائریکشن (Direction) دے دی گئی ہے اس کے علاوہ جس سے بھی مؤدت کریں گے وہ باطل ہوگی

دوستو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مؤدت کی دو صورتیں ہوتی ہیں

( ) مؤدت قصدی ( ) مؤدت غیر قصدی

مؤدت قصدی یہ ہوتی ہے کہ انسان احسانات اور فرائض کو دیکھتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے

بھی اپنی جان، مال، عزت و ناموس تک کی قربانی دیتا ہے مگر اس میں وہ اپنے فرائض کو سمجھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی یہ قربانیاں پیش کر دیتا ہے حالانکہ اس میں اسے وہ خوشی نہیں ہوتی جو ہونا چاہیے اسے عربی میں مؤدت کہتے ہیں اور عرفا اسے مؤدت قصدی کا نام دیتے ہیں

() مؤدت غیر قصدی وہ ہوتی ہے جو انتہائی شوق و اشتیاق میں جان، مال، عزت و ناموس تک کو قربان کرنے پر آمادہ کر دے اس مؤدت غیر قصدی کو عربی میں ''عشق'' کہتے ہیں

بہ الفاظ دیگر عشق اور مؤدت میں یہ فرق ہے کہ ''عقل و شرع کے حکم سے جذباتی اٹیچ منٹ (Attachment) یا لگاؤ کے بغیر قربانیاں دینا مؤدت ہے'' اور بھرپور جذباتی انداز میں انتہائی کمالِ شوق سے قربانیاں دینا مؤدت نہیں بلکہ عشق ہے

مؤدت اور عشق میں یہ بھی فرق ہوتا ہے کہ مؤدت کرنا پڑتی ہے اور عشق کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ یہ مالک کی عطا ہوتا ہے، مؤدت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ مؤدت عشق کی ابتدا ہے اور عشق مؤدت کی انتہا کا نام ہوتا ہے

اس لئے ہمیں مؤدت کرنے کا حکم ہوا ہے ''عشق'' کرنے کا نہیں کیونکہ یہ کرنے سے ہوتا ہی نہیں عطا ہو جاتا ہے

دوستو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کی مؤدت اور عشق منفی بھی ہوتے ہیں اور مثبت بھی ہوتے ہیں یعنی اگر راہِ حق پر مالکان حقیقی سے عشق ہو تو وہ عشق اِلٰہی قرار پاتا ہے اور اگر کسی غیر اللہ کا عشق ہو جیسا کہ ہمارے سامنے رومانی کہانیوں میں اور فیچر فلموں میں دکھایا جاتا ہے تو یہ بت پرستی ہوتی ہے اسی لئے شعرا اپنے محبوب مجازی کو صنم یعنی بت ہی کہتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کا شعر ہے

صنم آجکل کے خدا ہو گئے ہیں ...... محبت سے دیکھا خفا ہو گئے ہیں

جب یہ مؤدت غیر اللہ سے ہو عبد ود بنا دیتی ہے اور اگر مالک زمانہ علیہ الصلوات والسلام سے ہو تو عبد الصالح بنا دیتی ہے

اب ہم یہ چاہیں گے کہ مؤدت اور عشق کی مثالیں درس کربلا میں سے تلاشیں تاکہ ہمیں پوری طرح ان کا مفہوم سمجھ آ سکے مؤدت قصدی کی مثال ہمارے سامنے جناب ربیعہ بن خوط علیہ السلام کی ہے کیونکہ اس دور میں عقیدہ زیادہ بلند نہیں تھا مگر جتنا تھا اس پر عمل بڑا بھرپور تھا اور یہی بات تھی کہ جس نے اس دور کے اہل حق کو سب سے اونچے مقام پر لا کھڑا کیا تھا دوستو ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور کے لوگ خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں زیادہ بلند عقیدہ نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں نیک ہیں، عبادت گذار ہیں، سید ہیں اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں سفارش کی ہوئی ہے اور اللہ نے فرمایا ہوا ہے کہ ان سے محبت رکھیں اس لئے ہمیں ان سے محبت رکھنا چاہیے اور ان کی مدد کرنا چاہیے ...... اگر آپ آج کے دور میں دیکھیں تو ایک غریب مگر نیک سید کے بارے میں عام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے اس دور کے لوگوں کا پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں عام عقیدہ اسی طرح کا تھا اور یہ بھی تھا کہ سارے لوگوں میں یہ نظریہ بھی رائج تھا کہ سارے مسلمان جسے خلیفہ بنانے پر متفق ہو جائیں اس کی بیعت کرنا اور اس کی اطاعت کرنا اللہ کی بیعت و اطاعت ہے یہی اس وقت کے عام لوگوں کا عقیدہ تھا اور ان عام لوگوں میں سے ایک تھے جناب ربیعہ بن خوط الاسدی علیہ السلام

## ربیعہ بن خوط الاسدی الکوفی

دوستو!...... جناب ربیعہ بن خوط الاسدی جناب حبیب ابن مظاہر الاسدی کے چچازاد بھائی تھے کیونکہ جناب مظاہر اسدی اور خوط اسدی بھائی تھے

جناب ربیعہ نے اپنے لڑکپن کے دور میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کی تھی اس وجہ سے بعض لوگوں نے انہیں صحابی کا درجہ بھی دیا ہے کیونکہ صحابی کی تعریف یہی وضع کی گئی ہے کہ جس نے کبھی بھی سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہو وہ صحابی ہے ......ابن عساکر

جناب ربیعہ بن خوط اسدی نے جوانی کے دور میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا ساتھ دیا تھا اور وہ بھی اس لئے کہ سارے لوگوں نے چونکہ ان کی بیعت کر لی ہے اور یہ خلیفہ بن چکے ہیں تو ان کی اطاعت اور نصرت فرض ہے...... یہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے بعد کوفہ میں رہے اور امیر شام کی بیعت میں رہے کیونکہ ان کے بقول سارے لوگوں کا تسلیم شدہ خلیفہ وہی تھا

امیر شام نے اپنی موت سے قبل یزید ملعون کی بیعت لینا شروع کی تو انہوں نے اس کی بیعت صرف اس خیال سے نہیں کی کہ ابھی تو اس کی بیعت عام ہوئی نہیں ہاں جب اسے سارے مسلمان اپنا خلیفہ مان لیں گے تو ہم بھی اس کی بیعت کر لیں گے

امیر شام کی موت کے بعد کوفہ میں یزید ملعون کی بیعتِ عام کا اعلان ہوا اور نعمان بن بشیر انصاری نے سارے رؤسائے کوفہ کو بلا کر اس ملعون کی بیعت لی تو اس میں انہوں نے بھی اس کی بیعت کر لی اور اس پر قائم بھی رہے

بنی امیہ کی طرف سے اس وقت کے عام لوگوں کے ذہن میں خلیفہ کی بیعت کے بارے میں یہ عقیدہ راسخ کیا گیا تھا کہ خلیفہ وقت کی بیعت سے بڑھ کر اللہ جل جلالہ کو راضی کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ ہے ہی نہیں اور اس کی بیعت کے بعد انسان اپنی عقل سے کچھ نہیں سوچ سکتا بلکہ جو حکم خلیفہ دے اس کی تعمیل کرنا چاہیے چاہے اس میں کتنی بڑی قباحت ہی کیوں نہ ہو یہی وجہ تھی کہ مسلم بن عقبہ مری ملعون نے آخری وقت کہا تھا کہ میرے دامن میں ساری برائیاں ہیں مگر میں اپنی نجات کیلئے صرف ایک بات اللہ جل جلالہ کے حضور لئے

جارہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے خلیفہ وقت یزید ملعون کے حکم پر مدینہ طیبہ کو برباد کیا ہے اور معتبر صحابہ کرام کی ہتک حرمت اور قتل عام کیا ہے ان کی بیٹیوں کی آبروریزی کروائی ہے یہی اطاعت ہی مجھے بخشوا سکتی ہے کیونکہ خلیفہ وقت کے حکم پر اتنے بڑے ظلم کئے ہیں...... یہ تھا اس دور کے عام لوگوں کا عقیدۂ خلافت

جناب ربیعہ بن خوط اسدی فطرتاً ایک خشک مزاج زاہد ہی تھے عبادت کے رسیا سادہ لوح متدین انسان تھے اور دین کی باریکیوں میں نہیں پڑتے تھے بلکہ وہ اللہ جل جلالہ کی رضا کا واحد ذریعہ عبادت کو سمجھتے تھے اس لئے ہمیشہ مصلے سے چمٹے رہتے تھے

جب جناب مسلم علیہ الصلوات والسلام کوفہ تشریف لائے تو انہوں نے ان کی بیعت نہیں کی جب ان سے کہا گیا کہ آپ بھی جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی بیعت کرلیں تو انہوں نے کہا ہم تو یزید ملعون کی بیعت کرچکے ہیں اب بیعت کو توڑنا ہمارے ایمان کے خلاف ہے لیکن عملی طور پر یہ کوفہ کی تحریک میں شامل نہیں ہوئے بلکہ غیر جانبدار ہی رہے

جب ابن زیاد ملعون نے عمر ابن سعد ملعون کو کربلا کا مشن سونپا تو اس وقت اس ملعون نے کہا کہ ہمارے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ کا ہونا لازم ہے تاکہ ہمارا کام اسلامی شکل میں جسٹی فائی (Justify) کیا جاسکے...... اس وجہ سے ابن زیاد ملعون نے جہاں چند دیگر صحابیوں کو ابن سعد ملعون کے ساتھ بھیجا تھا وہاں انہیں بھی حکم دیا تھا کہ تم بھی جاؤ اور وہاں ابن سعد کی مدد کرو

جب یہ ابن سعد ملعون کے ساتھ کربلا معلیٰ کی سرزمین پر پہنچے تو اس ملعون نے آتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اس نے ایک آدمی کو تیار کیا کہ وہ جاکر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام سے دریافت کرکے آئے کہ وہ یہاں کس لئے تشریف لائے ہیں ان کے کربلا معلیٰ میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اس نے پہلے ایک دوسرے شخص کو تیار کیا وہ انتہائی کمینہ انسان تھا اسے تو کسی

نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام سے ملنے تک نہیں دیا اس کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے انہیں تیار کیا کہ آپ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام سے دریافت کریں کہ وہ یہاں کیسے تشریف لائے ہیں؟...... یہ فوراً تیار ہو گئے اور اس میں صلح کی ایک امید نظر آ رہی تھی اس لئے یہ تیار ہوئے اور جب یہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خیام کے قریب پہنچے تو پہرہ داروں نے روکا اور ایک آدمی کو بھیجا کے بارگاہ میں عرض کریں کہ ربیعہ بن خوط ابن سعد ملعون کی طرف سے پیغامبر بن کر آئے ہیں اور آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں......اس وقت بارگاہ اقدس میں جتنے کوئی بیٹھے تھے وہ حیران رہ گئے کہ یہ بھی ابن سعد ملعون کے ساتھ کربلا آ گئے ہیں؟ کیونکہ ان کے بارے میں سارے جانتے تھے کہ یہ تو متدین اور عبادت کے رسیا ہیں ان کا یہاں آنا سب کی توقع کے خلاف تھا، اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ انہیں جانتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہیں ہم اہل خیر وصلاح سے پہچانتے ہیں یہ جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام کے چچا زاد ہیں لیکن مقام تعجب ہے کہ اس لعین فوج میں یہ کس طرح شامل ہو گئے ہیں

اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ان سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کرو جب دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں امام سے ملنا چاہتا ہوں اس وقت جناب زہیر بن قین علیہ السلام نے دیکھا کہ انہوں نے اسلحہ زیب تن کر رکھا ہے......انہوں نے کہا آپ اگر امن کے سفیر بن کر آئے ہیں تو پھر اسلحہ باہر رکھ دیں اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کریں......انہوں نے فوراً اسلحہ ان پہرہ داروں کے حوالے کیا اور خدمتِ اقدس میں پہنچ گئے

بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور حضرت کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا اور پھر

پوچھا کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں تو آپ نے فرمایا کوفیوں نے مجھے خطوط و دعوت نامے بھیج کر بلایا ہے اس نے عرض کیا اے فرزند رسول علیک الصلوات والسلام جن لوگوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں وہ اس وقت ابن زیاد کے مقرب ترین انسان ہیں

اس کے بعد کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے آیات و احادیث تلاوت فرمائے اور آل اطہار علیہ الصلوات والسلام کے حقوق کا ذکر فرمایا اور اپنا حق ثابت کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ مؤدت کا تقاضہ یہ ہے کہ شہنشاہ وقت پر جان کی قربانی دینا چاہیے کیونکہ سرورکونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہی تاکید ہے

آپ نے فرمایا تم جاؤ اور میرا پیغام ابن سعد کو پہنچاؤ تو اس نے عرض کیا اے مولا وہ کون عقلمند ہے جو بہشت کو چھوڑ کر جہنم کی طرف جائے واللہ میں تو آپ پر ہی جان فدا کروں گا امام علیہ الصلوات والسلام نے اس کے حق میں دعا کی پس یہ خدمت امام میں رہا حتیٰ کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوا...... یہ تو صرف تاکید مؤدت کی وجہ سے نصرت پر آمادہ ہوئے اور شہید ہوئے

## مثالِ عشق

دوستو!...... واقعہ کربلا میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے تاکید مؤدت کی وجہ سے جان کی بازی نہیں لگائی بلکہ عشق امام علیہ الصلوات والسلام میں جان کی بازی لگائی ہے ان عشاق کی تعداد زیادہ ہے جن کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے

بنا کردہ چہ خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدند

خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را

ان عشاق پاک طینت میں سے ایک تھے...... **جناب جنادہ بن حارث انصاری**

ان کا تعلق بنی ازد کے قبیلے کی اس شاخ سے تھا جو سلمانی کہلاتی تھی اس لئے انہیں سلمانی

بھی کہا جاتا ہے یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بھی تھے اور کربلا کے میدان میں ان کی عمر سو سال سے بھی زیادہ تھی ......ابن عساکر

جس دور میں کوفہ کو آباد کیا گیا تھا تو اس وقت انہوں نے کوفہ میں قیام رکھا تھا ایک خیال یہ ہے کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی حکومت کے دور سے کوفہ میں قیام پذیر تھے

جنگ جمل، جنگ صفین اور نہروان میں بزرگ صحابیوں کے ساتھ انہوں نے بھی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کی تھی

جب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کوفہ تشریف لائے تھے تو جہاں دیگر اصحاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیعت کی تھی اور ان کیلئے بیعت پر لوگوں کو آمادہ کیا تھا اِنہوں نے بھی اسی طرح ان کی بیعت بھی کی تھی اور ان کی نصرت کیلئے کافی لوگوں کو آمادہ بھی کیا تھا

جب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام نے خروج فرمایا تو اس وقت یہ بنی ازد کے محلے میں تھے اور ان کا وہاں سے نکلنا محال ہو گیا تھا کیونکہ ایک تو ان کی ضعیفی حائل تھی دوسری بات یہ تھی کہ سارا محلّہ دشمنوں کا تھا مگر جب انہیں موقعہ ملا تو انہوں نے کوفہ سے نکلنے کا پروگرام بنایا تاکہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کی جائے اس دوران انہوں نے چند نوجوانوں کو تیار کیا اور کچھ اور ساتھی بنائے اور کوفہ سے رات کو نکل کھڑے ہوئے

یہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عذیب الھیجانات جو کوفہ سے جنوب مغرب کی طرف ایک صحرائی علاقہ ہے وہاں جا کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے کارواں میں اس وقت شامل ہوئے جب جناب حر علیہ السلام وہاں پہنچ چکے تھے اور جناب حر علیہ السلام نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو امام علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا یہ ہمارے ساتھی ہیں اگر تم لوگوں نے ان کو چھیڑا تو ہم ان کی حفاظت کریں گے پس حر علیہ السلام اور اس کے لشکر نے ان سے تعرض چھوڑ دیا جب روز عاشور ہوا تو اس وقت انہوں نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا

کہ آقا ہماری جانیں آپ پر نثار ہوں اب ہمیں بھی اپنے پاک ناناصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرخرو ہونے کا موقعہ عطا فرمائیں ہمیں بوڑھا سمجھ کر ہم سے لاپرواہی نہ کریں ہم آپ کے جوان فوجیوں سے کم نہیں ہیں ...... جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ان کی کیفیت دیکھی جھکی ہوئی کمر دیکھی، سفید ریش پر جاری آنسو دیکھے، کانپتے ہاتھوں میں عصا دیکھا، ابروں پر باندھا ہوا رومال دیکھا تو اپنے عاشق کی یہ ادا اتنی پیاری لگی کہ جا کر سینے سے لگا لیا فرمایا آپ بہت ضعیف ہیں آپ پر شرعاً بھی جہاد ساکت ہے آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ ہمارا مقصد پورا ہو جائے ...... یہ سن کر انہوں نے اپنے آپ کو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے قدموں پر گرا دیا اور عرض کیا کہ کیا آپ ہمیں ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا سے شرمندہ کروانا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ہمیں اپنے جد اطہر سے شرمسار دیکھنا چاہتے ہیں؟...... آقا آپ ہماری فکر نہ کریں ہم جنگ میں جان لڑائیں گے آپ کے دشمن ملاعین کی کئی جانیں لینے کے بعد جان دے کر آپ کے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرخرو ہوں گے

اجازت ملی تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے عمرو ابن خالد صیداوی سے فرمایا کہ آپ انہیں جنگ کیلئے تیار کریں سامان حرب ان کے جسم پر موزوں کریں جناب جنادہ بن حارث سلمانی کا غلام جس کا نام سعد تھا وہ ان کا سامان جنگ لایا اس طرح انہیں تیار کروایا گیا جب آپ روانہ ہونے لگے تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام میدان کی حد تک ان کے ساتھ تشریف لائے اور وہاں سے ان کے غلام سعد کو بھی ان کے ساتھ جانے کا حکم فرمایا اور جناب عمرو بن خالد صیداوی اور جناب مجمع بن عبداللہ عائذی سے فرمایا یہ بہت ضعیف ہیں اگر ان پر اجتماعی حملہ ہو جائے تو تم ان کی نصرت کرنا

مناقب شہر آشوب سے منقول ہے کہ جناب جنادہ بن حارث سلمانی علیہ السلام نے میدان جنگ میں آ کر رجز پڑھی اس کے بعد کئی جوانوں کو میدان میں للکارا اور اس ضعیفی کے

باوجود 16 جنگی ماہرین کو جہنم کے گھاٹ اتار دیا
جب انہوں نے اس طرح جنگ کا مظاہرہ فرمایا تو لشکرشام نے مل کر ان پر حملہ کیا جب ان پر اجتماعی حملہ ہوا تو ان کے غلام سعد نے نعرہ تکبیر بلند کیا اس کے بعد عمرو ابن خالد صیداوی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے بھی انہیں بچانے کیلئے جنگ میں شرکت کی مگر آنے والے دشمن زیادہ تھے ان چاروں افراد نے مل کر ایسی تلوار چلائی کہ لشکرشام کے بڑے بڑے جنگجو انگشت بدندان رہ گئے ......اس کے بعد لشکرشام کی پسپائی کو دیکھا تو ابن سعد ملعون نے ایک دستہ اور بھیج دیا جس نے آکر انہیں گھیر لیا یہ اس وقت بہت زخمی ہو چکے تھے ساتھ پیاس بھی تھی، جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے یہ منظر دیکھا تو شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام کو حکم فرمایا کہ ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کی فوراً نصرت فرمائیں ...... جنگ کا حکم ملنا تھا کہ کردگار وفا علیہ الصلوات والسلام شہباز فنا بن لشکرشام پر جھپٹے لشکرشام اپنے جوانوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہوا......شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام جناب جنادہ بن حارث کو بچوا کر اپنے ساتھ لائے ان کے سارے جسم سے خون جاری تھا مگر چہرے پر فخر اور جلال کی آمیزش سے ایک نئی سرخرو صبح طلوع ہو رہی تھی
کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا اب انہیں ان کے خیمہ میں لے جائیں ...... انہوں نے حیرت سے دیکھا اور عرض کیا کیا میری لاش آپ تک پہنچی ہے جو خیمے میں رکھنے کا حکم فرما رہے ہیں میں زندہ ہوں اور آپ کی نصرت تو ابھی باقی ہے کیونکہ جب تک دوش پر یہ سر باقی ہے میں نصرت اور فرض عشق سے کیسے سبک دوش قرار دیا جا سکتا ہوں؟
اس کے بعد دوبارہ جنگ کی اجازت چاہی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دوبارہ ان کے ساتھیوں کو ان کے ساتھ جانے کا حکم فرمایا اور ان چاروں پروانوں نے شمع امامت پر اپنی جانیں نچھاور کر دیں ......آخری سانسوں میں جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ان کے

سر پاک کو گود میں لیا تو انہوں نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی پیشانی چوم کر عرض کیا میں آپ کا یہ احسان کیسے اتار سکتا ہوں کہ آپ نے ہمیں اپنے نانا جان سے سرخرو ہونے کا موقعہ عطا فرمایا ہے...... یہی وہ عشق ہے جس کی وجہ سے آج بھی شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے زیارت ناحیہ میں ان عاشقان پاک باز کو سلام کیا جاتا ہے تو ان کا نام پاک لے کر شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے انفرادی سلام کیا جاتا ہے

آیئے ہم بھی انہیں دعا کریں کہ ان کے دلوں کی تشنہ حسرتوں کی جلدی تکمیل ہو اور ان کے منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کا جلدی خروج ہو اور ان کے دل کی ہر حسرت کی تکمیل ہو یہ اصحابِ باوفا اپنے مالک کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو اپنے گھر اطہر میں آباد و شاد دیکھ کر اتنے مسرور ہوں کہ انہیں ہر رنج و غم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھول جائے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم

**یامولا کریم عجل الله فرجک وصلوات الله علیک وعلی آبائک واولادك**
**وجعلنا من انصارك ولعنة الله علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 8

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف !

ہمارا موضوع تو آپ جانتے ہیں کہ ہم کتاب کربلا کے اوراق کو الٹ الٹ کر ولی العصر اور ولایت عصر کی نصرت کے مختلف اسباق پڑھ رہے ہیں تا کہ ہمیں اپنے زمانے کے مالک مطلق کی نصرت کی راہیں مل جائیں اور ہم بھی کربلا یوں جیسا رزلٹ حاصل کریں

دوستو !...... یہی قانونِ اِلٰہی ہے کہ وہ صرف آئیڈیالوجی (Ideology) عطا فرماتا ہے اور آگے وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ وہ فرماتا ہے کہ یہ ہماری آئیڈیالوجی (Ideology) ہے اگر تم اس پر عمل کرو گے تو اس کے رزلٹ کی ذمہ داری ہماری ہوگی اگر تم اپنی کوئی آئیڈیالوجی (Ideology) اڈاپٹ (Adopt) کرو گے تو اس کے رزلٹ کی ذمہ داری تمہاری ہوگی ...... وہ تو ملکوت کو اور ابلیس جیسے ملعون کو ایک ہی آئیڈیالوجی (Ideology) عطا فرماتا ہے اور عمل کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا جو عمل کرتا ہے اس کا رزلٹ وہ خود سنبھال لیتا ہے اور جو عمل نہیں کرتا تو وہ ابلیس بنتا ہے مگر اس کی اپنی آئیڈیالوجی (Ideology) نے اسے ایسا بنایا ہے اللہ نے نہیں بنایا اسی طرح کربلا والوں نے پوری انسانیت کو ایک آئیڈیالوجی (Ideology) دی ہے اور اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی

نصرت کر کے نصرت کی ہر راہ کو شاہراہِ حق بنا دیا ہے اگر کوئی ان راہوں پر چلتا ہے یا ان کی آئیڈیالوجی (Ideology) کو اپناتا ہے تو اس کا رزلٹ وہی ہوگا کہ جو کربلائیوں کو ملا ہے یعنی دشمن کا کردار ادا کرے گا یا غیر جانب دار بننے کی کوشش کرے گا یا اجنبی بنے گا یا دوست جانثار بنے گا تو یہ سب کردار کربلا میں موجود ہیں اور ان کے رزلٹ سب کے سامنے ہیں

دوستو!...... یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کوئی زمانہ اپنے زمانے کے امام و حجت و ولی العصر علیہ الصلوات والسلام سے خالی نہیں رہتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر زمانے کے لوگوں پر اپنے اپنے زمانے کے امام کے حقوق عائد ہوتے ہیں اور ہر زمانے کے لوگوں کے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے حوالے سے کچھ فرائض ہوتے ہیں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو نصرت کی ضرورت ہوتی ہے جو دراصل ناصرین کو کچھ نہ کچھ عطا فرمانے کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے کلام مقدس میں فرمایا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کی نصرت کرے؟ یعنی اللہ کا نصرت طلب کرنا بھی ناصرین کو اعزاز عطا فرمانے کیلئے ہے ورنہ وہ تو پوری کائنات کا خالق ہے اسے نصرت کی کیا ضرورت ہے؟...... بعینہٖ اس کے جو نمائندے ہوتے ہیں وہ بھی ناصرین کو اعزاز عطا فرمانے کیلئے نصرت چاہتے ہیں

دوستو!...... یہاں اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے کہ امام کسی بھی معاملے میں مجبور ہو سکتا ہے بات یہ ہے کہ اصولِ نیابت وخلافت کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ نائب وخلیفہ کئی حوالوں سے ہمیشہ اپنے منیب جیسا ہی ہوتا ہے مثلاً

کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ کسی کالج کا پرنسپل چھٹی پر گیا ہو اور نائب پرنسپل کسی گدھے کو بنا دیا گیا ہو؟ یا کسی تحصیل دار کا نائب تحصیل دار گدھا ہو؟ فکری اعتبار سے شاید گدھا ہو بھی

مگر نوعی اعتبار سے نائب تحصیل دار گدھا نہیں ہوسکتا اسی طرح اللہ جل جلالہ کا جو نائب اور خلیفہ مطلق ہوگا اسے اس کے نور ہی کا حصہ ہونا لازم ہے اسی لئے تو نور اوّل نے فرمایا تھا کہ☆ اوّل ما خلق الله نوری ......اللہ جل جلالہ نے سب سے پہلے ہمارے نور پاک کو ایجاد فرمایا تھا

دوستو !......نائب کیلئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے منیب کے سارے اختیارات کا کلی طور پر حامل ہو، ایسا نہ ہوگا تو پھر وہ اس کا کلی طور پر نائب نہیں ہوگا...... ہاں البتہ کچھ مخصوص حالات میں ایسا ہونا بھی ممکن ہے کہ کسی ملک سے کوئی جابر یا ڈیکٹیٹر (Dictator) حکمران ملک سے باہر جاتا ہے تو اسے اپنی کرسی کا بڑا خطرہ رہتا ہے اس لئے وہ اپنا نائب کسی ڈمی کو بنا کر جاتا ہے اور وہ نائب کرسی پر اکڑ کر بیٹھ تو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائی کوئی مجھ سے ایک چونی بھی طلب نہ کریو کیونکہ خزانے کی چابی ''صاحب'' اپنے ساتھ لے گئے ہیں ......مگر نائبان اِلٰہی تو یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ہر وہ چیز موجود ہے جس کی ساری مخلوق محتاج ہے انسان کو جس جس چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے، رزق لینا ہے، صحت لینا ہے، حیات لینا ہے، جو لینا ہے آجاؤ

یہ دیکھئے کہ ضرورت کا لفظ اتنا وسیع ہے کہ اس کی حدیں ایک طرف مٹی کے ایک ذرے سے ملتی ہیں تو دوسری طرف خود ذات اِلٰہی سے ملتی ہیں کیونکہ انسان کو تو اللہ جل جلالہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت بھی ہوتی ہے، امام علیہ الصلوات والسلام کی ضرورت بھی ہوتی ہے، جنت وفردوس وارم کی ضرورت بھی ہوتی ہے، نجات وبخشش کی ضرورت بھی ہوتی ہے، ہادی وہدایت کی ضرورت بھی ہوتی ہے، دوسری طرف فرمان یہ ہے کہ وہ کیسی حجت ہے کہ جس کے پاس وہ کچھ نہ ہو کہ جس کی مخلوق کو ضرورت ہے اب اس سے پتہ چلا کہ اگر کوئی اللہ جل جلالہ کو لینا چاہے تو بھی انہی سے لینا پڑے گا اور

اگرکوئی رسالت لینا چاہے تو بھی ان سے لینا پڑے گی اور اگر کوئی جنت، ہدایت، نجات، ہادی، الغرض جو چیز بھی لینا چاہے وہ ان سے لینا پڑے گی اور اگر ان کے علاوہ کسی سے لے گا تو توحید بھی نمبر دو ہوگی، رسالت بھی نمبر دو ہوگی

دوستو!......اصول نیابت میں سے یہ بھی ہے کہ جس طرح منیب کوئی کام کرتا ہو نائب بھی اسی طرح اور اسی طریقہ کار کو استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی اگر منیب محتاج اسباب و ذرائع ہے تو نائب کیلئے لازم ہے کہ وہ بھی محتاج اسباب و وسائل و ذرائع ہو اور اگر منیب محتاج اسباب و ذرائع نہ ہو تو نائب کیلئے بھی لازم ہے کہ وہ بھی محتاج اسباب نہ ہو، اسی لئے خلفائے اِلٰہیہ علیہم الصلوات والسلام نے اکثر ایسا مظاہرہ فرمایا ہے کہ اسباب و وسائل کو بالائے طاق رکھ کر کچھ چیزیں ایجاد فرمائی ہیں چاہے ظاہری طور پر ان کا بچپن ہی تھا شہنشاہ معظم امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں روایت ہے کہ ایک دن بچوں کے ساتھ مسجد نبوی میں ''گھر گھر'' کھیل رہے تھے اس میں ہوتا یہ ہے کہ کچھ بچے گھر کے بزرگ بن جاتے ہیں اور کچھ بچے بن جاتے ہیں اور وہ اپنے اپنے گھروں کا منظر نامہ کھیل میں پیش کرتے ہیں عرب میں بھی یہی کھیل عام طور پر بچے کھیلتے تھے بس یہی کھیل شہنشاہ معظم امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کھیل رہے تھے اور سب کے باپ کا کردار ادا کر رہے تھے اسی دوران کچھ بچوں نے جھوٹ موٹ کا رونا شروع کر دیا اور کہا بابا ہمیں شہد پلائیں آپ نے فوراً کھجور کے تنے سے فرمایا فوراً ہمارے بچوں کو شہد پیش کرو

بس پھر کیا تھا شہد جاری ہو گیا اور سارے بچوں کے مزے بن گئے ...... یہ بات کسی نے آ کر شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ قدس میں پیش کی تو انہوں نے فرمایا اللہ جل لالہ کے پاس اپنے اولیا کیلئے کیا کیا موجود ہے وہ کوئی نہیں جانتا

دوستو حقیقت یہ ہے کہ جب منیب بغیر اسباب کے عمل کرسکتا ہے تو نائب میں بھی وہی

خصوصیات ہونا لازم ہیں کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو وہ نائب اس کا کلی طور پر نائب یا خلیفہ نہیں ہوگا

دوستو! ...... میں عرض کررہا تھا کہ اللہ جل جلالہ کے جتنے بھی نائب ہوتے ہیں وہ ہمیشہ سے بااختیار رہوتے ہیں اور اگر وہ نصرت طلب فرماتے ہیں تو اس میں انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیں کچھ نہ کچھ عطا فرمانے کیلئے نصرت طلب کرتے ہیں اور اس میں ہم سے مالی، جانی، عزتی قربانیاں طلب فرماتے ہیں تو ان سب کے حوالے سے وہ ہمیں بہت کچھ عطا فرمانا چاہتے ہیں

اور یہ بات تو میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ مؤدت کا تقاضہ یہی ہے کہ انسان اپنی تینوں متاعوں کی قربانی پیش کرے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ مال صدقہ ہے جان کا اور جان صدقہ ہے عزت کا اور عزت و ناموس صدقہ ہیں دین کا یعنی جس چیز پر متاع ثلاثہ کو قربان کیا جا سکتا ہے وہ ہے دین اور متاع ثلاثہ کی قربانی کا نام ہے مؤدت تو ثابت ہوا کہ مؤدت ہی دین ہے

دوستو! ...... یہ بھی میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ مؤدت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک مؤدت ہوتی اور ایک ہوتا ہے عشق جو مؤدت سے بھی بہت اونچا ہوتا ہے اور عطائے اِلٰہی ہوتا ہے یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ انسان مؤدت میں پابندِ اوامر و نواہی ہوتا ہے مؤدت میں پابندِ عقل ہوتا ہے مگر عشق میں انسان پابندِ عقل نہیں ہوتا بلکہ وہ دل کے تصرف میں چلتا ہے اور وہاں وہ اپنے صوابدیدی احکامات کو پہچاننا شروع کردیتا ہے

دوستو! ......جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ہر ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی حوالے سے اس دور کے لوگوں پر کچھ نہ کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فرائض کی دو قسمیں ہوتی ہیں ......(1) فرائض متعینہ ......(2) فرائض غیر متعینہ

فرائض متعینہ وہ فرائض ہوتے ہیں جن کے بارے میں ولی العصر علیہ الصلوات والسلام امر فرما دیں اور وہ تاکیدِ مؤدت کی وجہ سے واجب التعمیل ہو جائیں اور فرائض غیر متعینہ وہ ہوتے ہیں جو انسان کے صوابدیدی فرائض ہوتے ہیں ان میں کوئی حکم نہیں ہوتا بلکہ انسان کے اپنے عشق ومحبت کے تقاضوں کے ماتحت ہوتے ہیں یعنی وہ عشق ومؤدت سے اخذ شدہ احکام ہوتے ہیں جبکہ ان کا ظاہری حکم کہیں نہیں ہوتا

ان صوابدیدی فرائض کو پہچاننا ہی اصل چیز ہوتا ہے یعنی اگر انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے تو انہی فرائض کو پہچاننے کی وجہ سے کہا گیا ہے اور اس کے برعکس کرنے پر ارذل المخلوقات بھی یہی انسان ہی ہوتا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مذاہب عالم کی ساری کتابیں چھان ماریں کہیں تو پتہ چلے گا کہ دنیا کے کسی بھی جانور یعنی کتے اور خنزیر تک میں سے کسی نے بھی جہنم میں نہیں جانا اور جو ساتوں جہنم کا ایندھن بنے گا تو یہی ارذل المخلوقات انسان ہی ہوگا...... ہمیں یہ تو روایات سے ملتا ہے کہ بعض کتے اور گدھے اور ان جیسے جانور جنت میں جائیں گے مگر کسی جانور کا جہنم میں جانا بیان نہیں ہوا اس سے ثابت ہوا کہ انسان موالید اربعہ میں سے سب سے افضل بھی ہے اور ارذل بھی یہی انسان ہے یعنی انسان اگر صوابدیدی فرائض کو پہچان لے تو اشرف المخلوقات ہے اگر نہ پہچان سکے تو عام جانور کی طرح ہے اور اگر اس کے برعکس یعنی صوابدیدی نافرمانیاں اور معصیتیں دریافت کر کے ان پر عمل کر لے تو ''بل ھم اضل'' کا مصداق بن کر اسفل السافلین کا ایندھن بن جاتا ہے اور ارذل المخلوقات بننے کا ''اعزاز'' پاتا ہے

دوستو!...... اس کائنات میں موجود جتنی بھی مخلوق ہے وہ اطاعت محضہ میں مصروف ہے اور وہ صوابدیدی احکام کو نہیں پہچان سکتے جیسا کہ جمادات کو جب کسی نبی علیہ الصلوات والسلام یا امام علیہ الصلوات والسلام پر برسنے اور انہیں زخمی کرنے کا امر ہوتا ہے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتے

بلکہ وہ حکم کی تعمیل میں بھرپور کام کرتے ہیں جبکہ انسان کے سامنے جب یہ کام آتا ہے تو وہاں وہ سوچنے کے پراسس (Process) سے گزرتا ہے اور اگر وہ نبی یا امام کو نقصان پہنچاتا ہے تو ارذل واسفل قرار پاتا ہے اور اگر نصرت کرتا ہے تو افضل واشرف قرار پاتا ہے لیکن اشرف المخلوقات اس وقت قرار پاتا ہے جب وہ صوابدیدی احکام کو پہچانتا ہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ صوابدیدی فرائض کیا ہوتے ہیں اور ان فرائض کو ہم کیسے پہچانیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر یہ تصور دیا جاتا ہے کہ جو کچھ خود آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام نے ہمیں فرمایا ہے وہی ہمارے فرائض میں داخل ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کچھ فرائض ایسے ہوتے ہیں کہ جو بحیثیت عبد وغلام ومحبّ کے ہمیں خود اخذ کرنا ہوتے ہیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی بھی شریف انسان کسی سے یہ نہیں کہتا کہ جب میں آؤں تو کھڑے ہو جانا یا میری اس طرح تعظیم کرنا یا کوئی بھی بڑا ابزرگ اپنے عزیزوں سے یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے جھک کر ملا کرو میری عزت کیا کرو، کیونکہ یہ باتیں خود اس کی شان کے منافی ہوتی ہیں بلکہ وہ احترام کرنے والوں کو بوجہ انکسار اپنی تعظیم سے روکتا بھی ہے جیسا کہ ہم شرفا کو دیکھتے ہیں کہ جب ان کی کوئی تعظم کو اٹھتا ہے تو وہ کہتے ہیں ''جناب آپ زحمت نہ کریں'' ''آپ تشریف رکھیں'' ''آپ مجھے گنہگار نہ کریں''...... وہ جھوٹ موٹ میں بھی نہیں کہتے بلکہ وہ تہہ دل سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہماری تعظیم نہ کرو ہم اس قابل نہیں ہیں اسی طرح خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام کے مقدس افراد بھی اپنی تعظیم واحترام کا درس نہیں دیتے اور نہ ہی فرماتے ہیں کہ ہمارے قدموں پر جھکا کرو بلکہ اپنی تعظیم کرنے والوں کو بوجہ انکسار اپنی تعظیم کرنے سے منع تک فرماتے ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ قرآن کریم میں خالق کائنات جل جلالہ نے ان کے احترام کا حکم فرمایا اگر فرمان نہ بھی ہوتا تو بحیثیت عبد

اور غلام کے ہمارا فریضہ وہ ہے جو ہماری عبدیت کا تقاضہ ہے، جو محبت اور غلامی کا تقاضہ ہے اس لئے ہمارے کچھ فرائض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ہمیں فرامین معصومین علیہم الصلوات والسلام سے نہیں ملتے بلکہ وہ ہماری عبدیت اور غلامی نے خود دریافت کرنا ہوتے ہیں

دوستو یہ بات تو ہماری سمجھ میں آ گئی کہ بعض فرائض اور حقوق ایسے ہوتے ہیں جو ہمیں خود دریافت کرنا ہوتے ہیں مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے غیر مذکورہ فرائض کو ہم کیسے پہچانیں گے؟ کیونکہ ہمارا شعور ناقص ہے، عقل غیر مکمل ہے، فکر کوتاہ ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہی بات کربلا کے درسِ جاوید میں بتائی گئی ہے کہ ایسے غیر متذکرہ فرائض کو ہم کیسے پہچانیں اور یہی وہ دین ہے جو حقیقی دین ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیں واقعہ کربلا میں موجود جتنے کردار ہیں ان کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس واقعہ میں ہماری ترجمانی کرتا ہوا کون سا کردار ہے؟ جب ہم اس کا جائزہ لیں گے تو پتہ چلے گا کہ ہماری پوزیشن سے مناسبت رکھتے ہوئے دو کردار ہیں جو کربلا میں موجود ہیں (1) پہلا کردار مثبت ہوگا جو دوست کا ہوگا (2) دوسرا کردار منفی ہوگا جو دشمن کا ہوگا

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کچھ معصیتیں بھی فرائض کی طرح صوابدیدی ہوتی ہیں جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ صوابدیدی فرائض وہ ہوتے ہیں جن کا ہمیں حکم نہیں ہوتا بلکہ ہماری محبت وعبدیت دریافت کرتی ہے اسی طرح صوابدیدی جرائم و معصیتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جو کسی وجہ کے بغیر صرف دشمنی اور عداوت کی دریافت ہوتی ہیں جیسا کہ ہم واقعہ کربلا میں دیکھتے ہیں کہ یزید ملعون ہو یا ابن زیاد ملعون انہوں نے ایک ایک ظلم کی تفصیل نہیں بتائی تھی بلکہ اجمالی طور پر جنگ یا شہید کرنے کا حکم دیا تھا اور جب ہم کربلا میں ظالمین کے کردار کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جن مظالم سے انہیں ان کا اس وقت کا امیر یعنی عمر ابن سعد ملعون بھی روک رہا تھا وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے بھی عداوت

اور دشمنی کی آگ بجھانے کیلئے اپنی صوابدید پر وہ مظالم کر رہے تھے اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح بعض احکام و فرائض صوابدیدی ہوتے ہیں اسی طرح معصیتیں اور جرائم بھی صوابدیدی ہوتے ہیں اس لئے کتاب کربلا میں سے ہمیں ان دونوں طرح کے کرداروں کو دیکھنا ہوگا کیونکہ وہاں منفی اور مثبت دونوں طرح کے کردار مل سکتے ہیں اب یہ ہماری صوابدید پر ہے کہ ہم کون سے کردار جیسا رویہ اپنے زمانے کے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ رکھتے ہیں ...... ہم جیسا رویہ رکھیں گے جو کردار ادا کریں گے اس جیسا انجام اور نتیجہ اور پھل پائیں گے

یہاں ایک اور بات بھی عرض کردوں کہ صوابدیدی احکام کیونکہ حوالیاتی حوالے سے ہر قسم کے افراد کیلئے یکساں دریافتنی ہیں اس لئے اس کی مثالیں بھی کربلا میں ہر قسمی افراد کیلئے موجود ہیں یعنی بچے ہیں تو انہیں بچوں کے حوالے سے صوابدیدی احکام ملیں گے، نوجوان ہیں تو انہیں جوانوں کے حوالے سے صوابدیدی احکام ملیں گے، اگر بوڑھے ہیں تو انہیں بوڑھوں کے حوالے سے صوابدیدی احکام ملیں گے

آج ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں کہ جنہوں نے بظاہر حکم امام علیہ الصلوات والسلام کے ظواہر کے خلاف کیا اور احکام عشق کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے لئے صوابدیدی تعمیلات تلاش کرکے اس پر عمل کیا ان میں سے سب سے پہلے ہیں جناب سعید بن عبداللہ حنفی سلام اللہ علیہ

## جناب سعید بن عبداللہ حنفی سلام اللہ علیہ

دوستو!......قدیم عرب معاشرے میں ان لوگوں کی بڑی اہمیت ہوتی تھی جو عرب کے جغرافیہ سے آشنا ہوتے تھے یعنی وہ عرب کے صحراؤں کے راستوں سے آشنا ہوتے تھے اس دور میں ان لوگوں سے کئی قسم کی خدمات لی جاتی تھیں، ایک تو ان سے نئے آنے

والے لوگ گائیڈ کا کام لیتے اور اسی طرح کسی قسم کے خوف زدہ لوگ انہیں ساتھ لے کر چلتے تھے تاکہ وہ معروف راستوں کی بجائے غیر معروف راستوں سے انہیں بحفاظت لے جائیں کیونکہ ایسے لوگوں کے غیر معروف راستوں پر آباد بستیوں کے لوگوں سے اچھے مراسم بھی ہوتے تھے اس لئے وہ کسی خوف زدہ شخص کو کہیں بھی پناہ دلا سکتے تھے......اسی طرح ایسے لوگوں سے یہ کام بھی لیا جاتا تھا کہ انہیں اہم خطوط دے کر بھیجا جاتا تھا کہ انہیں ناکہ بندیوں سے بچ بچا کر منزل تک پہنچائیں ...... جو لوگ ایسے کام کرتے تھے ان کے پاس ہمیشہ تیز رفتار ناقائیں (اونٹ) ہوتی تھیں

یہ بھی عرض کردوں کہ قدیم عرب میں جو ناقہ تیز رفتار شمار ہوتی تھی اس کی اوسط رفتار 70 سے 80 کلومیٹر فی گھنٹہ تک ہوتی تھی

ہمارے ہاں بھی جو بیکانیر کے تیز (مڑیچہ) اونٹ ہوتے تھے جو ہم نے بھی دیکھے ہیں بلکہ ان پر سواری بھی کی ہے، ان کی رفتار کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ عام طور لوگ شغلاً انہیں ریل گاڑی کے ساتھ دوڑاتے تھے جیسا کہ لیہ سے جمن شاہ کا جو راستہ ہے اس میں ریل گاڑی کی پٹڑی اور سڑک ساتھ ساتھ چلتی ہیں اس لئے اکثر لوگ اپنے مڑیچے اونٹوں کو ریل کے مقابلے میں دوڑاتے تھے اور ریل بھی لیہ سے جمن شاہ میں دس منٹ میں پہنچتی تھی اور مڑیچہ اونٹ بھی دس منٹ میں پہنچتا تھا اور یہ فاصلہ دس کلومیٹر کا ہے

ویسے تو گھوڑا بھی 80km فی گھنٹہ تک دوڑ سکتا ہے مگر وہ یہ رفتار زیادہ فاصلے تک قائم نہیں رکھ سکتا جبکہ اونٹ یہ رفتار 60 کلومیٹر تک قائم رکھ سکتا ہے بزرگوں سے سنا ہے کہ بعض اونٹ چالیس پچاس میل تک تو سرپٹ دوڑتے تھے اور اس کے بعد جا کر وہ اپنی ایک رفتار قائم کرتے تھے جو چالیس پچاس میل فی گھنٹہ ہوتی تھی عربوں میں ایک ریکارڈ تھا کہ ایک شخص نے کوفہ سے بصرہ کا فاصلہ اپنے اونٹ پر ایک دن رات میں طے کیا تھا اور کوفہ

سے بصرے کا فاصلہ 680 کلومیٹر کا ہے اور یہ ریکارڈ پھر کوئی نہیں توڑ سکا کیونکہ اتنے لمبے فاصلے تک اونٹ کا کم و بیش 30 کلومیٹر فی گھنٹہ کے قریب اپنی رفتار کو قائم رکھنا ناممکنات میں سے ہے

دوستو! ...... میں عرض کر رہا تھا کہ جو لوگ عرب کے جغرافیہ اور اس کے خفیہ راستوں سے واقف ہوتے تھے وہ لوگ بڑے اہم مانے جاتے تھے اور اس دور میں کوفہ میں جو شخصیت ایسے کاموں کیلئے مشہور تھی وہ تھے جناب سعید بن عبداللہ حنفی سلام اللہ علیہ

یہ جناب سعید بن عبداللہ حنفی علیہ السلام امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے مشہور شیعوں میں سے تھے واقعہ کربلا کے وقت یہ بالکل جوان تھے یعنی ابھی تیس سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، انہوں نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے زمانہ حکومت کو شاید بچپن میں دیکھا ہو کیونکہ ان کا وصال الی اللہ 40 ہجری میں ہو گیا تھا

یہ جناب سعید بن عبداللہ سلام اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہادر طاقتور اور مرد میدان جوانوں میں شمار ہوتے تھے اور بچپن ہی سے عبادت کی طرف طبیعت مائل تھی اور اس دور میں شیعوں کی پہچان ہی عبادت ہوتی تھی

جب اہل کوفہ نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی تو اس دوران بہت سے قاصد دوڑتے رہے ان میں سے جو قاصد اشراف کوفہ کی طرف سے آخری خطوط کی کھیپ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تک لائے تھے ان میں سے ایک یہ جناب سعید بن عبداللہ ہی تھے اور باقی دو جناب قیس بن مسہر صیداوی سلام اللہ علیہ اور جناب یحییٰ بن ہانی سلام اللہ علیہ تھے انہی کے ساتھ کریم نے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو تیار فرما کر روانہ کیا تھا......منتہی الامال

جناب سعید نے کوفہ سے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی طرف تین چکر لگائے تھے تھے

(1) جب سب سے پہلے اشراف کوفہ کے خطوط لائے اور ان کا جواب لے کر کوفہ گئے

(2) جب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ واپس کوفہ آئے

(3) کوفہ سے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کا وہ خط لائے کہ جس میں آپ نے لکھا تھا کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیں یہاں ایک لاکھ تلوار آپ کی نصرت کیلئے تیار ہے......اس آخری مرتبہ جب یہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے پاس آئے تو اس کے بعد کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے کوفہ کی طرف تیاری فرمائی اور یہ آپ کے ہمرکاب رہے اور کربلا تک ساتھ رہے

## ﴿شبِ عاشور﴾

شب عاشور جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اپنے اصحاب کو خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا تھا کہ میں تم سے بیعت کو اٹھاتا ہوں اور اس رات کی تاریکی میں جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ تو اس وقت جناب سعید نے جو جواب دیا تھا اسے زیارت ناحیہ میں ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے نہایت وقیع الفاظ میں سراہا ہے زیارت ناحیہ کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہمارا سلام ہو سعید بن عبداللہ حنفی پر جس کو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے چلے جانے کی اجازت دی تھی لیکن اس نے جواب میں عرض کیا تھا کہ خدا کی قسم ہم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ کے سامنے اپنا یہ عمل پیش کریں گے کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کے ناموس کی حفاظت کی ہے خدا کی قسم اگر میں جان لوں کہ قتل ہوں گا اور پھر جلایا جاؤں گا پھر ہوا میں میرے ذرات کو پراگندہ کیا جائے گا اور پھر زندہ ہوں گا اور میرے ساتھ ستر مرتبہ یہ سلوک کیا جائے گا تب بھی آپ سے جدا نہ ہوں گا اور آپ پر جان قربان کروں گا اور اب آپ کو کیوں چھوڑ جاؤں جب کہ مجھے علم ہے کہ مجھے صرف

ایک دفعہ ہی قتل ہونا ہے اوراس کے بعد دائمی اور سرمدی باعزت زندگی ہوگی جس کیلئے کوئی فنا نہ ہوگی خدا ہمیں آپ کے ہمراہ شہداء میں جگہ دے اور ہمیں اعلیٰ علیین میں آپ کی رفاقت کرامت فرمائے''

ابن شہر آشوبؒ، علامہ مجلسیؒ، علامہ واعظؒ قزوینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ نماز ظہر سے قبل جو آخری شہید ہوئے وہ جناب حبیب ابن مظاہر تھے جب ان کی لاش آئی تو اسے رکھنے کے بعد جاری جنگ میں اِنہوں نے نماز کے بارے میں عرض کیا یا ابوثمامہ صائدی علیہ السلام نے عرض کیا...... جی چاہتا ہے کہ ہم آپ کی اقتدا میں اپنی آخری نماز بھی ادا کرلیں

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دعا دی اس کے بعد نماز خوف ادا فرمانے کا ارادہ فرمایا اوراس میں جناب زہیر اوران کے ساتھی سے فرمایا کہ جنگ تو جاری ہے اس لئے اصحاب دو حصوں میں تقسیم ہوکر نماز ادا کرلیں

دوستو !...... جناب سعید بن عبداللہ علیہ السلام اور جناب ابوثمامہ صیداوی علیہ السلام نماز کیلئے صف باندھے کھڑے تھے کہ لشکر ملعون نے تیروں کی بارش کردی جب تیروں کی بارش شروع ہوئی تو ان دونوں نے نماز کو قطع کیا اور دوڑ کر اپنے ولی العصر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے جب بھی کوئی تیر آتا تھا تو یہ دوڑ کر اپنے سینے پر وصول کرتے ، آتے ہوئے تیر کے سامنے اپنا جسم پیش کرتے ،کوئی تیر سینے پر لگتا تو کوئی چہرے پر، کوئی ہاتھوں پر تو کوئی منہ پر مگر عشاق اِلٰہی میں اپنی پرواہ کئے بغیر نصرت و حفاظت میں مصروف تھے اور دونوں اس وقت یہ دعا بھی کررہے تھے

اے پروردگار تو ان لوگوں پر قومِ عاد وثمود کی طرح لعنت فرما...... الخ

کرتے رہے نماز مؤدت ادا سعید
پڑھتی رہی نماز بھی جھک کر سعید کو

دوستو!......کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے نماز ختم کی تو سعید علیہ السلام میں زخموں کی کثرت کی وجہ سے تاب نہ رہی زمین پر گر پڑے ......صاحب منتہی الامال لکھتے ہیں کہ نیزوں اور شمشیروں کے زخموں کے علاوہ جناب سعید سلام اللہ علیہ کے بدن میں تیرہ تیر لگے ہوئے تھے اس وقت انہوں نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسول علیہ الصلوات والسلام کیا میں نے ایفائے عہد کا حق ادا کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا بے شک اور تو میرے آگے آگے بہشت میں داخل ہوگا

## نتائج

() امام علیہ الصلوات والسلام نے چلے جانے کا حکم فرمایا مگر عشق نے قدم روک لئے

() شریعت نے نماز کی طرف رہنمائی کی مگر عشق نے نماز عشق پر لگا دیا کیونکہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی حفاظت سے بڑھ کر کوئی نماز ہوتی ہی نہیں

() شریعت کہتی ہے جان بچانا فرض ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو عشق نے کہا جان کی بازی لگا کر سینہ سپر ہو جاؤ انہوں نے باقی اصحاب کی طرح نماز ادا نہیں کی بلکہ عشق کا کہنا مان کر آتے ہوئے تیروں تلواروں اور نیزوں کے سامنے اپنا سینے رکھ دیا

## عابس بن شبیب شاکری سلام اللہ علیہ

دوستو!......دوسری شخصیت انتہائی معروف شخصیت ہیں یعنی جناب عابس بن شبیب شاکری الکوفی سلام اللہ علیہ...... یہ تو سارے لوگ جانتے ہیں کہ بنی شاکر کا پورا قبیلہ ولائے آلِ اطہار علیہ الصلوات والسلام میں سرشار تھا اور حضرت امیر علیہ الصلوات والسلام نے بروز صفین اسی لئے فرمایا تھا کہ اگر بنوشاکر کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جاتی تو زمین پر اللہ کی عبادت اس

طرح ہوتی جس طرح عبادت کا حق ہے...... بنی شاکر سب کے سب شجاع اور غیور تھے زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور رجبیہ میں ان پر سلام بھی وارد ہے یہ اپنے وقت کے نامی گرامی بہادر لاثانی شہسوار اور فن حرب وضرب میں آزمودکار سپاہی تھے اور امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے شیعوں میں یہ انتہائی معروف شیعہ تھے ساتھ ہی یہ ایک بلند پایا خطیب اور عبادت میں یکتا زاہدشب زندہ داراور تہجد گزار بزرگ تھے

ابومخنف سے منقول ہے کہ جب اٹھارہ ہزار کوفیوں نے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی بیعت کرلی اور جناب مختار سلام اللہ علیہ کے گھر میں شیعیانِ کوفہ کا اجتماع ہوا تو جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو مخاطب فرما کے جناب عابس بن شبیب شاکری سلام اللہ علیہ نے تقریر کی جو فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھی مقصد یہ تھا کہ ہم لوگوں کے دلوں کی باتیں نہیں جانتے اور نہ ان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں آپ کو ہم دھوکا میں نہیں ڈالتے بلکہ اپنے نفس کی خبر عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرا سر حاضر ہے جہاں بھی مجھے بلایا جائے حاضر ہوں گا اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا اور جب تک قبضہ تلوار پر ہاتھ ہے آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور اس سے صرف خوشنودی خدا کے سوا اور کچھ بھی ہماری غرض نہیں اس کے بعد جناب حبیب بن مظاہر سلام اللہ علیہ نے اٹھ کر جناب عابس سلام اللہ علیہ کی تائید کی پس حضرت مسلم علیہ الصلوات والسلام نے کوفیوں کے ظاہر حال سے متاثر ہوکر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے نام خط لکھا اور عابس سلام اللہ علیہ اور شوذب سلام اللہ علیہ دونوں کو خط دے کر روانہ فرمایا چنانچہ دونوں مکہ سے ہی امام کے ہمرکاب ہوکر کربلا میں آئے تھے

صاحب بحار الانوار فرماتے ہیں کہ جب جناب عابس بن شبیب سلام اللہ علیہ نے شرف شہادت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو جناب شوذب سلام اللہ علیہ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے شوذب سلام اللہ علیہ آج کے دن کے متعلق کیا ارادہ ہے؟

جناب شوذب سلام اللہ علیہ نے جواب دیا میں عزم مصمم کر چکا ہوں کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں اپنا سر قربان کروں گا، جناب عابس سلام اللہ علیہ نے فرمایا میرا تیرے متعلق پہلے سے یہی گمان تھا آؤ اپنے شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں مل کر چلیں تاکہ ہمیں شہداء کی فہرست میں داخل فرمالیں اور یقین جانیئے کہ آج کے بعد پھر یہ موقعہ ہرگز ہاتھ نہ آئے گا آج تو وہ دن ہے کہ اگر انسان چاہے تو تحت الثریٰ سے ترقی کر کے آسمان تک پہنچ سکتا ہے اور انتہائی تاریکی اور پستی سے انتہائی بلندی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے...... یہ دونوں جوان کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد طلب کیا تو ان میں سے پہلے جناب شوذب سلام اللہ علیہ کو رخصت ملی ......انہوں نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی بہت ہی خوبصورت اور بھرپور نصرت کی اور جام شہادت نوش کر کے اعلیٰ علیین میں وارد ہوئے ان کے بعد جناب عابس بن شبیب شاکری سلام اللہ علیہ نے عرض کیا آقا آپ میرے دل کا حال اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کی پوری مخلوق میں سے میرے نزدیک کسی کی قدر ومنزلت آپ کے برابر نہیں اور اگر میرے بس میں ہوتا اور میں کر سکتا تو ان مصائب کا طوفان آپ سے ہر ممکن کوشش کر کے دور کرتا لیکن کیا کروں بے بس ہوں آپ میری قربانی قبول فرمایئے اور اذن جہاد عطا فرمایئے

کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اجازت دی اس نے امام کائنات علیہ الصلوات والسلام کا آخری وداعی سلام کیا اور عرض کیا آقا گواہ رہنا کہ میں آپ کے اور آپ کے بابا پاک علیہ الصلوات والسلام کے دین پر تادم شہادت برقرار ہوں...... پھر یہ اجازت لے کر غضبناک شیر ببر کی طرح میدان کارزار کی طرف بڑھے اور میدان میں آ کر آواز دی...... هل من مبارز ربیع بن تمیم جو فوج اشقیاء سے تھا کہتا ہے میں عابس سلام اللہ علیہ کو پہچانتا تھا اور اس کی شجاعت کو آزما چکا تھا اور بڑے بڑے خطرناک اور سنگین مقامات پر خصوصاً جنگ صفین میں عابس

سلام اللہ علیہ کو میں نے دیکھا تھا پس عابس للکارتا ہوا میدان میں نکلا تو میں نے قوم کو پکار کر کہا ایھا الناس ھذا اسد الاسود لوگو یہ شخص شیروں کا شیر عابس بن شبیب سلام اللہ علیہ ہے تم میں سے جو بھی جنگ میں اس کے مقابلہ میں آئے گا مجال نہیں کہ بچ کر جائے

ھوالمتعال

## شان عابس بن شبیب سلام اللہ علیہ

سنجانو لوگو عرب دے وسدے انہاں کو بانکا دلیر آہدن
اے آل شاکر دے سر دا تاج انہاں کوں شیراں دا شیر آہدن

اے موت دے گھن دا ہے بگولا تے اینکوں برق جہندہ سمجھو
جڈاں اے تلوار چا اٹھاوے تاں گھول ڈیندائے اندھیر آہدن

جو آوے ایندے مقابلے وچ او موت اپنی لکھا کے آندائے
ابا ہلا ایڈائے بھیجیندیں دوزخ نہیں لیندا اِک پل وی دیر آہدن

ہزاراں توڑے ہونون مقابل نہیں ایندی پپلی وی تھیندی گارہی
ہے موت دے بیٹ وچ چھیڑیندا لکھاں جواناں دی کھیر آہدن

ہے موت انہاں دے اگوں ٹردی جیویں سواراں اگوں پیادے
فنا دا مانجا ہے وجدا ویندا جتھاں جو رکھدائے اے پیر آہدن

جے ڈیوے لشکر کوں کھڑ کے جھونڑا تے پہلا جھونڑاں چا ٹک کے ڈیوے
زمیں تے سرایویں ترٹ کے وسدن جیویں جو پکے ہوئے بیر آہدن

عدواں دے جسم ایندی ضربت دی وونت سنڑ کے وی تن توں ڈھہندن
سراں کوں ماہر چھٹیرے وانگوں ہے آندا وچ بن دے کیر آہدن

ہو جیڈا جنگجو اتے سیانڑاں او ایندے اگوں نظر دائے گالھا
اے تیغ دی ہک چمک ڈکھا کے ہے گھندا روحاں اٹیر آہدن

ہے موت دا چینچلا شکاری جو اڈدا آوے ضرور پھسدائے
اے جنگ دیاں چالاں ٹک کے چلدائے تے جال گھندائے دگھیر آہدن

جے موت دا وی فرشتہ آوے تے ایندے نال آ کے ہتھ سٹاوے
تاں اپنی تلوار دی برش نال ڈیندائے منہ اوندا پھیر آہدن

جری جواناں دے ڈیکھ لشکر اے اپنا گھوڑا چا وِچ سٹیندائے
جتھوں جتھوں اے گزر کریندائے چالیندائے جسماں دے ڈھیر آہدن

ہے ایندا راہوار وی انوکھا جو لاشاں کچلن اتے لتاڑن
دے کیتے میدان وچ مچلدائے تے لیندائے چا ٹاپ گیر آہدن

اے سارے میدان کو ہتھاں تے ہے تول ڈہداتے ول اٹھیندا ائے
ہے سارا میدان ایندے ہتھاں تے ڈسدا سب کوں چنگیر آہدن

دعا اے جعفر سدا کریندائے جو ہنڑ ایندا انتقام ہووے
ہے سنڑ یا خالق انہاں دعائیں سنڑن تے لیندا نہیں دیر آہدن

دوستو!......ربیع بن تمیم بیان کرتا ہے کہ جب لشکریوں نے میری آواز سنی تو ان کے حوصلے پست ہوگئے اور غصے ٹھنڈے ہوگئے پس کسی میں جرأت نہ تھی کہ مبارزت کیلئے آگے بڑھتا جب عابس سلام اللہ علیہ نے دیکھا کہ مقابلہ کیلئے کوئی نہیں آتا تو پھر پکارنا شروع کیا اے ابن سعد ملعون تیرے کتے تو میدان میں نہیں آتے تو ہی آجا

ابن سعد ملعون نے یہ سنا تو اسے یہ بات ناگوار گزری اس نے ایک دو کو اکسایا بھی مگر کوئی میدان کی جانب بڑھنے کو تیار نہ ہوا تو اس ملعون نے حکم دیا کہ ان پر پتھروں کی بارش کی جائے......سنگ اندازوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے

جب ادھر سے پتھروں کی بارش شروع ہوئی تو جناب عابس بن شبیب سلام اللہ علیہ نے اپنی زرہ کے بند کھولنا شروع کر دیئے اور زرہ اتار کر پھینک دی اور سر سے خود اتار کر پھینک دیا اور پورے لشکر شام سے مخاطب ہوکر فرمایا او بزدلو! یہ پتھر تو راہ حبیب علیہ الصلوات والسلام میں پھولوں کی طرح نظر آرہے ہیں تم یہ پھول برساؤ ہم بجلیوں کی بارش کرنے آتے ہیں اس کے بعد جناب عابس بن شبیب شاکری سلام اللہ علیہ نے جوانمردانہ حملہ کیا تو پتھر برسانے والی فوج کے ہاتھوں میں پتھر رہ گئے اور فرار میں عافیت جانی......انہوں نے لشکر شام پر حملہ کیا تو کسی کو ٹھہرنے کا یارا نہ تھا اور وہ اس کے سامنے اس طرح بھاگ رہے تھے جس

طرح شیر کے سامنے لومڑیوں کا غول پس مارتا ہوا بھاگتا ہے

جناب عابس میں شبیب شاکری سلام اللہ علیہ میدان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جولان لگا رہے تھے ...... ربیع بن تمیم بیان کرتا ہے کہ اللہ کی قسم میں دیکھ رہا تھا کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا یہ شیر جس طرف رخ کرتا تھا دو دو سو آدمیوں کو پچھاڑتا ہوا آگے چلا جاتا تھا آخر پتھروں اور نیزوں کے زخموں سے چور ہو کر زمین کو زینت بخشی

ایک ملعون نے آگے بڑھ کر ان کا سر جسم سے جدا کر دیا ...... راوی کہتا ہے کہ بہادروں کی ایک جماعت جناب عابس بن شبیب سلام اللہ علیہ کے سر کو ایک دوسرے سے لینے کی کوشش کرتی تھی اور ہر ملعون یہ کہتا تھا کہ انہیں میں نے شہید کیا ہے تا کہ انعام کا استحقاق ثابت ہو لیکن جب عمر بن سعد ملعون کے پاس یہ جھگڑا پہنچا تو اس نے کہا تم سب بکواس کرتے ہو تم میں سے کس کی جرأت ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے عابس سلام اللہ علیہ کو تنہا قتل کر سکے یہ کیوں نہیں کہتے کہ سب اس قتل میں شریک تھے

## ﴿نتائج﴾

امام علیہ الصلوات والسلام نے جنگ کی اجازت عطا فرمائی تھی یہ نہیں فرمایا تھا کہ زرہ اور خود اتار کر جنگ کرنا ہے مگر انہوں نے عشق کے ماتحت سارے کام انجام دیئے اور اپنی کسی قربانی کو طوعاً یا کرہاً پیش نہیں کیا بلکہ اپنی ہر قربانی پر مالک کے احسان مند تھے

دوستو عشق رعایت پسند نہیں ہوتا ...... رعایتوں اور سہولتوں کو تلاش کرنا ثابت کرتا ہے کہ عشق میں کہیں نہ کہیں خامی ہے یا انسان نفس پرور ہے

اگر انسان کسی مشقت سے جان چراتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ اپنے نفس سے محبت کرتا ہے ...... انسان اگر آسان راستوں کو چنتا ہے تو اس کی فطرت میں کہیں نہ کہیں عیاشی کی

لت یا آرام طلبی کی عادت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے......انسان میدان نصرت میں جتنا زیادہ ''مشکل پسند'' ہوگا اس کا عشق اتنا زیادہ مضبوط ہوگا اور اگر سہولت پرست ہوگا تو مؤدت کے ماتحت ہوگا عشق سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں ہوگا

ان جوانوں نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ جب عشق کا راستہ اختیار کرو گے تو تم ایک خاص تشریع کے دائرے میں آ جاؤ گے جو تشریع عام سے مختلف ہوگی اور وہی وہ تشریع ہے جس پر عمل عاشقوں کے سوا کوئی نہیں کرسکتا

ان عشاق ازل نے ہمیں اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ عشق کرنے کا درس دیا ہے اور آنے والی نسلوں کے سامنے پریکٹیکل (Practical) مظاہرہ فرمایا ہے

آیئے ہم دعا کریں کہ ان عشاق ازل کی قربانیوں کا ثمرہ جلدی حاصل ہو اور ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور مسعود جلد از جلد ہو اور خلاق ازل جل جلالہ سارے مومنین وعزداروں و ماتمداروں فقرا و عرفا کو ان کی نصرت کی سعادت سے سرفراز فرمائے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شکراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك**
**وجعلنا من انصارك ولعنة اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 9

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

کربلا معلیٰ پوری انسانیت کیلئے ولی العصر کی نصرت کا درس جاوید ہے اور اس میں ہمیں ایک جامع رویہ ملتا ہے جو رہتی دنیا تک کیلئے ''دین فہمی'' میں کفایت کرتا ہے

آپ دیکھیں کربلائے ظاہری میں خاندان توحید ورسالت علیہم الصلوات والسلام ہمیں اپنے ولی الاعلیٰ رب ذوالجلال ولاکرام جل جلالہ کی نصرت میں کرتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف امت مسلمہ کے مقدس افراد اپنے ولی العصر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے ابواب کھول کھول کر پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو افراد اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرتے ہیں وہ اللہ جل جلالہ کے انصار میں شمار ہوتے ہیں اسی لئے تو اپنے ولی العصر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں قربانیاں دینے والے انصار کو آج بھی اس طرح سلام کیا جاتا ہے کہ...... **السلام علیکم یا ذآبون عن توحید اللہ**

اے اللہ جل جلالہ کی وحدانیت کی حفاظت کرنے والو! اے اللہ جل جلالہ کی توحید کو بچانے والو! ہمارا آپ پر سلام عقیدت ہو

ہاں تو دوستو میں عرض کر رہا تھا کہ کربلا میں ہمیں ولایت عصر کے دونوں سلسلوں کی نصرت کا درس دیا جارہا تھا یعنی خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام اپنے ولی العصر یعنی اللہ جل جلالہ کیلئے جو کچھ کر رہا تھا ان کے انصار اپنے ولی العصر یعنی انہی کیلئے وہ سب کچھ کر رہے تھے

دوستو! ...... یہ بھی حقیقت ہے کہ نصرت کے دریا کا پانی ہر قد و ہر عمر و نسل کے افراد کو ایک برابر ہوتا ہے یعنی نصرت کے دریا کے ہر شناور کو پانی سینے تک محسوس ہوتا ہے چاہے کوئی طویل القامت ہو یا کوتاہ قامت، وہ اگر کوئی بوڑھا ہے یا جوان ہے یا بچہ ہے سب کیلئے نصرت کا ایک ہی سبق ہے اور وہ ہے قربانی ...... دنیا کی قربانی، عقبیٰ کی قربانی، مال کی قربانی، جان کی قربانی، عزت و ناموس کی قربانی ...... شان و سٹیٹس (Status) کی قربانی یعنی ذہنی طور پر سب سے پہلے ساری قربانیوں پر آمادہ ہونے کے بعد کچھ قربانیاں دینا پڑتی ہیں مگر دل سے ساری قربانیاں دینا ہر صورت میں واجب ہو جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دین نصرت میں کسی کیلئے کوئی رعایت ہوتی ہی نہیں اور رعایت موجود ہو بھی یا پیدا کر بھی دی جائے تو کوئی ناصر ایسی رعایات کو قبول کرنا اپنے عشق کی توہین سمجھتا ہے

آپ دیکھیں عام معاشرے میں محنتوں کے قوانین علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں یعنی بچوں کے علیحدہ قوانین ہوتے ہیں، جوانوں کے علیحدہ، ادھیڑ عمر کے لوگوں کیلئے علیحدہ قوانین ہوتے ہیں اور بوڑھوں کیلئے علیحدہ قوانین ہوتے ہیں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ فوج کا کوئی عہدہ دار جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اسے پنشن پر بھیج دیا جاتا ہے یعنی اسے تنخواہ کا کچھ حصہ بے روزگاری الاؤنس کے طور پر دیا جاتا ہے لیکن اسے آخری عمر میں آرام کرنے دیا جاتا ہے بچے ہوتے ہیں تو ان سے مشقت لینا جائز ہی نہیں سمجھا جاتا ...... معذور لوگوں کو مشقت سے مستثنیٰ تصور کیا جاتا ہے، عورتوں کیلئے بڑی مشقت جہاد یا جنگ میں شرکت کو اسلام نے جائز قرار نہیں دیا ...... یہ تو عمومی قوانین ہیں لیکن جب اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی

نصرت کا میدان ہوتو اس میں کوئی بھی مستثنٰی نہیں ہوتا چاہے کوئی چھ ماہ کا بچہ ہے یا سو سال کا بوڑھا ہے سب کیلئے نصرت اور قربانی واجب ہو جاتی ہے

سب سے پہلے آپ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کی مثالیں دیکھیں ان کی تفصیل آپ کو معلوم ہے کہ اس میں نوجوانوں میں شبیہ پیغمبر شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام ہیں تو ضعیفی کی مثال کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں اور بچوں میں چھ ماہ کے شہزادہ علی اصغر علیہ الصلوات والسلام ہیں مڈل ایج (Middle Age) کے شہنشاہ وفا علیہ الصلوات والسلام ہیں اسی طرح مستورات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کے مقدس افراد بھی ہر سن (Age) کے مصروفِ نصرت نظر آتے ہیں یعنی پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کے ہر ایج (Age) کے پاک افراد اپنے ولی الاعلیٰ جل جلالہ کی نصرت میں مصروف نظر آتے ہیں بالکل انہی کی طرح انصار میں بھی ہر ایج (Age) عمر کے افراد درس نصرت دیتے ہوئے محو نصرت نظر آتے ہیں، ان میں مستورات بھی ہیں اور مرد بھی ہیں، نوجوان بھی ہیں، بچے بھی ہیں، بچیاں بھی ہیں، یعنی سن اور عمر کا کوئی ایسا حوالہ نہیں جو وہاں اپنی نمائندگی نہ رکھتا ہو

دوستو!......کتاب کربلا میں سب کیلئے ایک جامع درس ہے یعنی

() اگر کوئی جوان ہے یا بوڑھا ہے یا بچہ ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے

() اگر کوئی بوڑھی مستور ہے یا بچی ہے یا جوان مستور ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے

() اگر کوئی آزاد ہے یا غلام ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے

() اگر کوئی مجبور مستور ہے یا دشمن کی بیوی ہے یا بیوہ خاتون ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے

() اگر کوئی شوہر ہے کنوارا ہے یا نو بیاہتا ہے یا تازہ دلہن تو اسے کیا کرنا چاہیے

() اگر کوئی کمسن بچی یا جوان بچی یا بیوہ بچی یا دلہن بیٹی کا باپ ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے

() جوان بیٹا ہے کمسن بیٹا ہے بوڑھا بیٹا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے

()اسی بھائی ہے یا بہن یا ماں ہے یا بیٹی ہے یا شوہر تو اسے کیا کرنا چاہیے
()اگر کوئی دوست کی بیوی یا بیٹی یا ماں ہے یا دشمن کی بیوی یا بیٹی یا ماں ہے تو ان سب کیلئے کتاب کربلا میں پورا پورا درس موجود ہے جیسا کہ اگر کوئی دشمن کی بیوی ہے تو شمر ملعون کی بیوی یا خولی ملعون کی بیوی یا یزید ملعون کی بیوی سے سبق حاصل کیا جا سکتا ہے

میں یہاں کس کس چیز کا حوالہ دوں کیونکہ یہ کتاب کربلا اور درس نصرت اتنا بڑا موضوع ہے کہ اس پر جملہ کتب مقاتل و تاریخ کو کوڈ کیا جا سکتا ہے اور اس کیلئے سینکڑوں مجلدات لکھنا پڑیں گی میں تو یہاں صرف آپ کے شعور کو ایک ٹریک (Track) دے رہا ہوں آپ کی سوچ کو ایک راستہ دکھا رہا ہوں اگر آپ اس حوالے سے مقتل کی کوئی بھی کتاب پڑھنا شروع کر دیں گے تو نصرت کے ابواب کھلتے چلے جائیں گے

دوستو!......آپ دیکھیں کہ اس کتابِ کربلا میں ہر عمر (ایج)(Age) کے لوگوں کی ترجمانی اور نمائندگی موجود ہے ......مناسب یہ ہوگا کہ ہم سب سے پہلے بزرگوں سے سلسلۂ بیان شروع کریں کیونکہ عام حالات میں حکم یہ ہے کہ تین مواقع پر نوجوانوں پر لازم ہے کہ وہ بزرگوں کے آگے چلیں ایک جب رات کا سفر ہو، نمبر دو جب پانی کو کراس کرنا ہو، نمبر تین میدان جنگ میں ...... ان تین مواقع کو بیان فرما کے اسلام نے ہمیں یہ اصول دے دیا ہے کہ جہاں بھی کوئی خطرہ ہو وہاں نوجوانوں کا اپنے بزرگوں کی حفاظت کیلئے آگے چلنا عین ادب و فرضِ سعادت ہے اور بزرگوں پر بھی لازم ہے کہ وہ نوجوانوں کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے میں تعاون کریں یعنی انہیں اپنے آگے چلنے کا موقعہ دیں تا کہ ان کا فریضہ ادا ہو جائے

اب دیکھئے دینِ نصرت پر عمل کرنے والوں نے اس بات کو کس طرح دیکھا ہے؟
کتابِ کربلا اٹھا کر دیکھ لیں کربلا میں نوجوان سب سے پہلے جانے کو بیقرار نظر آتے ہیں

اور بچے کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ قربانی کا موقعہ انہیں پہلے ملنا چاہیے اور سفارشیں کروا کروا کر پہلے جانے کی کوششیں کر رہے ہیں اور بوڑھے اپنے مقام پر کوششیں کر رہے ہیں کہ قربان ہونا سب سے پہلے ان کا حق ہے یعنی اپنے ولی العصر کی نصرت میں ہر فرد جلدی چاہتا ہے اور جسے پہلے جانے کی سعادت ملتی ہے تو وہ دوسروں سے کہتا ہے مجھے مبارک دو مجھے اجازت مل گئی ہے اور جس ماں کے کسی بچے کو اجازت ملتی ہے تو وہ دوسری ماؤں پر فخر کرتی ہے کہ میرا بیٹا منظور ہو گیا ہے ......اسی طرح کربلا میں بزرگ بھی شہادت کی شیرینی پر بچوں کی طرح اصرار کرتے نظر آتے ہیں ...... آیئے ہم ان میں سے کچھ مقدسین کا ذکر کرتے چلیں

## جابر بن عروہ غفاری سلام اللہ علیہ

دوستو !...... اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام پر جن ضعیف العمر لوگوں نے نصرت کے بعد قربانیاں دی ہیں ان میں سے ایک ہیں جناب جابر بن عروہ غفاری سلام اللہ علیہ

جناب جابر بن عروہ غفاری سلام اللہ علیہ شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے انتہائی زاہد، عبادت گزار، شب زندہ دار، قائم اللیل، صائم النہار شخص تھے

عملی صورت یہ تھی کہ اکثر غزوات نبویؐ میں یہ شریک رہ چکے تھے مثلاً جنگ بدر ہو یا جنگ احد، جنگ حنین ہو یا جنگ خیبر، یہ ساری جنگوں میں شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں تلوار چلا چکے تھے...... کربلا میں ان کی عمر سو سال سے بھی زیادہ تھی ...... ضعیفی کا یہ عالم تھا کہ کربلا میں جب اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنے کی اجازت لینے آئے تو پہلے جھکی ہوئی کمر کو سیدھا کیا پھر کمر بند سے کمر کو کس کر باندھا تا کہ دوبارہ جھک نہ جائے ضعیفی کی وجہ سے ان کے ابرو آنکھوں پر گرے ہوئے تھے اس لئے جیب سے ایک رومال

نکالا اور اپنے ابرو (بھنویں) اوپر کھینچ کر اپنی پیشانی پر رومال باندھا اپنی تلوار کو عصائے پیری کی طرح سہارا بنا کر لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی طرف چل پڑے اور آتے ہی خود کو ان کے قدموں پر گرادیا اور اپنی سفید ریش ان کے قدموں سے لگا کر اجازت طلب کی ...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا آپ تو ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار ہیں ساتھ ہی آپ ضعیف بھی ہیں اس لئے آپ پر ویسے بھی جہاد ساقط ہے اس لئے آپ ہمیں مجبور نہ کریں آرام سے اپنے خیمے میں تشریف رکھیں ...... میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ کسی رعایت یا سہولت کو قبول کرنا عشاق اپنی توہین سمجھتے ہیں ...... جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے بہت پیار سے انہیں روکا تو رو رو کر عرض کیا اگر آج ہم اپنی زندگی بچالیں تو زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا آپ ہمیں ضرور اجازت دیں یہ زندگی تو ملی ہی اسی دن کی قربانی کیلئے تھی ...... آپ مجھے ضعیف مسقوط الجہاد سمجھ رہے ہیں مگر آج ہمیں اپنی تلوار آزمانے کی اجازت تو دیں پھر دیکھیں کہ اس ضعیف جسم کے اندر کتنا جوان جذبہ موجود ہے؟

اجازت ملی اور شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سامنے انہوں نے جانفشانی اور فداکاری کا مظاہرہ فرمایا ...... پہلے ایک ایک کر کے ظالمین آتے رہے اور ان کی شمشیر شرر باران کی گردنوں کو اڑاتی رہی اور جب بھی یہ کسی ملعون پر حملہ کرتے تو ہر ضرب پر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام انہیں بیساختہ فرمارہے تھے ☆شكر لله سعيك يا شيخ ...... اے ہمارے ضعیف ناصر اللہ جل جلالہ تمہاری محنتیں قبول فرمائے

جناب جابر بن عروہ غفاری سلام اللہ علیہ کی شمشیرِ برق پرور نے جب ساٹھ 60 ملعون داروغہ جہنم کے حوالے کئے تو لشکر شام نے مل کر ان پر حملہ کیا اور اس اجتماعی حملے میں انہوں نے اس طرح جنگ کی کہ چاروں طرف ان کی تلوار بجلی کی طرح گردش کر رہی تھی اور ان کی

شمشیرزنی کا انداز دیکھ کر ملکوت بھی آسمانوں سے یہ آواز دے رہے تھے

ہے ابن عروہ؏ دی اج نظر دی شباب دا کارواں ضعیفی
اگر زمانے تے کہیں نہیں ڈٹھی تاں آ کے ڈیکھے جواں ضعیفی
بدن ضعیفے سفید رِیشے ، ہے جسم کنبدا کمر بھی خم ہے
مگر ہزاراں جوانیاں دی ہے اے جواں آسماں ضعیفی
جڈاں ہے شمشیر چلدی ڈہدی تاں ذوالفقار آ کے منہ ہے چمدی
کئی جواناں تے برق بنڑ کے ہے کھمدی آ کے جڈاں ضعیفی
ضعیف اعصاب وچ لہو وانگ جذبیاں دی ہے برق بھجدی
تہوں تاں شامی فنا پئے تھیندن وسیندی ہے بجلیاں ضعیفی
جڈاں نکلدائے دہن توں نعرہ دہل کے ڈھہندن جوان بن وِچ
عجیب منظر پئی ہے ڈکھیندی گرا کے کئی نوجواں ضعیفی
انہاں دے کنبدے ہوئے ہتھاں کوں ہے آ کے جبریل؏ بوسے ڈیندا
ہے نقشہ خیبر دا اج بنڑایا بھلا کے کمزوریاں ضعیفی
دعا ہے جعفرؑ انہاں کوں کردا ، انہاں دی محنت سجائی ہووے
تے ول جوانی دا تخت مانڑے انہاں دی عظمت نشاں ضعیفی

دوستو!...... جب کفار شام وکوفہ نے ان پر اجتماعی حملہ کیا تو انہوں نے خوب جم کر تلوار چلائی اور اس جنگ میں بھی انہوں نے مزید 20 ملعون واصل جہنم کیے اس طرح اس

ضعیف ناصر نے 80 ملعون سپرد جہنم فرمائے اور پھر زخموں سے چور چور ہو کر زمین کو زینت بخشی تو شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو آخری سلام کیا اور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں سر رکھ دیا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد فرمادی...... خالق ان کے مقاصد شہادت کی جلدی تکمیل فرمائے اور انہیں یہ پاک گھر دوبارہ آباد و شاد دکھائے

بنا کردند چہ خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را

انہوں نے ناصرین کو یہ درس دیا ہے کہ میدان نصرت میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوتا نہ کمزوری کا، نہ ضعیفی کا، نہ جھکی ہوئی کمر کا، نہ آنکھوں پر گرے ہوئے ابروؤں کا، یہ اپنے ولی العصر کی نصرت کا میدان ہی ایسا ہے کہ جہاں سوائے جان و مال وعزت وناموس کو قربان کرنے کے کوئی دوسرا آپشن (Option) موجود ہی نہیں ہوتا

ہم عالم انسانیت کے ان محسنین سلام اللہ علیہم کی ذات اور عمل و جذبات پر صلوات ہی پڑھ سکتے ہیں اور یہ دعا دے سکتے ہیں کہ رب کائنات ان کی قربانیوں کا اجرانہیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کے قیام کی شکل میں عطا فرمائے اور وہ اپنے ولی العصر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو پورے خاندان سیمت آباد اور شاد دیکھیں

## خلف بن مسلم بن عوسجہ

دوستو!...... کتاب کربلا میں کچھ بچوں کے کردار ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں اپنے بچپن کو عذر نہیں بنایا اور نہ ان کی مقدس ماؤں نے ان کے بچپنے کو عذر بننے دیا ہے اور انہوں نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی بھر پور نصرت فرمائی ہے...... ان بچوں میں سے دو بچے ایسے ہیں کہ جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے ان کے

والد ضعیف ترین انصار میں شامل ہیں اور وہ کمسن ناصرین میں شامل ہیں...... ان میں پہلا معصوم ناصر جناب مسلم بن عوسجہ علیہا السلام کے فرزند عبداللہ سلام اللہ علیہ جو خلف ابن مسلم بن عوسجہ سلام اللہ علیہم کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ خلف سعادت مند بیٹے کو بھی کہتے ہیں

تاریخ گواہ ہے کہ جب جناب مسلم بن عوسجہ شہید ہوئے تو ان کی لاش کو خیام میں لایا گیا وہاں وقت کی مناسبت سے ان کی عزا کا اہتمام ہوا...... اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ان کے خیمے کے باہر تشریف فرما تھے کہ ایک سات یا آٹھ سال کے بچے نے آ کر ان کے قدموں پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا کہ آقا آپ مجھے بھی اپنی نصرت کا اعزاز عطا فرمائیں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر کی طرف سے تمہارے بابائے بزرگوار کی شہادت کافی ہے اب آپ کو جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمہاری والدہ ماجدہ ضعیف بھی ہیں اور ان کا کوئی دوسرا سہارا بھی نہیں ہے ایک آپ ہی تو ہیں جو ان کی ضعیفی کا سہارا ہیں اس لئے آپ واپس چلے جائیں یہ سن کر اس معصوم نے اپنے خیمے کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا نے خیمہ کا پردہ اٹھایا اور بیٹے سے کہا اب پیچھے مڑ کر نہ دیکھو تمہارے باپ نے تو اپنی ماں کو سرخرو کیا ہے مجھے تو تم نے سرخرو کرنا ہے...... اس کے بعد شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں اس نے عرض کیا آقا اسے میں نے خود بھیجا ہے اسے آپ اجازت عطا فرما دیں یہ مجھ پر احسان ہوگا

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اس معصوم کو اجازت عطا فرمائی تو اس کی والدہ ماجدہ نے عرض کیا آقا اگر اجازت ہو تو میں بھی اپنے بیٹے کی جنگ دیکھنے کیلئے خیام کے آگے کھڑی ہو سکتی ہوں...... اجازت ملی تو اپنے بیٹے کو خیام کے باہر تک ماں چھوڑنے آئی اور اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے خوب جذبات پیدا کئے پھر وہ معصوم بچہ میدان میں

آیا تو ماں جنگ کے دوران بار بار اس کی ہمت بندھا رہی تھی اور کہہ رہی تھی شاباش بیٹے لائق بیٹے تم اپنے مولا علیہ الصلوات والسلام کی بھرپور نصرت کرو، اپنی پیاس کو محسوس نہ کرو، ابھی ساقی کوثر تمہیں جامِ کوثر سے سیراب فرمائیں گے...... اس معصوم نے جان توڑ کر جہاد کیا اور اس جنگ میں اس نے تیس ملاعین کو واصل جہنم کیا...... اور خود بھی اس جہاد میں شہید ہو گیا...... ایک ملعون نے بڑھ کر اس بچے کا سرتن سے جدا کر کے اس کی والدہ ماجدہؑ کی طرف پھینکا تو اس کی والدہ نے بیٹے کا سر اٹھایا اور آغوش میں لے کر اسے پیار کرنے لگی اور یہ کہہ رہی تھی

توں ہیں مظلومؑ دا ناصر تیکوں چمناں عبادت ہے
تیڈے رخسار کوں چمناں اے امڑیؑ دی سعادت ہے
بڑی بھرپور اج ہے ترجمانی ما دی تیئں کیتی
تیئں میڈے کھیر دی سوہنی بچائی لعل عصمت ہے
توں ہیں لجپال امڑی دا رکھی ہے لج تیئں امڑی دی
معظمہ سین دے اگوں رکھی تیئں میڈی عزت ہے
میں ایں ڈینہ دے کیتے تیکوں پلایا کھیر ہا بچڑا
میڈی امید توں ودھ کے کیتی تیئں لعل نصرت ہے
میں جے تائیں رہساں دنیا تے تہاکوں نت دعا ڈیساں
تیڈی امڑیؑ دی عزت اے تیڈی سوہنی شہادت ہے
تیڈی محنت دا مل پوسی جڈاں جعفرؑ دا سائیں آسی
تھیسی پوری میڈی ممتا دی اوں ڈینہ ساری حسرت ہے

جس وقت معصوم کی مقدس ماں نے اس طرح اپنے لعل کو پیار کیا اور اپنی محبت کا اظہار کیا تو

یہ منظر دیکھ کر سارے اہل خانہ میں ماتم کا کہرام بپا ہوگیا ...... (ناسخ التواریخ، محرق القلوب ص 118)

## عمرو بن جنادہ بن کعب انصاری سلام اللہ علیہ

دوستو! ...... میدان نصرت میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے دوسرے معصوم ناصر جناب جنادہ بن کعب انصاری کے بیٹے جناب عمرو ابن جنادہ انصاری ہیں اور ان دونوں باپ بیٹے پر زیارت ناحیہ مقدسہ میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے سلام فرمایا ہے

یہاں جناب جنادہ بن کعب انصاری سلام اللہ علیہ کی شہادت کے واقعات بیان کروں گا تو بات بڑھ جائے گی یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب جناب جنادہ بن کعب سلام اللہ علیہ شہید ہوگئے تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دیکھا کہ خیام کی طرف سے ایک معصوم بچہ باہر آ رہا ہے جس کی عمر اتنی ہے کہ جو تلوار اس نے کمر کے ساتھ باندھ رکھی ہے اس کی لکیر زمین پر کھنچتی چلی آ رہی ہے...... وہ بڑی تیزی سے میدان کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے بڑھ اس کا راستہ روکا...... اس معصوم نے دیکھا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام راستہ روک رہے ہیں تو اس نے پہلو سے بچ کر نکلنے کی کوشش کی تو آپ نے باہیں پھیلا کر اسے پکڑ لیا اور فرمایا بیٹا تم کہاں جا رہے ہو...... اس نے عرض کیا میں آپ کی نصرت کیلئے آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے جا رہا ہوں آپ نے اسے اٹھایا سینے سے لگایا اور فرمایا بیٹا تمہاری والدہ ماجدہ بیوہ ہو چلی ہیں تم اس کی پیری کا عصا ہو تم واپس خیام میں جاؤ تمہاری والدہ تمہارا راستہ دیکھ رہی ہوگی ...... اس وقت اس بچے نے معصومیت سے جواب دیا کہ تلوار میری کمر کے ساتھ تو میری والدہ نے باندھی ہے اور انہوں نے ہی مجھے جنگی لباس پہنا کر آپ کا ناصر بنا کر بھیجا ہے...... اس وقت جناب جنادہ بن کعب انصاری کے خیمے کا پردہ اٹھا اور اس بچے کی والدہ جناب بحریہ بنت مسعود خزرجی

سلام اللہ علیہا نے آواز دی شہنشاہ آ قا آپ اسے مت روکیں میں نے اسے خود بھیجا ہے آپ نے فرمایا تم تو جانتی ہو کہ یہ معصوم بچہ ہے اور معصوم بچوں پر جہاد ساقط ہوتا ہے اور یہ بھی جانتی ہو کہ یہ جنگ بھی نہیں کرسکتا ...... یہ سن کر اس مقدس مستور نے عرض کیا آ قا یہ کسی کی جان لے نہیں سکتا اپنی جان تو قربان کرسکتا ہے؟ میرے لئے یہی فخر بھی کافی ہے

جناب جنادہ بن کعب انصاری نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا جو اس معصوم بچے کو یاد تھا جب یہ جہاد پر جانے لگا تو اس کی والدہ سلام اللہ علیہا نے اس معصوم سے کہا تھا کہ جب میدان میں جانا تو بطور رجز اس قصیدے کو پڑھنا...... یہ بچہ میدان میں پہنچا تو اس نے تلوار نکالی اور لشکر شام کے سامنے بطور رجز وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا......سارے میدان میں معصوم بچے کی دلنواز آواز رس گھولنے لگی

امیری حسینؑ ونعم الامیر
سرور فواد البشیر النذیر

میرے امیر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام ہیں اور وہ بہترین امیر ہیں جو بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کا سرور وسکون ہیں

علیؑ وسیدہؑ ولداہ
فھل تعلمون لہ من نظیر

جن کے والد امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام ہوں اور والدہ پاک سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا ہوں ان کی مثل ونظیر کون ہوسکتا ہے؟

لہ طلعتہ مثل شمس الضحی
لہ قرہ مثل بدر منیر

ان کا رخ انور آفتاب عالم تاب کی طرح نورانی ہے اور مثل بدر منیر آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

یہ معصوم بھلا کیا جنگ کر سکتا تھا مقصد تو شہادت اعظمیٰ کا حصول تھا اور والدہ سلام اللہ علیہا کی سرخروئی تھا اور آنے والی نسلوں کو اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا درس دینا بھی مقصود تھا ............ جب یہ معصوم رجز یہ اشعار پڑھ رہا تھا تو پورے میدان پر سکتہ طاری تھا کہ اس وقت مالک بن نسر ملعون میدان کے ایک طرف سے نکلا اس نے دیکھا کہ ماں سلام اللہ علیہا سامنے کھڑی اس بچے کو دیکھ رہی ہے اس ملعون نے کوئی ترس نہیں کیا اور اس معصوم پر وار کیا ...... معصوم جسم زمین پر تڑپنے لگا پھر اس ملعون نے معصوم کا سر جدا کر کے اس کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کی طرف اچھالا ...... اس مقدس مستور نے اپنے لعل کا سر اپنی گود میں وصول کیا اور اسے بہت پیار کیا اور کہا شاباش میرے لائق بیٹے تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا ہے مجھے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کے سامنے سرخرو کیا ہے تھوڑی دیر اپنے لعل کے رخساروں کو بوسے دیتی رہی دعا کرتی رہی ...... اس کے بعد پورے جوش سے اٹھی اور اپنے لعل کے سر کر لے کر اس ملعون کی طرف بڑھی اور اس کے قریب جا کر اپنے لعل کا سر اس ملعون کے سینے پر اس قوت سے مارا کہ وہ ملعون وہیں گر کر واصل جہنم ہو گیا

اس کے بعد جناب بحریہ بنت مسعود خزرجی سلام اللہ علیہا نے اپنے خیمے کی ایک چوب اٹھائی اور میدان جنگ میں اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے پہنچ گئی ...... اور میدان میں اس مقدس مستور نے رجز کے چند اشعار بھی پڑھے

انا عجوز سیدی ضعیفته خالیته بالیته نحیفته

میں اپنے آقا کی ضعیف اور ناتواں اور کمزور خادمہ ہوں

اضربکم بضربته عفیفته دون بنی سیدة الشریفته

اے لشکر کفار میں ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کی پاک اولاد کی نصرت میں اور حفاظت میں تمہیں

تلوار سے بھی سخت ضربیں لگاؤں گی

یہ دیکھ کر یکے بعد دیگر دو ملعون ان کے سامنے آئے تو انہوں نے چوبِ خیام سے ایک ایک کر کے ان دونوں کو واصل جہنم کیا

## جناب بحریہ خاتون سلام اللہ علیہا

جو بھی ولی العصرؑ دے نال ہن عشق حقیقی کردے
او کونین دے ہر جی توں ہن بہوں ممتاز نظردے
عشق الٰہی دی مستی ہے بدل ڈیندی کل جذبے
طالب مولاؑ عورت بھی فرمان مطابق مردے
بحریّہ خاتون نے اے پیغام جہان کو ڈتا
نصرت ہر تے واجب ہے جتنا کمزور بھی فردے
خالق بھی صلوات انہاں دی ذات تے ہے نت پڑھدا
جیڑھے پاک حبیبؑ دی ہن نصرت جی توڑ کے کردے
بزدلی زیورے عورت دا پر جائز نہیں نصرت وچ
پاک حبیبؑ دی نصرت کرنا فرض ہے چھوڑ کے پردے
جعفرؑ ہنڑ انہاں دیاں محنتاں کوں رنگ خالق لاوے
حسنؑ دا جانی آن وساوے گھر ہنڑ پیو اکبرؑ دے

دوستو جس وقت یہ مقدس خاتون مصروف جہاد تھیں تو اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے انہیں داد تحسین دی اور پھر حکم فرمایا کہ آپ واپس اپنے خیمہ میں چلی جائیں آپ کا حقِ نصرت ادا ہو گیا ہے...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے ان کے حق میں دعا دی اور ان

کا ہاتھ پکڑ کر ان کے خیمہ تک پہنچایا

دوستو!......ان واقعات میں ہمارے لئے بہت سے درس ہیں

() ایک تو یہ درس ہے کہ ضعیف افراد کیلئے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے ضعیفی کوئی معقول عذر نہیں ہے

() یہ بھی ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے کمسنی بھی کوئی معقول و جائز عذر نہیں ہے بلکہ جو دشمن کی جان نہیں لے سکتا وہ جان دے تو سکتا ہے

() یہ بھی ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں ماؤں کو اپنے بچوں تک کو قربان کرنا اور بہ عین شوق و عشق و رغبت قربان کرنا لازم ہے اور یہی حق ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کا تقاضہ ہوتا ہے

() اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت وحفاظت کا معاملہ ہوتو پھر عورت مسقوط الجہاد ہونے کے باوجود جہاد کرے تو ولی العصر علیہ الصلوات والسلام اسے دعا فرماتے ہیں اور یہ خلاف شرع کام شمار نہیں ہوتا جیسا کہ صاحب ''اصحاب یمین'' نے اسی واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''اس (واقعہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا ایک تشریع خاص کے ماتحت تھا'' یعنی ایک مخصوص شریعت کے ماتحت تھا

دوستو!......حقیقت یہ ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت وحفاظت ہی عین شریعت ہوتی ہے جیسا کہ جنگ احد میں ایک مقدس مستور نسیبہ بنت کعب سلام اللہ علیہا نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں جہاد کیا اور ان کی حفاظت کر کے ایک ''سنتِ نصرت'' قائم فرمائی اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس زمانے کے ولی العصر تھے ان کی نصرت میں اس مقدس مستور نے تیروں اور تلواروں کے لاتعداد زخم بھی کھائے اور خون سے غلطاں ہوگئیں لیکن اپنے ولی العصر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں جمی رہیں اور خود سرور

کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دعا بھی فرماتے رہے تھے اور داد بھی دیتے رہے اور جہاد کے دوران اس کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہے تھے اور اس طرح ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں مستورات کے مسقوط الجہاد ہونے کے باوجود جہاد کرنے پر ''مہرِ تحسین'' بھی ثبت فرماتے رہے تا کہ آنے والی نسل کربلا میں نصرت کرنے والی مقدس مستوروں سلام اللہ علیہن پر کوئی اعتراض نہ کر سکے

دوستو !...... یہ بھی یاد رہے کہ کربلا میں نصرت کے آخری درجاتِ اعلیٰ کے نمونے پیش ہوئے ہیں کیونکہ جب سب سے بڑی قربانی پیش کر کے دکھائی جائے تو اس سے نچلے درجات کی چیزوں کی قربانی بدرجہ اتم ثابت ہو جاتی ہے مثلاً ہمارا مقولہ ہے کہ مال صدقہ ہے جان اور جان صدقہ ہے عزت کا اور عزت صدقہ ہے دین کا...... یہ یاد رہے کہ دین یہ خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام ہے...... اب کوئی آدمی کہے کہ عزت پر جان تو قربانی کی جا سکتی ہے مال نہیں کیا جا سکتا تو درست نہ ہوگا بلکہ عزت کے سامنے مال کی قربانی سب سے پہلا درجہ رکھتی ہے اس کے بعد جان کا نمبر آتا ہے...... اسی طرح انصار و مدرسین کربلا علیہم الصلوات والسلام نے ہمیں بڑی بڑی قربانیاں دے کر ان سے نچلے درجے کی چیزوں کو بطریق اولیٰ قربان کرنے کا درس دیا ہے

آیئے ہم ان مظلومین اور اپنے محسنین سلام اللہ علیہم کو دعا دیں کہ جس مقصد کیلئے انہوں نے قربانیاں دی ہیں وہ مقصد آج اور اسی وقت پورا ہو جائے اور انہیں ملک آل محمد علیہم الصلوات والسلام دیکھنا جلدی نصیب ہو اور منتقم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی تلوار انتقام جلدی بلند ہو اور ان سب کا انتقام جلدی ہو

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

# خطاب نمبر 10

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے ان کی نصرت کرے اس کیلئے ضروری نہیں ہے کہ انسان شعلہ بیان مقرر ہو، یا فن تقریر سے آشنا ہو بلکہ جس طرح سے بھی بولنا جانتا ہے اسی طرح سے نصرت میں بولنا شروع کر دے کیونکہ جس طرح پروپیگنڈا پاور (Propaganda Power) کو استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح سے نصرت میں بھی عمل کیا جا سکتا ہے

اگر ہم درس کربلا کے ابواب کھولتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کربلا میں شعلہ بیان مقررین کیلئے دو طرح کے کردار تھے ایک طرف دشمن کی صفوں میں شعلہ بیان مقرر تھے جو انصارِ امام علیہ الصلوات والسلام کو بہکانے میں لگے ہوئے تھے دوسری طرف نصرتِ امام علیہ الصلوات والسلام میں کلام کرنے والے لوگ تھے...... دشمن کی فوج میں شیث بن ربعی ملعون، محمدؐ بن اشعث ملعون، شمر ذی الجوشن ملعون، سنان بن انس ملعون، یہ سب شعلہ بیان مقرر تھے جنہوں نے کوفیوں اور شامیوں کو کفر پر قائم رکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ اصحاب عظام کو بہکانے کی بھی ناکام کوشش کر رہے تھے دوسری طرف شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی

مختصر فوج میں بھی کئی شعلہ بیان مقرر تھے ان میں سرفہرت جناب زہیر بن قین نمیری سلام اللہ علیہ جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ اور جناب حبیب ابن مظاہر اسدی سلام اللہ علیہ تھے کہ جنہوں نے سب سے اوّل نصرتِ لسان کا مظاہرہ فرمایا اور آج اگر کوئی شعلہ بیان مقرر ہے تو اسے جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کا کردار ادا کرنا ہوگا یعنی عین دشمنوں کے سامنے تیروں اور تلواروں کے روبرو کھڑے ہوکر حق امام زمانہ بیان کرنا ہوگا اور زمانے کے امام کا تعارف، ان کی شان وعظمت، ان کے حقوق وفرائض کو اس طرح واشگاف الفاظ میں بیان کرنا ہوگا کہ خود زمانے کے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام فرمائیں کہ تو نے تو مومنِ آلِ فرعون سے بھی بڑھ کر اتمام حجت کا حق ادا کر دیا ہے

اس میں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی سنے یا نہ سنے بات تو اتمام حجت کی ہے حقوق وفرائض، عظمت وشان کو بیان کرنے کی ہے اگر ہم یہ سوچیں کہ ہم وہ کچھ بیان کریں جسے لوگ پسند کریں تو پھر یہ کفر وشرک ہے کیونکہ رضائے الٰہی کے خلاف رضائے مخلوق کو اختیار کرنا گویا اللہ جل جلالہ سے انکار ہے

کیا یہ درست ہے کہ اگر مجمع شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ذکر سننے کیلئے تیار ہی نہ ہو تو وہاں ذکر کرنا ہی نہیں چاہیے؟

دعائے تعجیل فرج کے لوگ مخالف ہو جائیں تو دعا کرنا ہی بند کر دی جائے؟

لوگ اگر عملی وفکری ونظری طور پر امامِ حق کی مخالفت پر اجماع کر لیں تو کیا ہمیں بھی اس لئے امام علیہ الصلوات والسلام کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ کوئی نہیں ہے؟

مجارٹی از اتھارٹی (Majority is Authority) کا فارمولا تو جملہ مذاہب کے عقیدے کے خلاف ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسان کو ہر حال میں اپنے شہنشاہ زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنا چاہیے اور زبان سے ان کا تعارف اور فضائل وحقوق وفرائض بیان کرتے

رہنا چاہیے چاہے کوئی سنے یا نہ سنے یہ درس ہمیں کربلا سے ملا ہے اور یہ سبق ہمیں جناب زہیر بن قین علیہ السلام اور جناب بریر بن خضیر ہمدانی علیہ السلام نے دیا ہے اب مناسب ہوگا کہ میں جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کے بارے میں قدرے تفصیل سے عرض کروں

جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے عظیم صحابی ہیں یہ وہ صحابی ہیں کہ جنہوں نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام اور امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کے قضایا (فیصلے) اور احکام پر ایک کتاب بھی مرتب فرمائی تھی جو ہمارے اصول کی کتابوں میں سے معتبر کتاب مانی جاتی ہے...... یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اصول کی چار سو کتب تھیں جن میں سے اب چند ایک ہمارے پاس محفوظ ہیں

یہ جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے بعد مسجد کوفہ میں درس قرآن دیا کرتے تھے اور اہل کوفہ میں سے اکثر حفاظ قرآن ان کے شاگرد تھے...... یہ بہت ہی خوش الحان قاری بھی تھے اور امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے انہیں سید القرا کا لقب بھی دیا تھا

جب اہل کوفہ نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو خطوط لکھے تو ان میں سے ایک یہ بھی تھے

جب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کوفہ پہنچے تو اِنہوں نے ان کی نصرت میں کئی تقاریر بھی کیں جن سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی ...... جب جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو لکھا کہ آپ کوفہ میں تشریف لائیں تو اس وقت انہوں نے عرض کیا کہ میں باقی کوفیوں کی طرح خط نہیں لکھوں گا بلکہ خود جا کر گذارش کروں گا کہ آپ کوفہ میں تشریف لائیں ......اس لئے یہ کوفہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ آ کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی قدم بوسی کی اور یہاں سے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے

جب یہ کاروانِ حق منزل ذوحسم کے قریب پہنچا تو وہاں جناب حر سلام اللہ علیہ کے لشکر سے سامنا ہوا یہ واقعہ آپ کا سنا ہوا ہے...... کچھ کتب تواریخ ومقاتل یہ بتاتے ہیں کہ جب جناب حر سلام اللہ علیہ کے لشکر سے سامنے ہوا اور جناب حر علیہ السلام نے کوفہ کے حالات بتائے تو وہاں بھی کئی لوگوں نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو چھوڑ دیا اور اپنے خیمے اکھاڑ کر صحرا میں غائب ہوگئے اس وقت انہوں نے دیکھا کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام قدرے اداس نظر آرہے ہیں تو انہوں نے ایک تقریر کی جسے میں نظم کی صورت میں پیش کرتا ہوں

احسان ہے خالق اکبر دا جیں اتنا کرم وسایا ہے
ساکوں پاک حبیبؐ دے بچڑے دا چا عبد و غلام بنڑایا ہے
تہاڈے قدمیں جان نثار کروں چا اے توفیق وی بخشی ہے
اساں اپنے بدن دا ہر ٹکڑا اج تہاڈے نام گنڑایا ہے
کل تہاڈے نانے پاکؐ اگوں اساں سرخرو لازمی تھیوناں ہے
ایہو فوز عظیم ہے جو ساڈے حصے وِچ ازل توں آیا ہے
جنہاں پاک رسولؐ دے بچڑے دی الفت کو ضائع کیتا ہے
انہاں کہیں دا کیا نقصان کیتائے خود اپنا آپ ونجایا ہے
صد حیف ہے ایسے لوگاں تے جنہاں چھوڑ کے سینؑ دے بچڑے کوں
ہے لعنت ونڑجی دنیا تے ونجہ دوزخ کوں گل لایا ہے
جعفرؑ دے وارثؑ آنوناں ہے انہاں بدبختاں کوں مل پوسی
کیویں چھوڑ کے مرشدؑ زادیاں کوں گل طوق جہنم پایا ہے

# نومحرم کی شب

دوستو جب نومحرم کی رات آئی تو پانی بند ہو چکا تھا اور خیام ہائے اطہر میں معصوم بچے ہاتھوں میں جام لے کر پانی طلب کر رہے تھے، اس وقت اِنہوں نے جناب عبد ربہ انصاری کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہ جو خیام سے العطش کی آوازیں آ رہی ہیں کیا یہ تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ سن تو ہم بھی رہے ہیں مگر ہم کیا کریں؟ یہ سمجھ نہیں آ رہا...... انہوں نے کہا تم ہمارے ساتھ چلو...... یہ دونوں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خیمے میں آئے اوراذن باریابی طلب کیا جب حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ آقا آپ اگر اجازت دیں تم ہم ابن سعد ملعون کے ساتھ پانی کے موضوع پر بات کریں؟ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا بیشک آپ ان سے بات کریں

یہ ابن سعد ملعون کے پاس آئے مگر اسے سلام نہیں کیا آ کر سامنے کھڑے ہو گئے اس ملعون نے کہا بھائی ہمدانی آپ ہمارے پاس آئے ہیں اور ہمیں آپ نے سلام تک نہیں کیا جبکہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم نہ توحید کے منکر ہیں نہ رسالت کے اور نہ قرآن کے، اور مسلمان کیلئے مسلمان پر سلام کرنا لازم ہے

آپ نے فرمایا جب انسان اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے تو اقرار توحید و رسالت کے باوجود مسلمان نہیں ہوتا......فرمایا او ملعون ازل تو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے پر تلا ہوا ہے اور خود کو ان کا کلمہ گو بھی کہتا ہے؟

اس ملعون نے شرم سے سر جھکا لیا کافی دیر بعد کہا بھائی ہمدانی تم سچ کہتے ہو مگر کیا کروں کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیئے بناں ابن زیاد ملعون مجھے رے (طہران) کی حکومت نہ دے گا اور میں یہ جاگیر چھوڑ بھی دوں تو کوئی اور لے جائے گا، کوئی اور ملعون رے کی

جاگیر لے جائے اس بہتر ہے کہ میں خود لے لوں اس کے بعد میں توبہ کرلوں گا کیونکہ توبہ کا دروازہ تو کھلا ہے...... انہوں نے فرمایا کیا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے بعد بھی توبہ کی گنجائش رہتی ہے؟ لعنت ہے تم پر اور تمہاری سوچ پر...... یہ فرما کر وہاں سے چلے آئے صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ وہاں سے واپسی کے بعد آپ سکون سے نہیں بیٹھے بلکہ اسی سوچ میں تھے کہ کس طرح خیام میں پانی لایا جائے ...... یہاں یہ عرض کردوں کہ جناب عبدربہ انصاری سلام اللہ علیہ اور یہ ایک ہی خیمہ میں رہتے تھے یہ دونوں معمرین میں سے تھے جب رات کافی ہوگئی تو انہوں نے معصوم بچوں کے رونے کی آواز سنی تو نہر علقمہ سے پانی لانے کا پروگرام بنایا یہ حالات ہم نہیں لکھ سکتے گفتگو طویل ہوجانے کا ڈر ہے

## روزِ عاشور

دوستو کتب تاریخ و مقاتل لکھتے ہیں کہ جب عاشور کا دن ہوا تو جناب عبدربہ انصاری سلام اللہ علیہ اور یہ اپنے خیمے میں گئے تاکہ لباس جنگ اور سامان حرب سے لیس ہوکر بارگاہ میں حاضر ہوں اسی دوران جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ نے جناب انصاری سے مزاح فرمایا اور قہقہہ لگا کر ہنسے، یہ دیکھ کر انہوں نے کہا بریر بھائی ہمیں آپ سے یہ توقع نہ تھی کہ اس طرح آج ہنسیں گے اور یہ دل لگی فرمائیں گے آج تو قیامت کا دن ہے آج تو دکھ اور غم کا دن ہے...... یہ سن کر انہوں نے فرمایا بھائی انصاری میری جوانی اور بڑھاپا گواہ ہے کہ ہم نے آج تک کبھی بھی نہ ہی کسی سے دل لگی کی ہے اور نہ ہی کبھی قہقہہ لگا کر ہنسے ہیں آج جبکہ اپنی جنت اور آخرت دونوں یقینی بنا چکے ہیں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرخرو ہو چکے ہیں تو کیا آج بھی ہمیں خوش ہونے کی اجازت نہیں دوگے؟ آج ہم اپنے مالک پر جان نثار کرنے کا عزم کر چکے ہیں اور آج جنت ہمارے قدم چوم رہی ہے تو

اس فوز عظیم کے حصول پر کیا خوش ہونا بھی منع ہے؟

## کریمِ کربلا علیہ الصلوات والسلام کا پہلا خطبہ

دوستو! جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ اپنے وقت کے شعلہ بیان مقرر تھے...... روز عاشور صبح کے وقت جب دونوں طرف سے فوجیں صف آرا ہوچکیں تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جد اطہر سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ پر سوار ہوکر اتمام حجت کیلئے میدان میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اہل کوفہ کو کوئی ان کا تعارف کروائے، اس وقت آپ نے جناب بریر بن خضیر سلام اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ ہماری ناقہ کی مہار پکڑیں اور جب میدان میں جائیں تو آپ کوفیوں اور شامیوں کو ہمارا تعارف کروائیں ...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا اپنے تعارف اور اتمام حجت کیلئے انہیں منتخب کرنا بتا رہا ہے کہ کربلا میں ان کے پائے کا کوئی قادر الکلام مقرر تھا ہی نہیں، ان کی آواز گرجدار تھی آپ نے نہایت فصیح و بلیغ تقریر کی جس میں خوف خدا، حقوق عترت طاہرہ اور اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ حالت اور تشنگی کو بیان کیا اور حق امام وقت کو بھرپور طریقے سے پیش کیا...... جب انہوں نے اپنا خطبہ اختتام کو پہنچایا تو لشکر ملعون کی طرف سے جواب ملا کہ ہمارا صرف ایک ہی مطالبہ ہے اور وہ ہے بیعت ملعون اس پر انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا ہاں تم اگر ساتھ نہیں دینا چاہتے تو پھر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو واپس جانے کا راستہ دے دو تاکہ یہ واپس چلے جائیں کیونکہ ساتھ نبی زادیاں صلوات اللہ علیہن ہیں اس کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ حیف ہے تم پر کہ تم ان خطوط کا مضمون بھول گئے ہو جو تم لوگوں نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو لکھے تھے

تم لوگوں نے ان خطوط میں اللہ جل جلالہ کو شاہد و گواہ بنا کر اپنی وفاداری کا عہد کیا تھا

وائے ہوتم پر کہ تم نے اہل بیت کو نہ پہچانا، پہلے ان کیلئے جان و مال کی قربانی کا عہد کیا لیکن جب وہ تشریف لائے تو تم ان کو ابن زیاد ملعون کے حوالے کرتے ہو اور ان کا پانی بھی بند کرتے ہو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے برخلاف ان کی ذریت کے حق میں ''برا'' برتاؤ کر رہے ہو خدا تمہیں روز قیامت کی پیاس کا مزہ چکھائے کیونکہ تم بدترین انسان ہو

قوم اشقیاء میں سے چند آدمی بولے اے بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہمیں کچھ پتہ نہیں پس بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ نے کہا اللہ کی حمد ہے کہ ہمیں تمہاری بد باطنی کی مزید اطلاع ہوگئی پھر آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا اے پروردگار تو گواہ رہ کہ ہم اس قوم کے افعال سے بیزار ہیں اس جماعت کے نقصان وزیان کا انجام خود انہیں کو نصیب کرتا کہ جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو تو ان پر غضبناک ہو پس انہوں نے تیر برسانے شروع کئے اور زبان خرافات کھولی اس وقت جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ امام عالی مقام علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں پلٹ کر واپس آ گئے

جب جناب حر سلام اللہ علیہ شہید ہو گئے تو ان کے بعد جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ میدان میں تشریف لائے اور رجز خوانی کی جس میں فرمایا میں بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ ہوں اور تمہیں تہ تیغ کرنے میں مجھے کوئی نقصان نہیں اور ارباب خیر کو معلوم ہے کہ میں اہل خیر سے ہوں اسی طرح میرے اعمال خیر بھی اہل خیر کو معلوم ہیں اور میں وہ ہوں کہ بپھرے ہوئے شیر میرے نعرہ کی گونج سے لرزہ براندام ہو جایا کرتے ہیں، ہم ایسے جری ہیں کہ جن کا نام سن کر بڑے بڑے شیروں کے دل سینوں میں کانپ جاتے ہیں (مناقب)

عفیف بن زبیر جو واقعہ کربلا میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ یزید بن معقل ملعون عمر بن سعد ملعون کے لشکر سے باہر آیا اور اس نے از راہ سرزنش بریر بن خضیر ہمدانی کے نام آواز دی اور کہا کہ اے بریر تو نے دیکھا کہ خدا نے تیرے عقیدہ کے بدلہ میں تیرے لیے کیا انتظام

کیا ہے (یعنی اب تم کو اپنے عقیدہ کی سزا ملنے والی ہے ) بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کو یہ سن کر جوش آیا اور فرمانے لگے خدا نے اپنے کرم سے میرے لیے خوب انتظام فرمایا ہے اور تیرے لیے برے انجام کا انتظام کیا ہے یزید بن معقل بولا جھوٹ کہتا ہے کیا تجھے یاد ہے کہ بنی دودان کے کوچہ میں جب میں اور تو اکٹھے جا رہے تھے تو تو نے خلیفہ ثالث کے بارے میں کسی اچھے عقیدے کا اظہار نہیں کیا تھا بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ نے جواب دیا بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میرا عقیدہ اب بھی وہی ہے یزید بن معقل ملعون نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور گمراہ ہے اور تجھے اشتباہ ہے جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ نے کہا آؤ پھر میں اور تو مباہلہ کر لیں تا کہ خدا کی طرف سے سچے کے حق میں فیصلہ ہو جائے اور مباہلہ کی صورت یہ ہے کہ ہم نہایت عجز وزاری اور تضرع وانکساری کے ساتھ خدا کے سامنے اپنی عبادت پیش کریں اور دعا مانگیں کہ وہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق کر دے پھر اپنے اپنے لشکر سے جدا ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان آجائیں اور لڑیں تا کہ دوست دشمن دیکھ لیں جو جھوٹا ہو گا وہی مقتول ہو گا ...... پھر جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ اور یزید بن معقل ملعون دونوں لشکروں کے درمیان آگئے اور ہاتھ بلند کر کے ایک دوسرے کے حق میں نفرین کی اس کے بعد آپس میں جنگ شروع کی پہلے یزید بن معقل ملعون نے پورے زور سے بریر بن خضیر ہمدانی کے سر پر تلوار کا حملہ کیا اور کہا کہ اگر لوہے کے سندان پر یہ حملہ ہوتا ہے تو وہ دو حصے ہو جاتا لیکن جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا پھر جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ نے مالک کا نام لے کر یزید بن معقل ملعون کے سر پر ضرب الراس لگائی تو اس ملعون کا خود دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا اور تلوار نے اس کے سر کی ہڈیوں میں جا کر قیام کیا وہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکا اور گھوڑے سے گرتے ہی اس طرح واصل جہنم ہوا کہ ابھی تلوار کی دھار اس کے سر

میں تھی اور قبضہ شمشیر بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا...... (طبری بحوالہ ابومخنف)
عفیف بن زبیر کہتا ہے کہ مجھے اب تک وہ منظر نہیں بھولتا اور میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ موجود ہے کہ جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ تلوار کو آگے پیچھے کر کے اس کے سر سے نکال رہے ہیں جب تلوار کو اس کے سر سے نکال لیا تو بجلی کی طرح قوم اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور ایسا حملہ کیا کہ تلوار آبدار کو جس طرف حرکت دیتے تھے لوگوں کو بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نظر ہی نہیں آتا تھا اور اس جنگ میں آپ نے 30 نامی گرامی جوانوں کو واصل جہنم کیا اور فرار ہونے والوں سے فرماتے تھے او مومنین کے قاتلو ذرا سامنے آؤ تمہیں جہنم پہنچانا میرے ذمہ ہے پھر فرماتے تھے اے مجاہدین بدر کی اولاد کے قاتلو میرے قریب آؤ......اے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنو میرا مقابلہ کرو
ابومخنف ازدی لکھتا ہے کہ لشکر شام میں سے ایک بہت ہی بہادر جوان تھا جس کا نام تھا رضی بن منقذ عبدی ملعون اس نے سارے لشکر سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ میں اس جوان کے ساتھ اکیلا جنگ کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر سارا لشکر واپس چلا گیا تو وہ ملعون سامنے آیا اور جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کو للکارا تو جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ اس کے سامنے آئے اور ان کے مابین جنگ شروع ہوگئی ایک ساعت تک ان دونوں کے مابین تلواروں کا ردوبدل ہوتا رہا آخرکار بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ نے اس کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینہ پر سوار ہوگئے جب اس بدنہاد نے اپنے آپ کو شیر کے پنجہ میں گرفتار پایا تو اپنے ساتھیوں کو آواز دی چنانچہ کعب بن جابر ازدی ملعون بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ پر حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھا عفیف بن زبیر بیان کرتا ہے کہ میں نے کعب بن جابر ملعون کو آواز دی تجھ پر ویل ہو یہ وہی بریر بن خضیر سلام اللہ علیہ ہے جو مسجد میں ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے لیکن اس ملعون نے میری بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس زور سے بریر بن

خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کی پشت پر نیزہ مارا کہ بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کا منہ رضی بن منقذ ملعون کے منہ سے جا لگا لیکن انہوں نے اس عالم میں اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ انہوں نے اس ملعون کی ناک اپنے دانتوں میں جکڑ لی اور شہادت سے پہلے اس انداز میں دانتوں کو دبایا کہ اس ملعون کی ناک کٹ گئی جبکہ نیزہ ان کی پشت سے سینہ تک نکل چکا تھا......اس وقت اس ملعون نے شور مچایا تو کعب بن جابر ازدی ملعون نے ان کے سر پر وار کیا جس سے یہ شہید ہو گئے

عفیف کہتا ہے یہ واقعہ بھی آج تک گویا میرے آنکھوں کے سامنے ہے کہ رضی بن منقذ ملعون اپنے کپڑوں کو جھاڑتا ہوا اٹھا اور ہاتھ اپنی کٹی ہوئی ناک پر رکھے ہوئے تھا اور اس ازدی ملعون کا شکریہ ادا کر رہا تھا اور لوگ اس پر قہقہے لگا رہے تھے

یہی کعب بن جابر ازدی ملعون جب کوفہ پہنچا تھا تو اس کی بہن نوار خاتون کو پتہ چلا کہ اس کا بھائی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خلاف جنگ کر کے آیا ہے تو وہ اس کے گھر میں گئی اور ملعون سے کہا او بدبخت تو نے سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا کے فرزند کے خلاف جنگ میں حصہ لیا ہے اور تو نے سید القرا جناب بریر بن خضیر سلام اللہ علیہ کو بھی شہید کیا ہے واللہ تو نے ایک امر عظیم کا ارتکاب کیا ہے اللہ کی قسم میں مرتے دم تک تجھ بدبخت کے ساتھ کلام نہ کروں گی اور پھر اس نے پوری زندگی اس ملعون سے بات تک نہیں کی

## ﴿نتائج﴾

دوستو !...... جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ بہت سے کرداروں کی ترجمان تھے اور انسانیت کے بہت سے شعبوں کیلئے انہوں نے درس چھوڑا ہے یعنی اگر کوئی قاری قرآن ہے تو اسے جناب بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ کا کردار دیکھنا چاہیے اور دشمنوں میں موجود

روات حدیث وحفاظ قرآن کا کردار بھی دیکھنا چاہیے

شعلہ بیان مقررین کو ان کا کردار دیکھنا چاہیے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے تعارف کیلئے دشمن کے خرافات سن کر بھی تعارف کروانا انہوں نے سکھایا ہے

## کچھ نکات

دوستو!......اگر آپ کتاب کربلا علیہ الصلوات والسلام کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے میدان میں تعینات حلال وحرام بدل جاتے ہیں یعنی حلال اور حرام کی تعریف عمومی نہیں رہتی بلکہ حلال وحرام کا مفہوم اور ہو جاتا ہے

دیکھئے کچھ چیزیں اللہ جل جلالہ نے فی نفسہٖ حلال قرار دی ہیں مگر وہ موقعہ اور (Situation) سچویشن کے حوالے سے فی نفسہٖ حلال ہونے کے باوجود حرام ہو جاتی ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کھجور فی نفسہٖ حلال ہے لیکن جب کوئی آدمی چوری کی کھجور آپ کے سامنے لا کر رکھتا ہے تو اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے یعنی ایک حلال چیز ایک خاص وجہ سے حرام ہوگئی یعنی اس چیز کے اندر حرمت پیدا ہوگئی ......اسی طرح ایک شخص اپنے سامنے کھجور لا کر رکھتا ہے اور وہ اس کے اپنے باغ کی ہے اور اس میں سے خمس وزکواۃ وغیرہ بھی ادا شدہ ہیں لیکن آپ کو روزہ ہے تو کھجور کا کھانا آپ کیلئے حرام ہو گیا یعنی اس سچویشن (Situation) میں کھجور میں حرمت پیدا نہیں ہوئی بلکہ آپ کے عمل میں اسے کھانا حرام ہو گیا فجر سے رات تک وہ حرام رہی اور رات کو وہی حلال ہوگئی

جناب سعد بن ربیع سلام اللہ علیہ کا قول ہے کہ انہوں نے سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ قدس میں عرض کیا تھا کہ آپ ہمارے سامنے ایک انار لیں اور اسے دو حصوں میں کاٹ کر ایک کھوپرے کے بارے میں فرمائیں کہ یہ حلال ہے اور دوسرے کے بارے میں فرمائیں

کہ یہ حرام ہے تو میں یہ سوچوں گا بھی نہیں کہ یہ کیوں حرام ہے اور یہ دوسرا کیوں حلال ہے یہاں حکم ہی کو سب کچھ بتایا گیا ہے

عرفائے عظام کا تصورِ حلال و حرام کچھ اور ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں حظِ نفس و لذت نفس کیلئے حلال کا کھانا بھی حرام ہو جاتا ہے اور زندگی بچانے کیلئے خنزیر کا گوشت بھی حلال ہو جاتا ہے ......بعض کا قول ہے کہ شکم پری چاہے حلال سے ہی کیوں نہ کی جائے حرام ہوتی ہے اور قوت لا یموت حرام کی بھی حلال ہوتی ہے

دین نصرت کے تو اپنے تعینات اور ڈیفی نیشنز (Definitions) ہوتے ہیں

دوستو! ......کتابِ کربلا میں ایک باب مسلسل ملتا ہے کہ جس میں پانی حاصل کرنے کی کوششیں بیان ہوتی ہیں اور یہ کوششیں بہت سے انصار سلام اللہ علیہم نے کی ہیں اور ان کوششوں کے دوران وہ دریا تک پہنچے اور مشکیں بھریں مگر کسی نے پانی پیا نہیں اور نہ ہی پانی پینے کا سوچا ہے تو آخر کیوں؟ ......آپ نے دیکھا ہے کہ یہ بریر بن خضیر ہمدانی سلام اللہ علیہ بھی دریا تک پہنچے مشکیں پانی سے بھریں مگر خود نہیں پیا تو کیوں؟

(1) کیا پانی فی نفسہٖ حرام تھا؟ ..................نہیں

(2) کیا انہیں ان کے ولی العصر علیہ الصلواۃ والسلام نے پانی پینے سے روکا ہوا تھا؟ ......نہیں

(3) کیا انہیں روزہ تھا؟ ......نہیں ......کیونکہ رات کو روزہ نہیں ہوتا

(4) پانی کو انھوں نے اپنی ذات پر حرام کیا تو آخر کیوں؟ شرعی نکتہ نگاہ سے یہ حرمت کی کون سی قسم ہے؟ کہ جس سے پانی ان پر حرام ہو گیا تھا

دوستو! ......نصرت ''تشریعِ عشق'' کے ماتحت ہوتی ہے اور تشریعِ عشق میں فقہ وفا کے علاوہ کوئی فقہ کام ہی نہیں کرتی اور وفا کی فقہ پر وہ سارے انصار ثابت قدم اور اٹل تھے اس لئے جانتے تھے کہ یہاں پانی ہر فقہ کے حوالے سے حلال ہے مگر ''فقہ وفا'' کے حوالے

سے حرام ہے اور اس بات کو صرف وہ اصحاب ہی نہیں جانتے تھے ان کے گھوڑے بھی اسی فقہ پر عمل پیرا تھے اور ان انصار کے گھوڑوں نے بھی پانی کو منہ نہیں لگایا تھا

قبلہ اظہر حسن زیدی صاحب نور اللہ مرقدہ حسن تعلیل کے بڑے ماہر تھے یہاں میں ان کا ایک فقرہ عرض کرنا چاہوں گا وہ فرماتے تھے کہ کردگار وفا ابوالفضل العباس علیہ الصلوات والسلام نے جب دریا پر قبضہ کیا اور کفار شام وکوفہ کو کنارے سے ہٹا دیا تو اپنا رہوار دریا میں ڈالا اور وہاں پانی سے خشک مشک کو تر کر کے بھرنا شروع کیا تو آپ کے دونوں ہاتھ پانی سے تر ہو گئے ...... جب واپس ہونے لگے تو انہوں نے دل میں سوچا کہ اگر مشک خیام میں نہ پہنچ سکی اور میں شہید ہو گیا تو جب شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام میری لاش پر تشریف لائیں تو اس وقت میرے دونوں ہاتھ اس لئے نہیں ہونا چاہیں کیونکہ میرے گیلے ہاتھ دیکھ کر ممکن ہے کوئی بچہ یہ محسوس کرے کہ انہوں نے ہمیں تو پانی نہیں دیا اور شاید خود پی لیا ہو

دوستو! ...... اصحاب وانصار کا پانی پینا شرعاً حرام نہ تھا مگر ''دینِ نصرت'' اور ''فقہِ وفا'' کے تحت حرام تھا یعنی وفا کا تقاضہ یہی تھا کہ جب تک تمہارے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام پانی نہ پئیں تو تم بھی مت پیو کیونکہ یہ دین وفا کے خلاف ہے ...... اسی طرح تمہارے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام نصیبِ دشمناں محزون ہیں تو تم خوشی نہ کرو وہ بھوکے ہوں تو تم بھی کھانا نہ کھاؤ اسی طرح سے انسان بہت سے نتائج حاصل کر کے راہِ وفا کو پہچان سکتا ہے

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ اب ہمارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی خوشیوں کا زمانہ جلدی آئے ان کے پاک گھر سے دکھوں کا موسم چلا جائے اور ان کی ابدی خوشیوں کا فوراً اعلان ہو اور اس کائنات پر ملک آل محمد علیہ الصلوات والسلام جلدی ظاہر ہو

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 11

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

واقعہ کربلا عظیم آفاقیت کا حامل ہے اس کے دامن میں جملہ مذاہب کو اپنے دامن میں پناہ دینے کی صلاحیت موجود ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ناصر ناصر ہے چاہے ہندو ہے سکھ ہے عیسائی ہے یہودی یا مسلمان ہے اور دشمن دشمن ہے چاہے کلمہ گو ہی کیوں نہیں ہے

دوستو!...... یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ''دین نصرت'' ایسا دین ہے جو سارے ادیان سے ماوریٰ اور بہت اونچا ہے جس میں عمومی تعیناتِ مذاہب نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور وہ ایک ایسا رنگ ہے جو جس پر چڑھ جاتا ہے سیاہ رنگ کی طرح سب پر غالب آ جاتا ہے اور نیلا پیلا سبز سفید کچھ بھی نہیں رہتا اور اگر رہتا ہے تو سیاہ رنگ رہتا ہے اسی طرح جو بھی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے وہ چاہے جو بھی ہو وہ یہودی ہو، عیسائی ہو، سکھ ہو، مسلمان ہو وہ ''اللہ کا ناصر'' شمار ہوتا ہے

آپ ہر زمانے کے اولیائے عصر علیہم الصلوات والسلام کے واقعات دیکھیں جہاں بھی کسی مذہب کے شخص نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کی ہے اس کے مذہب کا کسی نے نہیں پوچھا جیسا کہ جنگ بدر الکبریٰ کا واقعہ میں نے کئی مرتبہ دہرایا ہے کہ ایک یہودی طلوع

اسلام سے قبل سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی بنا ہوا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس نے عرض کیا آقا آپ کا جو بھی دین ہے میں اسے اپنی محبت میں حائل نہیں کرنا چاہتا اور آپ بھی اپنے دین کو ہماری دوستی میں دیوار نہ بنائیں ......اسی طرح یہ دوستی چلتی رہی تا اینکہ جنگ بدر الکبریٰ واقع ہوئی تو اسے پتہ چلا کے تمہارے بھائی سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کفار مکہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر پہنچ چکے ہیں تو اس نے بھی گھوڑا دوڑایا اور جنگ میں شریک بھی ہوگیا اور شہید بھی ہوگیا...... جب سب سے آخر میں لاشیں سنبھالی جارہی تھیں تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نے اپنے بھائی کی آواز سنی تھی وہ بھی ہماری نصرت کیلئے پہنچا تھا اس کی لاش تلاش کریں ...... جب اس کی لاش لائی گئی تو آپ نے ان کی طرف مسکرا کر دیکھا تو لوگوں نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا یہ ایسا شہید ہے کہ جس نے نہ کوئی نماز پڑھی ہے نہ کلمہ پڑھا مگر اسے جنت سے کوئی روک ہی نہیں سکتا ......( خلاصہ )......یعنی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنے والے سے یہ پوچھا ہی نہیں جاتا کہ تم کس مذہب وملت ورنگ ونسل سے تعلق رکھتے ہو اور اسی طرح اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت سے منہ موڑنے والے سے بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ تم کس مذہب یا قوم یا نسل سے تعلق رکھتے ہو اسے جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے......اب ہم ایک بار پھر کتاب کربلا کا ایک چیپٹر (Chapter) دیکھتے ہیں جس میں ''غیر مسلم'' لوگوں کی نمائندگی کرنے والے کرداروں کا ذکر ہے یہاں میں ایک ایک کی تفصیل بیان نہیں کرسکوں گا بلکہ صرف اشارے ہی دوں گا کیونکہ واقعات بیان کروں گا تو بات طویل ہوجائے گی

عیسائیت کی نمائندگی کرنے والے پہلے شخص جناب قیس بن عبدالمسیح ہیں جو ایک طبیب بن کر کربلا آئے تھے ان کا کردار ہے میں نے جن کے بارے میں اپنی کتاب مقتل میں

تفصیل سے بات کی ہے یہاں عرض کروں گا کہ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا یہ از راہ تکلف لکھا ہے ورنہ ناصرِ امام کیلئے کلمہ بھی نصرت امام ہی ہوتی ہے جس نے نصرت کر لی اس نے کلمہ پڑھ لیا چاہے زبان سے ادا کرے یا نہ کرے...... آج بھی ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنی زیارت میں انہیں سلام فرماتے ہیں ...... اور عیسائی کردار ہمیں بازار شام میں نصرت کرتا ہوا نظر آتا ہے وہاں مسلمانوں کے ہجوم میں کسی نے نبی زادیوں صلوات اللہ علیہن کی نصرت نہیں کی مگر سہل ابن سعد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ ان کے ساتھ بیت المقدس سے ایک عیسائی بھی آیا ہوا تھا جب بازار شام میں قافلہ تسلیم و رضا داخل ہوا تو اس نے پہلے ان مخدرات تو حید و رسالت صلوات اللہ علیہن کا تعارف چاہا جب اسے پتہ چلا اور اس نے ظالمین کی گستاخیاں دیکھیں تو آپے سے باہر ہو گیا اور تلوار لے کر لشکر شام پر حملہ آور ہو گیا اور وہاں کئی ملاعین کو دار البوار میں بھیجنے کے بعد خود جنت الفردوس میں جا کر سانس لی

اسی طرح شام کے راستے میں قافلہ تسلیم و رضا کی حمایت میں کئی یہودیوں نے جان کے نذرانے دیئے اور کئی عیسائیوں اور صائبیوں نے جان کے نذرانے پیش کئے اور بغیر حساب جنت میں پہنچے اور دوسری طرف مسلمان تھے جو جہنم پر جہنم خرید رہے تھے اور کلمہ کسی کام نہیں آ رہا تھا...... اسی طرح ہم دربار شام میں راس الجالوت اور جاثلیق کے واقعات دیکھتے ہیں کہ جن میں سے ایک یہودی تھا اور ایک عیسائی تھا مگر دونوں نے فرعونِ زمانہ ملعون کے دربار میں وقت کے موسیٰ کا کردار ادا کیا اور اپنی جانوں کے نذرانے دے کر جنت لی اور نام نہاد مسلمان ابدی جہنم کا بیوپار کرتے چلے گئے

دوستو!...... کتاب کربلا ایک ایسی جامع کتاب ہے کہ جس میں ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے سارے مسائل کھول کھول کر بیان فرمائے گئے ہیں بلکہ کربلا دین سے متعلق ہر

قسمی کرداروں کی لیبارٹری(Laboratory) ہے جس میں ہر کردار کی اصلیت اور انجام کو پرکھا جاسکتا ہے

کربلا رویوں کی ایک ایسی یونیورسٹی(University) ہے جس میں ہر کردار کے فلسفۂ وفا پر پی ایچ ڈی(Ph.D) کی جاسکتی ہے یعنی اس دنیا میں موجود انسانیت کے جتنے طبقے ہیں ان سب کی وہاں نمائندگی اور نمونے موجود ہیں جسے جی چاہے اپنالیا جائے اور اس جیسا رزلٹ لے لیا جائے مثلاً آپ کربلا میں فن شعر سے تعلق رکھنے والوں کا بھی کردار دیکھ سکتے ہیں مثلاً سب سے پہلے خاندان پاک کے قدسی افراد علیہم الصلوات والسلام کو ہی لیں اور ان میں سے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے اشعار دیکھیں کہ اہل حرمِ توحید سے آخری وداع کے بعد جب خیام سے روانہ ہوئے تو آسمان کی طرف اپنے ولی العصر یعنی اللہ جل جلالہ سے مخاطب ہوکر جو اشعار انشا فرمائے وہ ہمارے لئے ولی والعصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے شش جہات متعین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں...... آپ نے آسمان کی طرف رخ کیا اور اپنے ولی العصر جل جلالہ سے مخاطب ہوکر فرمایا

ترکت الخلق طراً فی ھواك...... و ایتمت العیال لکی اراك

اے ہمارے محبوب ازل اے ہمارے ولی الاعلیٰ ہم نے تمہارے اشتیاق وعشق میں پورے عالم تخلیق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور ہم نے اپنے بچوں کی یتیمی کے احساس تک کو اپنے دل سے نکال دیا ہے تو پھر تو کس لئے ہمارے سامنے بے نقابانہ نہیں آتا

انہوں نے یہ بات ہمیں سمجھانے کیلئے فرمائی ہے ورنہ ان کے دل میں تو کبھی بھی عالم موجود نہیں تھا اور وہ تو ازل ہی سے ''ماسوااللہ'' سے بے نیاز تھے اور ان کے پاک دل میں ''غیراللہ'' جیسا کوئی ''رجس'' موجود تھا ہی نہیں اور ان کا نور تو اپنے روز اوّل سے ان ارجاس سے تطہیر شدہ تھا......ان اشعار میں ہمیں یہ درس دیا جارہا تھا کہ اپنے ولی

العصر علیہ الصلوات والسلام کی راستے میں جب نکلو تو پوری عالم خلق سے بے نیاز ہو جاؤ اور ساری کائنات دنیا و عقبیٰ کو پس پشت ڈال کر اس میدان نصرت میں اترو اور اپنی چھوٹی چھوٹی بچیاں اور بچوں کی یتیمی تک کا احساس دل میں پیدا نہ ہونے دو یعنی سوائے محبوب کی نصرت کے کوئی خیال دل میں لانا ''بارگاہِ نصرت'' کی توہین ہے......اور بارگاہِ نصرت تو وادیِ مقدس ہوتی ہے اس میں دنیا اور عقبیٰ کی جوتیاں اتار کر ہی جانا پڑتا ہے جیسا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ولی العصر جل جلالہ نے اپنی نصرت کیلئے بلایا تو وہاں یہ حکم ہوا

فخلع نعليك انه بالوادى المقدس طوىٰ ......

اے موسیٰ علیہ السلام آپ یہاں دونوں جوتیاں اتار دو کیونکہ یہ وادی مقدس ہے یعنی دائیں پاؤں کی جوتی عقبیٰ ہوتی ہے اور عقبیٰ ایک مثبت چیز ہے اور بائیں پاؤں کی جوتی دنیا ہوتی ہے جو منفی چیز ہے...... یہی درس کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دیا کہ اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی ''نصرت کے حرم'' میں داخل ہونے سے پہلے دونوں جوتیاں اتارنا لازم ہے

ان کے اشعار کے بعد اس گھر کے مقدس افراد علیہم الصلوات والسلام کے اشعار دیکھیں ہر شہزادہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی شان میں رطب اللسان نظر آتا ہے......اسی طرح جناب حر سلام اللہ علیہ کا وہ قصیدہ دیکھیں جو انہوں نے شبِ عاشور لکھا تھا اسی طرح سارے اصحاب و انصار رضوان اللہ علیہم کے اشعار اٹھا کر دیکھیں وہ اپنے ولی العصر یعنی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی مدحت وثنا کے سمندر اچھال رہے ہیں ...... یہ تو مثبت نمونے ہیں اور دوسری طرف آپ کے سامنے ان ملعون شعرا کا کردار بھی موجود ہے جو لشکر کفار میں شامل ہیں اور یزید ملعون اور اس کے گماشتوں کی مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں یا پھر اپنی ڈینگیں منظوم کرتے نظر آتے ہیں......اسی طرح ایاس بن عثل طائی کا ایک کردار ہے جو جنگ کربلا کے بعد ملعون شام وفرعون کوفہ ملعون کی ''مزعومہ فتح'' پر رزمیہ اشعار لکھ کر لا رہا ہے اور اس کا مقصد

صرف دولت کمانا تھا......یعنی انہیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ کون جیتا ہے کون ہارا ہے باطل جیتا ہے یا حق انہیں تو اپنی چاندی کھری کرنا تھی اگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو ظاہری فتح مل جاتی تو ایسے شاعر پیسوں کے لالچ میں ان کی مدح پر مبنی قصائد لکھ کر لاتے اوراسی طرح جب جناب مسلم علیہ الصلوات والسلام کی خبر شہادت اوران کا سامان پہنچانے کا کام اس کے سپرد ہوا تو یہ ان کی شہادت پر بھی کچھ اشعار لکھ کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں لایا تھا اور یہاں بھی یہی مقصد تھا کہ کچھ انعام کچھ دولت و مال مل جائے گا اب بھی ہمارے سامنے یہ میدان ہے اور شعرا کو ان سے سبق سیکھنا چاہیے کہ مال و دولت اور پیسے کمانے کیلئے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی مدح سرائی کرنا یا مرثیہ خوانی کرنا ایاس بن عثل طائی جیسے شاعروں کا طرز عمل ہے اور جناب حر بن یزید ریاحی سلام اللہ علیہ اور جناب جنادہ بن کعب سلام اللہ علیہ جیسے افراد کی شاعری کا مقصد نہ ہی دنیا تھی اور نہ عقبیٰ ہمارے لئے قابل تقلید ان کا عمل ہے لیکن پھر بھی ہمارے سامنے دونوں راستے کھلے ہیں اگر کوئی ایاس بن عثل طائی کا کردار ادا کرتا ہے تو رزلٹ اس جیسا ملے گا اور اگر کوئی جناب حر سلام اللہ علیہ جیسا کردار ادا کرتا ہے تو ولی العصر علیہ الصلوات والسلام بابی انت وامی فرما کر اسے کائنات سے بہت اونچا فرما دیتے ہیں ...... ہمارے ماں باپ ان مقدسین پر فدا ہوں

دوستو!...... ہر طبقے کی نمائندگی کربلا میں موجود تھی جیسا کہ خطیبوں کی نمائندگی بھی ہو رہی تھی اور علما کی نمائندگی بھی وہاں موجود تھی خطیبوں کے دونوں طرح کے کردار موجود تھے اور علما کے بھی وہاں دونوں طرح کے کردار موجود تھے

علما کا ایک گروہ ☆الفتنة اشد من قتل ......سے استدلال کر کے دولت کے لالچ میں اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو شہید کرنے کے فتوے دے رہے تھے جیسا کہ قاضی شریح

ملعون نے کیا تھا اور اس کے فتوے پر پھر کوفہ اور نوح کوفہ کے سارے علمائے سومہریں بھی لگا رہے تھے، شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خلاف خرافات بھی بک رہے تھے اور یزید ملعون کی مدح سرائی بھی کر رہے تھے اور اپنی چاندی کھری کر رہے تھے

دوسری طرف وہ علمائے حق تھے جو سر پر کفن باندھ کر اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں سینہ سپر کئے ہوئے تھے اور ہمیں یہ درس دے رہے تھے کہ ہر دور میں بکنے والے علما بھی ہوتے ہیں جو حکومتوں اور اداروں کے ہاتھوں بک کر باطل کی ترویج کرتے ہیں یا پھر پیسے لے کر حق بیان فرماتے ہیں تو ان میں ظاہری طور پر تو ایک فرق ہے مگر معنوی اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کہ کیونکہ اہل حق نے پیسے دے دیئے تو انہوں نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی شان بیان کردی اگر وہ پیسے نہ دیتے اور اہل باطل باطل کی مدح سرائی کے منہ مانگے دام دیتے تو یہ ان کے ساتھ ہوتے یعنی جو لالچ میں کچھ کرتا ہے اس کا کوئی دین یا ذاتی نظریہ سوائے دولت یا لالچ کے کچھ نہیں ہوتا اور عرفائے عظام رضوان اللہ علیہم تو فرماتے ہیں کہ لالچ لالچ ہے چاہے جنت اور عقبیٰ ہی کا کیوں نہ ہو

یعنی کتاب کربلا میں علما کیلئے بھی نمونہ ہائے اعمال موجود ہیں اور انہیں بھی بتا دیا گیا ہے کہ اگر علمائے زر کا کردار ادا کرو گے تو نتیجہ ابدی لعنت کے سوا کچھ نہ ملے گا اور اگر علمائے ناصرین کا کردار ادا کرو گے تو نتیجہ ابدی رحمت الٰہی کی شکل میں ہمیشہ ملتا رہے گا اور ملکوت تا ابد صلوات پڑھتے رہیں گے

دوستو!...... کتاب کربلا میں دنیا کے سارے شعبہ ہائے حیات کے لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کردار ملتے ہیں جیسا کہ آج ''شوبز'' (Show-biz) کا عروج ہے، سٹیج شو، فلمی دنیا، ڈرامہ، موسیقار، گلوکار، رقاص، کومیڈین (Comedian) مسخرے حضرات ہیں تو یہ سب عوام کو انٹرٹین منٹ (Intertainment) دیتے ہیں لوگوں کو تفریح فراہم کرتے ہیں

دوستو!...... اس انٹرٹین منٹ (Intertainment) کے شعبے کی نمائندگی بھی کربلا میں موجود ہے...... یہاں اپنی اس بات کو میں دہرانا پسند کروں گا تاکہ ذہن نشین رہ جائے کہ قافلہ پاک کی روانگی مدینہ سے واپسی مدینہ تک کو میں کربلا تصور کرتا ہوں...... اب آپ اس ایک سال اور ایک ماہ کے سفر میں اس شعبے سے تعلق رکھنے والے بہت سے کردار دیکھیں گے...... میدان کربلا میں لشکر یزید ملعون میں گانے اور ناچنے والی عورتیں اور گانے بجانے والے سیاہ فام غلام جو شب عاشور بھی اپنی محفل جمائے ہوئے تھے...... دوسری طرف سر اور آواز سے تعلق رکھنے والے جناب طرماح جیسے خوش الحان لوگ اپنی دلکش آواز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے شعبہ ایک تھا عمل جدا جدا تھا یعنی ایک طرف درباری گویوں کا کردار بھی موجود ہے اور دوسری طرف جناب طرماح بن عدی سلام اللہ علیہ کا لحن داؤدی بھی ہمارے سامنے موجود ہے اب رول پلے (Role-play) کرنے والے کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کا کردار ادا کرتا ہے

دوستو!...... اسی طرح میدان کربلا علیہ الصلوات والسلام میں کئی مسخرے لوگوں کو ہنسا رہے تھے اور جنگ کی قیامت خیزیوں میں بھی کچھ لوگ لشکر ملعون کو تفریح فراہم کرنے میں لگے ہوئے تھے اور پیسے کما رہے تھے...... دوسری طرف اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے زندہ دل افراد اپنی جنت اور فوز عظیم کو اپنی آغوش میں پا کر ہنس رہے تھے...... اسی طرح دربار شام میں ایک مسخرے کا ذکر ہے جو ملعون شام کا درباری مسخرہ تھا اور درباریوں کو تفریح فراہم کرتا تھا اس کا نام زہیر عراقی تھا...... جب قافلہ تسلیم رضا دربار شام میں پہنچا تو اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ آنے والے کون مقدس مخدرات توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن ہیں
یہ دربار میں جگت بازیاں کر رہا تھا اور لوگوں کو ہنسا رہا تھا کہ اس نے ایک ہاتھ سے اشارہ کر کے پردہ توحید کے بارے میں ہنسانے والی بات کی تو پردے سے آواز آئی

☆قطع الله يدك يا عدو الله ......اے دشمن اِلٰہی اللہ تمہارا ہاتھ قطع کرے تو پردہ توحید کی طرف اشارہ کرتا ہے......اس نے آواز سنی تو اہل دربار سے کہا یہ لب ولہجہ شامی نہیں بلکہ حجاز کا ہے یہ کون مخدرات عصمت صلوات اللہ علیہن ہیں؟......کسی نے تعارف کروادیا تو یہ روتا ہوا فوراً دربار سے باہر آ گیا اور اس نے باہر آ کے اپنی تلوار کمر سے نکالی اور اپنا ہاتھ کاٹ دیا اور پھر اس کٹے ہوئے ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر دربار میں واپس آیا پردہ پاک کے سامنے اپنا ہاتھ ڈال کر عرض کیا کہ مجھ سے لاعلمی کی وجہ سے جو گستاخی ہوئی اس کی معافی عطا فرمائیں اور یہ آپ کا فرمان بھی پورا ہو گیا ہے کہ مجھ دشمن اِلٰہی کا اللہ نے ہاتھ قطع کر دیا ہے......یہ سن کر شہزادیوں صلوات اللہ علیہن نے اسے دعا دی

دوستو!...... یہ بھی شوبزنس سے تعلق رکھنے والا ایک کردار تھا اور اس شعبے کے لوگوں کیلئے اس میں بھی ایک درس ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ اگر دوستانہ رویہ رکھو گے تو رحمتوں کا نزول ہوگا اور اگر منفی کردار ادا کرو گے تو ابدالآبد تک لعنتوں کی ژالہ باری ہوتی رہے گی

## غیر جانبداری

دوستو!......جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اس دنیا میں دو قوتیں برسر پیکار ہیں یعنی ''خیر'' اور ''شر''......اگر ہم اس حوالے سے دیکھیں تو انسانیت کے جو دھڑے بنیں گے وہ بھی دو ہی ہوں گے یعنی

(1) اہل خیر　　　　(2) اہل شر

تیسری نہ کوئی پارٹی ہے نہ بنائی جا سکتی ہے جو بھی بنے گی وہ ان دونوں ہی میں سے ایک ہوگی چاہے اس پر کوئی تیسرا نام چڑھا ہی کیوں نہ دیا جائے اس لئے کتاب کربلا میں بھی

دوہی دھڑے نظر آتے ہیں اور ان دونوں دھڑوں کے کردار موجود ہیں جنہوں نے اپنے اپنے رول پلے (Role-play) کیئے ہیں اور ہمیں یہ درس دیا ہے کہ ان میں منفی کردار کا رول پلے (Role-play) کروگے تو منفی نتائج ملیں گے اور مثبت کردار کا رول پلے (Role-play) کروگے تو مثبت رزلٹ ملے گا...... آپ اچھی طرح جائزہ لیں گے تو ہر شعبہ حیات کے دو دو کردار ملیں یعنی ایک منفی اور ایک مثبت ہوگا

( ) اہل سیاست کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) قاریوں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) خطیبوں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) عدلیہ کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) پولیس کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) جلادوں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) غلاموں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) سائیسوں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) جاسوسوں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) سفیروں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) بادشاہوں اور وزیروں اور عمال و خدام حکومت کے دو دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر''

( ) شتربانوں اور کرایہ کشوں کے دو کردار ہیں منفی یعنی ''اہل شر'' اور مثبت کردار یعنی ''اہل خیر'' یعنی ایک وہ تھے جو کرائے پر اونٹ لائے تھے اس لئے ساتھ رہے اور پھر جان قربان کی اور کچھ کرایہ کش ایسے تھے جو لاشوں کو لوٹتے رہے یہ بھی دو طرح کے کردار

ہی تھے ......ان دونوں کرداروں میں یہی سبق ہے کہ جو کرائے پر نصرت کرتا ہے تو انجام کیا ہوگا؟ کرائے پر یا پیسے لے کر معصومین علیہم الصلوات والسلام کی نصرت کا کوئی کام کرتا ہے تو اس کا انجام کیا ہونا ہے؟

() کربلا میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مظلومین سے ہمدردی بھی رکھتے تھے، ان کی مظلومیت پر آنسوے بھی بہا رہے تھے اور انہیں لوٹ بھی رہے تھے اور کہتے تھے کہ رو تو ہم ان کی مظلومیت پر رہے ہیں اور لوٹ اس لئے رہے ہیں کہ ہم نہیں لوٹیں گے تو یہ سامان کوئی اور لوٹ کرلے جائے گا اور ہم دنیاوی فائدے سے محروم رہ جائیں گے

ہمیں بھی سوچنا چاہیے کہ کہیں ہمارا بھی ان رونے والوں میں شمار تو نہیں ہے؟ کہیں ہم انہیں رو بھی رہے ہوں اور انہیں لوٹ بھی رہے ہوں تو پھر اب بھی وقت ہے کہ ہمیں اپنی اصلاح کرنا چاہیے ......کربلا میں کچھ لوگ تھے جو لوٹ رہے تھے کچھ افراد تھے جو لوٹے جا رہے تھے آج بھی یہاں ہمیں دس اور گیارہ محرم کو لوٹنے والوں کی شبیہ نہیں بننا چاہیے بلکہ لٹنے والوں کی شبیہ بننا چاہیے

() ہمارے لئے کتاب کربلا میں خصوصی طور پر وہ درس بھی موجود ہیں کہ جن میں طمع کی وجہ سے ظلم کرنے والوں کا ذکر اور طمع کی نیت سے نصرت کرنے والوں کا ذکر اور ان دونوں کو ایک جیسا انجام و کیفر نصیب ہوا ہے کیونکہ طمع طمع ہے چاہے جنگ کا بھی ہو لالچ لالچ ہے چاہے نجات ہی کا کیوں نہ ہو

دوستو! ......یہی تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب اس دنیا میں دو ہی قوتیں برسرِ پیکار ہیں تو پارٹیاں بھی دو ہی بنیں گی تیسری کوئی پارٹی بن نہیں سکتی کیونکہ تیسری کوئی قوت موجود ہی نہیں ہے ......کچھ لوگ اپنے آپ کو اپنے خیال کے مطابق غیر جانبدار سمجھتے رہے تھے اور انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس میدانِ عمل میں کوئی غیر جانبدار قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے

کوئی لاکھ غیر جانبدار بنے وہ بھی اہل شر کی حزب الشیطان کا ممبر ہے
آیئے اس کیلئے بھی کتاب کربلا کے چند اوراق الٹ کر دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا تھا کیا وہ غیر جانبدار قرار بھی دیئے گئے تھے یا نہیں
دوستو!......کربلا معلیٰ میں روز عاشور کچھ لوگ جنگ سے ہٹ کر وہاں اپنے کاروبار کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے اور وہ ہر پیشے کے لوگ تھے ان میں لوہار بھی تھے، بڑھئی ترکھان بھی تھے، سائیس بھی تھے، کچھ لوگ عبیداللہ ابن زیاد ملعون کے خوف کی وجہ سے کربلا پہنچے تو تھے مگر وہ فوجی کارروائیوں سے کنارہ کش ہوکر بیٹھے رہے تھے اور کوئی بھی ظلم یا دشمن کی نصرت نہیں کی تھی ایسے لوگوں کے بارے میں کتب معتبرہ جیسا کہ دارالسلام اور دیگر کتب مقاتل میں کئی واقعات لکھے ہوئے ہیں یہاں ان کا اجمالی سا خلاصہ پیش کرتا ہوں
کوفہ کا ایک شخص رات کو سویا تو آدھی رات کو وہ چیخ مار کر بیدار رہوا، اس کی دونوں آنکھیں ابل کر باہر آئی ہوئی تھیں اس کے گھر والوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے جس میں میں نے دیکھا ہے کہ میدان قیامت ہے اور منبر عدل لگا ہوا ہے اور اس پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ان کے سامنے ملکوت کی ایک فوج کھڑی ہوئی ہے......سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے ہیں جاؤ ہمارے بیٹے کے قاتلوں کو ہمارے سامنے پیش کرو......وہ ایک شخص کو لاتے ہیں وہ کوفہ کا لوہار تھا جب اسے پیش کیا گیا تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم جلال میں فرمایا کیا تو بھی ہمارے بیٹے کا قاتل ہے؟
اس نے عرض کیا آقا میں تو ایک لوہار ہوں میں نے تو کوئی ظلم نہیں کیا......فرمایا تو نے کربلا میں ایک ظالم کے گھوڑے کی نعل نہیں لگائی تھی؟......اس نے عرض کیا جناب یہ تو میں نے کیا تھا فرمایا تو نے ظالمین کی اتنی تو مدد کی ہے اس لئے تو بھی قاتلین میں شامل ہے

اس کے بعد آپ نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک شیشی کی طرف دیکھا جس میں خون کے رنگ کا کوئی محلول تھا جو جوش مار رہا تھا آپ نے ایک سلائی اس خون میں ڈبو کر اس لوہار کی آنکھوں میں پھیر دی جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں ابل کر باہر آ گئیں

اس کے بعد دوسرے شخص کو لایا گیا وہ کوفہ کا ایک بڑھئی چوبکار تھا جب ملکوت اس ملعون کو زنجیروں میں جکڑ کر لائے تو اسے دیکھ کر سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر جلال آیا اور فرمایا او ملعون ازل تو بھی ہمارے بیٹے کا قاتل ہے؟...... اس نے عرض کیا کہ آقا میں نے تو کوئی ظلم نہیں کیا......فرمایا کیا تو نے ظالمین کے ایک خیمہ کی میخ درست نہیں کی تھی؟

اس نے عرض کیا آقا یہ جرم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے

فرمایا پھر تو بھی قاتلین میں شامل ہے اس کے بعد اس کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے خون سے لبریز شیشی میں سے ایک سلائی ڈبو کر اس ملعون کی آنکھوں میں پھیر دی گئی جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں بھی ابل کر باہر آ گئیں

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد مجھے بلایا گیا اور مجھے دیکھتے ہی سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا او ملعون ازل تو بھی ہمارے لخت جگر علیہ الصلوات والسلام کا قاتل ہے؟...... میں نے عرض کیا کہ آقا میں کربلا میں موجود ضرور تھا مگر میں نے کوئی ظلم بھی نہیں کیا بلکہ ابن زیاد ملعون کے خوف سے کربلا آیا تھا اور بالکل غیر جانبدار ہو کے سب سے کنارہ کش ہو کر دور بیٹھا رہا تھا...... یہ سن کر سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم جلال میں فرمایا او ملعون ازل تو نے کوئی ظلم نہیں کیا تھا تو ظالمین کی اجتماعیت میں اضافے کا موجب تو بنا تھا تو نے ظالمین کی اجتماعیت کو بڑھا کر قاتلین کی حوصلہ افزائی کی اور ہمارے لعل کی نصرت کی آوازیں سن کر تمہارے کان پر جوں تک نہ رینگی اس کے باوجود تو کہتا ہے کہ تو قاتلوں میں شامل نہیں تھا تو بھی ہمارے نورنظر کا قاتل ہی ہے اس کے بعد ایک سلائی خون میں ڈبو کر میری آنکھوں

میں پھیری تو میری آنکھیں ابل کر باہر آگئیں جو آپ بھی دیکھ رہے ہیں
دوستو !...... اس بات سے ہمیں بھی یہی درس ملتا ہے کہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے معاملے میں کوئی غیر جانبدار ہوتا ہی نہیں یا وہ ناصر ہوگا یا کافر ہوگا تیسری کوئی کلاس موجود ہی نہیں ہے
دوستو !......ہمیں بھی اپنا تجزیہ کرنا چاہیے کہ ہمارے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام بھی پردہ غیبت میں مسلسل ☆ھل من ناصرینصرنا کا استغاثہ فرما رہے ہیں کیا ہم ان کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں یا اجنبی بنے ہوئے ہیں یا دشمن کے ساتھی بنے ہوئے ہیں یا اگر ہم لبیک نہیں کہہ رہے تو پھر جو بھی ہے وہ اہل شر کی پارٹی کی ممبر شپ ہے
دوستو !...... یہ ایک حقیقت ہے کہ جناب صالح علیہ السلام کی ناقہ کو ایک شخص نے شہید کیا پھر کچھ لوگوں نے اس قاتل سے دوستی باقی رکھی، کچھ لوگوں نے کہا یہ اس کا ذاتی فعل ہے ہمیں اس سے کیا لینا دینا......یعنی کچھ اس کے ساتھی تھے اور کچھ غیر جانبدار تھے جب اس قوم پر عذاب اِلٰہی کا نزول ہوا تو جو غیر جانبدار تھے وہ بھی عذاب میں معذب تھے کہ انہوں نے دین کے معاملے میں غیرت نہیں کی اور ظالمین سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کئے اس جرم میں انہیں بھی شریک عذاب کر دیا گیا کیونکہ فرمان ہے کہ ☆الـراضـی کشـریك جو کسی کے کسی فعل پر راضی ہے وہ اس کے فعل میں شریک مانا جاتا ہے اور ترک تعلق نہ کرنے والے اور خاموش بیٹھ جانے والے بھی مجرم کے جرم میں شریک تصور ہوتے ہیں کیونکہ خاموشی بھی نیم رضا ہوتی ہے......اسی طرح اصحاب سبت کو حکم تھا کہ وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کریں، انہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو دریا اور ندی نالوں میں جال لگا کر روک لیا تھا اور شکار اتوار کے دن کیا تھا مگر اللہ جل جلالہ نے انہیں مسخ کر دیا اور جن لوگوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا تھا اور انہیں روکا بھی نہیں تھا انہیں بھی ان کے ساتھ مسخ

کر دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے ان کے ساتھ تعلقات منقطع نہیں کیئے تھے انہیں بھی شریک عذاب کیا گیا کیونکہ ایک قتل کرتا ہے اور دوسرا مقتول کی مدد نہیں کرتا یا اسے قتل ہونے دیتا ہے یہ بھی مقتول کا قاتل ہوتا ہے اور جو قاتل کے فعل پر راضی ہوتا ہے کہ اس نے اچھا کیا ہے وہ بھی قاتلین میں شامل تصور ہوتا ہے اور جس نے غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا اور قاتل سے قطع تعلق نہ کیا وہ بھی قاتل ہی تصور ہوتا ہے......اس بات سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ تمہارے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام غیبت میں گریہ فرما رہے ہیں کچھ لوگ ان کے دشمن ہیں، کچھ لوگ ان کی غیبت پر خوش ہیں، کچھ لوگ اجنبی بنے ہوئے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہے کہ ان کے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف صدیوں سے پردہ غیبت میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں تو ان کے بارے میں جو فیصلہ لینا ہے وہ کتاب کربلا میں کھول کر بیان کیا گیا ہے

## ﴿تجرید حق﴾

دوستو!......جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کے بارے میں بات کر رہے ہیں اور کتابِ کربلا سے کرداروں کے نمونے پیش کر رہے ہیں یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ لوگ ایسے تھے کہ جن لوگوں نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو بلایا یعنی دعوت دی......اس کے بعد ان کے تین گروہ بن گئے

(1) اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو بلایا اور ان کی بھرپور نصرت کی

(2) اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے اور انہیں شہید کر دیا

(3) اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو بلایا دعوت دی اور نصرت سے دست کش ہو کر بیٹھ گئے

دوستو!......جن لوگوں نے بلایا دعوت دی اور پھر نصرت کی یا جن لوگوں نے دشمنی کی ان کا

انجام تو آپ کو معلوم ہے اور جو لوگ نہ ہی نصرت کر سکے اور نہ ہی دشمنی کی ان کے بارے میں بھی آپ کو معلوم ہے اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے خود بلایا اور دعوت دی اور اس کے بعد نصرت سے دست کش ہو کر گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تو اس کی وجہ کیا تھی؟

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ جب انسان راہ حق کی طرف مہاجرت اختیار کرتا ہے تو اس کے راستے میں لاتعداد رکاوٹیں آتی ہیں جو دراصل حجابات ظلمانی ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا کوئی حقیقی وجود ہوتا ہی نہیں بلکہ مفروضہ پہاڑ ہوتے ہیں جنہیں انسان عبور کرنا اپنے لئے محال سمجھتا ہے جبکہ وہ کہرے کے پہاڑ ہوتے ہیں دھول کی چٹانیں ہوتی ہیں دھند کی دیواریں ہوتی ہیں جب انسان انہیں عبور کرنا چاہتا ہے اسے ذرا بھر مزاحمت کا سامنا نہیں ہوتا مگر انسان ان مفروضہ پہاڑوں کو عبور کرنے سے ڈرتا ہے اس لئے ان کی طرف سفر کرتا ہی نہیں

ان مفروضہ چٹانوں میں سے کچھ چٹانیں رشتوں اور معاشرے اور سوسائٹی کی ہوتی ہیں جیسا کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بہت سے ہندو صرف اس لئے مسلمان نہیں ہوتے کہ انہیں یہ یقین ہوتا ہے ان کے رشتہ دار اس کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کر دیں گے اور وہ ان کے بغیر اپنی زندگی کیسے گزارے گا یہی خوف اسے ہمیشہ کھائے رہتا ہے وہ دلی طور پر مسلمان ہونے کے باوجود اظہار نہیں کرسکتا اور نہ ظاہری طور پر مسلمان ہوسکتا ہے اسی طرح بہت سے دیگر مذاہب کے لوگ آل پاک علیہ الصلوات والسلام کے دین کو اختیار نہیں کرتے کہ معاشرے میں ان کی جگہ ختم ہو جائے گی ...... کافی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ معاشرے اور ماحول کے ڈر سے پابندی حلال وحرام اختیار نہیں کرتے اور ان کا یہی عذر لنگ ہوتا ہے کہ اگر ہم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر لیں گے تو معاشرے میں کیسے رہیں

گے آخر دنیا داری بھی تو بھگتنا ہے اس دنیا کی چلتی گاڑی کے ساتھ ہمیں تو چلنا ہے اس لئے ہمیں وہی کچھ کرنا چاہیے جو ہمارا معاشرہ کررہا ہے اور معاشرے میں حلال وحرام کی کوئی پرواہ نہیں تو نہ ہومگر ہمیں ان کے ساتھ معاشرت رکھنا لازم ہے ورنہ ہم زندہ نہ رہ سکیں گے ...... یہ وہ باتیں ہیں جو انسان کو راہ حق کی طرف چلنے سے روکتی ہیں اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اگر معاشرے میں حلال خوری کرنا شروع کردیں تو ان سے علیحدہ ہوجائیں گے...... یا اور بہت سی مجبوریاں بتاتے ہیں کہ اگر ہم ان میں نہ رہیں گے تو انہیں دین کون سکھائے گا؟ ان میں حق کی باتیں کون بیان کرے گا اس لئے ہم ان کے ساتھ رہیں گے ان کے ساتھ کھائیں پیئیں گے تو وہ ہماری باتیں سنیں گے

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے سامنے رشتوں تعلقات عامہ اور معاشرے کے معاشرتی رشتوں اور تعلقات کی دیواروں میں ہمیشہ محصور رہتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ دیواریں تو اسے مرنے سے نہیں روک سکتیں یعنی نہ ہی ملک الموت کو روک لینا ہے اور نہ ہی ان دیواروں میں سے کسی دیوار نے نکیرین کو روک لینا ہے اور نہ ہی ان دیواروں میں سے کسی دیوار نے روز حساب کو روک لینا ہے اور نہ ہی جہنم جانے میں حائل ہوسکنا ہے ہاں اگر یہ حائل ہوسکتی ہیں تو صرف اس حیات ناپائیدار میں راہ حق میں حائل ہوسکتی ہیں ورنہ ان میں اور کسی قسم کی رکاوٹ بننے کی صلاحیت موجود ہی نہیں ہے دوستو حقیقت یہی ہے کہ ان میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ بننے کی صلاحیت موجود ہی نہیں یہ تو فقط ہمارے ذہن کی مفروضہ خوف کی دیواریں ہیں جو ہمیں راہ حق سے روک لیتی ہیں ورنہ معاشرتی رشتے تو نہیں روک سکتے

دوستو یہ بھی ایک حقیقیت ہے کہ ان معاشرتی دیواروں کو گرانے کیلئے آخرت اور موت پر یقین رکھنا لازم ہوتا ہے کیونکہ جب تک موت اور آخرت پر یقین کامل نہ ہوگا اس وقت

تک انسان اس حیاتِ دنیا کی دیواروں کا اسیر رہے گا یعنی رشتوں اور معاشرتی تعلقات میں محصور رہے گا

دوستو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں دو قوتیں ہیں جو ایک دوسرے کے متوازی مصروف عمل ہیں ایک کا نام ''خیر'' ہے اور دوسری کا نام ''شر'' ہے بالفاظ دیگر اس دنیا میں تا خروج شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف حق و باطل نے برسرپیکار رہنا ہے اور یہ حق اور باطل کی جنگ ہمیشہ سے جاری ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

یعنی یہ دو متضاد قوتیں ہیں ایک کا نام حق ہے دوسری قوت کا نام باطل ہے

دوستو اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قوتوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟

آپ خود سوچیں کیا حق اور باطل کا آپس میں کوئی مقدس رشتہ ہو سکتا ہے؟

کیا خیر و شر کے مابین کوئی قدری رشتہ ہو سکتا ہے جبکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی مخالف قوتیں ہیں ...... انسان جب معاشرے میں اپنی موجودگی کو دیکھتا ہے تو اس موجودگی کے حوالے سے سوچتا ہے کہ اس دنیا میں خیر بھی موجود ہے اور شر بھی موجود ہے حق بھی موجود ہے اور باطل بھی موجود ہے تو اس موجودگی کے حوالے سے ان کے مابین ایک رشتہ بھی موجود ہے اور جب ایک رشتہ موجود ہے تو اسے بحال رکھنا اور امن و آشتی کے قیام کیلئے ان دونوں سے مصالحت قائم رکھنا لازم ہے

اور جب انسان خیر محض یا شر محض بن کر سوچتا ہے یا حق محض یا باطل محض بن کر سوچتا ہے تو پھر حق اور باطل میں نہ کوئی رشتہ نظر آتا ہے نہ کوئی تعلق بلکہ ان کے مابین صرف ایک تعلق نظر آتا ہے کہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے اور ہے تو دشمنی کا رشتہ ہے اور اس کے

سوا کوئی رشتہ اور تعلق موجود ہی نہیں ہے اور جب انسان اس بات کو سمجھ لیتا ہے تو اس کے سامنے رشتوں کی کوئی دیوار کھڑی نہیں ہوتی بلکہ وہ یا عین حق ہوتا ہے یا عین باطل ہوتا ہے اور اس وقت یہ فلسفہ سمجھ آتا ہے کہ حق کسی کا رشتہ دار نہیں ہوتا اور باطل بھی کسی کا تعلق دار نہیں ہوتا کیونکہ حق حق ہوتا ہے جو نہ کسی کا باپ ہوتا ہے، نہ بیٹا، نہ بھائی، نہ سگا سمبدھی، بس وہ حق ہوتا ہے جس کا حقیقت سے تعلق ہوتا ہے باقی کسی چیز سے کوئی ناطہ نہیں ہوتا

آیئے ہم کتاب کربلا میں سے اس کی بھی کوئی مثال تلاش کریں کہ حق کس طرح رشتوں اور ناطوں سے ماورٰی ہوتا ہے اور باطل کس طرح رشتوں سے مجرد ہوتا ہے

اس کی مثال ہمارے سامنے یحیٰ بن ہانی سلام اللہ علیہ کی ہے کیونکہ ان کا نانا عمر ابن حجاج زبیدی تھا اور انہوں نے اس ملعون پر حملہ کر کے بتایا تھا کہ اہل حق کا رشتہ صرف ''حق'' سے ہوتا ہے اور حق کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا اسی طرح باطل کا ایک کردار ہے جس نے یہ درس دیا ہے کہ باطل کا رشتہ بھی صرف باطل سے ہوتا ہے اور باطل کسی کا رشتہ دار نہیں ہوتا جب تک باطل سارے رشتوں سے مجرد نہیں ہوتا اس وقت تک وہ خالص باطل نہیں ہوسکتا اسی طرح جب تک اہل حق اپنے ہر قسمی دنیاوی رشتوں سے مجرد اور بے نیاز نہیں ہوتے اس وقت تک ان کا ''حق'' خالص نہیں ہوتا یعنی حق اور باطل دونوں میں خلوص کی پہچان یہی ہے کہ ان کا کوئی ذاتی طور پر تعلق دار نہ ہوگا، اگر ذرہ برابر بھی کسی رشتے کی کشش باقی ہے تو اس میں خلوص کا فقدان ہوگا یا کمی ہوگی ...... شامیوں کے واقعات دیکھیں کہ اہل باطل کی ایک مثال حارث بن عروہ ملعون ہے جس نے اپنی بیوی بیٹا اور ساس تک کو شہید کر دیا اور اسی طرح کی ایک مثال جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ کے سوتیلے بھائی قیس بن عبداللہ ملعون کی ہے

# جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ

دوستو!...... جناب ابوثمامہ (تمامہ) کا نام نامی جناب عمرو بن عبداللہ سلام اللہ علیہ تھا اوران کا تعلق قبیلہ بنی صائد سے تھا جوقبیلہ حمدان کی ایک شاخ تھی یہ بزرگوار امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے سرفروش شیعوں میں سے تھے...... جنگ جمل وصفین ونہروان میں انہوں نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں اپنی تلوار کے جوہر دکھائے تھے

امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کے بعد انہیں حامل حلم ذوالمنن امام مجتبیٰ حسن علیہ الصلوات والسلام کی غلامی اورنصرت کا اعزاز حاصل رہا اور پورے دس سال تک یہ ان کی نمائندگی کوفہ میں کرتے رہے...... جب حامل حلم ذوالمنن امام مجتبیٰ حسن علیہ الصلوات والسلام کومعاویہ کے ایما پرشہید کروادیا گیا تو یہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ وابستہ ہوگئے 60 ہجری میں جب معاویہ کی موت کی خبرکوفہ میں پہنچی اور یہ معلوم ہوا کہ معاویہ نے اپنے شرابی بیٹے کوخلیفۃ الرسول بنادیا ہے تو اس پرکوفہ میں ایک برہمی کا مظاہرہ کیا گیا اور شیعیان کوفہ نے جناب سلیمان بن صرد خزاعی سلام اللہ علیہ کے گھر میں ایک مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے اوراس ملعون کی بیعت کا جوا گلے میں ڈالنے سے بچا جائے

اس مجلس مشاورت میں جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ کوبھی شامل کیا گیا تھا اور باقی رؤسائے قبائل کی طرح انہوں نے بھی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو دعوتی خط لکھا تھا......ان کا ایک سوتیلا پدری بھائی قیس بن عبداللہ ملعون تھا ایک روایت یہ ہے کہ وہ ان کا چچازاد بھائی تھا یہ امیرشام کا ہواخواہ تھا وہ انہیں یزید ملعون کی بیعت پر آمادہ کرتا رہا مگرانہوں نے ایک شرابی فاسق وفاجر کی بیعت سے انکار کردیا

جب کوفیوں کے دعوت ناموں کے پیش نظر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جناب امیر

مسلم علیہ الصلوات والسلام کو کوفہ بھیجا تو ان کے اوّلین انصار میں یہ ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ بھی تھے اور جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام نے انہیں خزانہ داری کا عہدہ دیا تھا اور اہل کوفہ جو کچھ خمس یا نصرت کی مد میں پیش کرتے تھے وہ ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ ہی وصول کرتے اور اس مال سے اسلحۂ جنگ کی خریداری کا انہی کو حکم فرمایا گیا اور باہر سے آنے والے اموال بھی یہی وصول کرتے تھے اور اسلحہ بھی یہی خرید فرماتے تھے...... پھر عبیداللہ بن زیاد ملعون کے کوفہ آنے کے بعد کوفہ کی فضا بدلی اور سارا کوفہ آپ کو چھوڑ گیا تو اس دور میں جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام نے ایک مرتبہ جب جناب ہانی بن عروہ کی سلام اللہ علیہ رہائی کیلئے قصر دارالامارہ کا محاصرہ فرمایا تھا تو اس وقت بنی حمدان کے پورے قبیلے کی طرف سے علمبردار ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ ہی تھے اور انہوں نے اس دوران پوری پامردی کا مظاہرہ کیا...... پھر کوفہ کی فضا اور بدلی تو اور لوگوں کی بے وفائی کی وجہ سے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو پوشیدہ ہونا پڑا تھا تو اس وقت جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ بھی اپنے خاندان میں چھپے رہے

جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں کوفہ یہ خبر گشت کرنے لگی کے انہوں نے مکہ چھوڑ دیا ہے اور وہ کسی بھی وقت کوفہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو اس وقت یہ جناب نافع بن ہلال سلام اللہ علیہ اور دیگر کچھ ساتھیوں کے ساتھ کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے تاکہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں پہنچ جائیں اور یہ راستے ہی میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام سے جا ملے اور وہاں سے کربلا تک یہ آپ کے ساتھ آئے یہ جناب جتنے دن امام کی صحبت میں باریاب رہے انتہائی وفاداری سے فرائض غلامی ادا کرتے رہے

روز عاشور روز قیامت بن کر طلوع ہوا صبح ہی سے شمع ولایت عصر علیہ الصلوات والسلام کے پروانے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے لگے اور نصرت امام عصر علیہ الصلوات والسلام کا

درس رواں شروع ہوگیا اور ہر پروانہ قربانی میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اسی طرح ظہر کا وقت ہوگیا

اس وقت جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ نے عرض کیا آقا میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کے خلاف لڑنے سے باز آنے والے نہیں ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ زوال آفتاب قریب ہے اس لئے ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم اپنی زندگی کی آخری نماز آپ کی اقتدا میں پڑھ لیں ...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا واقعی زوال آفتاب کا وقت قریب ہے اور آپ نے ٹھیک وقت پر نماز کو یاد کیا ہے اللہ تمہیں مصلین (نمازیوں) میں محشور فرمائے ......آپ نے دعا فرمائی اور اس کے بعد نمازِ خوف ادا فرمانا شروع کی تو کفار شام وکوفہ نے فوج پر حملہ کردیا پہلے تیروں کی بارش برسائی اور اس کے بعد نیزہ وشمشیریں لے کر نمازیوں پر حملہ آور ہوگئے

جب انہوں نے تیروں کی بارش کی تو اس وقت ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ اور جناب سعید سلام اللہ علیہ فوراً نماز چھوڑ کر اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے سامنے سینہ سپر ہوگئے اور ہر آتے ہوئے تیر کو اپنے جسم کی ڈھال پر لینا شروع کردیا

اس تیر بارانی اور نیزوں کے حملوں میں جناب سعید سلام اللہ علیہ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ شہید ہوگئے اور جس وقت کفار شام وکوفہ نے فوجی حملہ کیا تو اس وقت جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ نے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے دفاع میں جان توڑ کر جنگ کی اور حق نصرت ادا کیا ......ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ نے اس جنگ میں بہت سے ملاعین کو واصل جہنم کیا اور جب نماز اختتام کو پہنچی تو آپ زخموں سے چور چور ہوکر زمین کو زینت دے چکے تھے

میں نے پہلے یہ گذارش کی تھی کہ نہ کوئی باطل کا رشتہ دار ہوتا ہے اور نہ باطل کسی کا رشتہ دار

ہوتا ہے اسی طرح نہ ہی کوئی حق کا رشتہ دار ہوتا ہے اور نہ ہی حق کسی کا رشتہ دار ہوتا ہے حق کا اگر رشتہ ہوتا ہے تو حق سے ہوتا ہے اور باطل کا اگر کوئی رشتہ ہوتا ہے تو وہ باطل ہی کے ساتھ ہوتا ہے

دوستو بس یہاں وہی منظر سامنے آ جاتا ہے کہ جونہی آپ زخمی ہوکر زمین پر آئے تو فوج کفار سے قیس بن عبداللہ ملعون جو ظاہراً ان کا پدری بھائی تھا وہ ملعون آیا اور اس نے آ کر ان کا سر جسم سے جدا کر کے نیزے پر بلند کرلیا اور یہ بات سرخی سے لکھ دی کہ باطل کا کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا سوائے باطل کے اور حق بھی کسی کا رشتہ دار نہیں ہوتا اور یہ دونوں ان مادری پدری رشتوں سے مجرد ہوتے ہیں اگر راہ حق اختیار کرنا ہے تو رشتوں کو بھول جاؤ جو حق کے ساتھ ہے اسی کے ساتھ سارے رشتے ہیں اور جو مخالف ہے چاہے بھائی ہے، بیٹا ہے، باپ ہے یا دادا ہے وہ تمہارا کچھ بھی نہیں لگتا یہ ہے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا پیغام

جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ کو اس قربانی سے کیا ملا ہے؟ یعنی ان کا انجام کیا ہوا ہے؟ اس کا صرف ایک ثبوت ہمارے سامنے موجود ہے اور وہ ہے زیارت ناحیہ مقدسہ جس میں حضرت قائم آل محمدؐ عجل اللہ فرجہ الشریف نے ان پر سلام فرما کے انہیں خراج تحسین عطا فرمایا ہے اور انہیں ان الفاظ میں سلام بھیجا ہے

السلام علی ابی ثمامة عمر بن عبدالله الصائدی

فرمایا......ابی ثمامہ عمرو ابن عبداللہ پر ہمارا سلام ہو

یعنی ان کے جذبۂ نصرت کو ہمارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف بھی سلام کرتے ہیں

دوستو آپ دیکھیں کہ ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ نے خود ہی نماز کا ذکر کیا اور ہمیں درس دیا کہ جب تمہیں ولی العصر کی نصرت درپیش ہو تو پھر نماز حقیقی نصرت ہی ہوتی ہے...... اور انہیں اس بات کا شعور اس وقت تک نہیں تھا کہ جب تک کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے دعا نہیں فرمائی اور جب یہ فرمایا کہ اللہ تمہیں نمازیوں میں محشور فرمائے تو اس کے بعد وہ نماز پڑھ ہی نہیں سکے بلکہ نمازِ نصرت کی طرف چلے گئے اور اس بات سے ثابت ہوا کہ نماز حقیقی نصرتِ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہی ہوتی ہے

دوستو! ...... اگر ہم نمازی ہیں تو ہمیں جناب ابوثمامہ صائدی سلام اللہ علیہ سے درس نماز لینا ہوگا اور نمازِ نصرت کے آداب سیکھنا ہوں گے کیونکہ دوسری طرف بھی نمازیوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو نماز مجسم یعنی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو شہید کرنے کے بعد نمازِ جمعہ باجماعت ادا کر رہی تھی

اگر کوئی مؤذن ہے تو اسے جناب حجاج بن مسرور (مسروق) سے سبق لینا ہوگا کہ وہ مؤذن بھی تھے اور نصرت میں جان قربان کرنے والے بھی تھے اور دوسری طرف ان مؤذنین کو دیکھیں جو حقیقتِ آذان یعنی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کو شہید کر کے نماز جمعہ کی آذان دے رہے تھے اور تکبیر اِلٰہی کو شہید کر کے نعرہ ہائے تکبیر بلند کر رہے تھے تو حقیقت آپ کے سامنے آ جائے گی

آخر پر مل کر دعا کریں کہ مظلوم کرب و بلا علیہ الصلوات والسلام کے ان ناصرین کو ہمارے ولی العصر امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام جلد سے جلد اپنے پاک گھر اطہر کی ابدی خوشیوں سے ہمکنار کریں جنہوں نے دشت کربلا میں صرف ایک دن میں اس بھرے گھر کو ویران

ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دل میں یہ حسرت لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے کہ کاش ہم اس گھر اطہر کی حفاظت کر سکتے اور اسے دستِ ظلم سے بچا سکتے تو تہہِ دل سے دعا نکلتی ہے کہ مولائے کل علیہ الصلوات والسلام اپنے ہر ناصر کے دل کی ہر حسرت کی تکمیل فرمانویں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك**
**وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 12

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

ہم اس بات کا بار بار اعادہ کررہے ہیں کہ اگر دین حق کی جامع اور مختصر تعریف کرنا چاہیں تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ دین حق اپنے ولی العصر کے ساتھ مثبت رویوں کے مجموعہ کا نام ہے

اگر ہم رویوں کے حوالے سے دیکھیں تو ہمارے سامنے دو فردیں آتی ہیں یعنی

(1) وہ افراد جو کسی سے کوئی رویہ رکھتے ہیں یعنی فاعلین

(2) وہ افراد جن سے کوئی رویہ رکھا جاتا ہے یعنی مفعولین

اب یہ تو ایک نصی حقیقت ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت سے فرمایا تھا

☆انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله و عترتی ......

فرمایا ہم تم میں دو بھاری (اہم) چیزیں چھوڑ کر جارہے ہیں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری ہماری عترت ہے

اس معاملہ میں عرفا عظام رضوان اللہ علیہم کا خیال ہے کہ کتاب اللہ سے مراد قرآنِ پاک نہیں بلکہ قرآن ناطق یعنی زمانے کا امام ہی ہے اور آیہ مذکور کے معنی یہ فرمائے ہیں کہ یہاں دو چیزوں کا جو ذکر ہے اس میں ایک تو عمومی طور پر پوری آل پاک علیہ الصلوات والسلام ہے

اور جسے آلؑ پاک پر بھی اوّلیت حاصل ہے وہ قرآن نہیں ہوسکتا بلکہ وہ آل محمد علیہ الصلوات والسلام میں سے ہر زمانے کا امام ہی ہوسکتا ہے کیونکہ کتاب صامت کو ناطق کتاب اللہ پر اوّلیت دینا اسلوبِ ناطقین اور اسلوبِ ادب کے بھی خلاف ہے اور عقیدے اور عرفان کے بھی خلاف ہے...... ایک بات اور بھی ہے کہ جس نے ''حسبنا کتاب اللہ'' کہا تھا اور جواب میں اسے ''قوموا عنی'' کہہ کر نکال باہر کیا گیا تھا تو یہ بات ثابت کرتی ہے کہ کتاب اللہ سے مراد قرآن پاک نہیں ورنہ اس نے اوّلین چیز کو کافی کہہ دیا تھا تو اسے سمجھایا جا سکتا تھا کہ بڑی چیز کو مان رہے ہو تو چھوٹی چیز یعنی عترت کو بھی مان لو۔ ڈانٹا نہیں جا سکتا تھا اسی طرح کے بہت سے دلائل ان کی طرف سے دیئے جاتے ہیں جن کا تعلق عرفانیات سے ہے اور ہم یہاں دین نصرت کی بات کر رہے ہیں اس لئے ہم وہ عمومی ترجمہ ہی لیں گے جو عام طور پر منقول ہے کہ ہم دو بھاری چیزیں تم میں چھوڑے جا رہے ہیں ایک کتاب اللہ یعنی قرآن اور ایک پاک عترت علیہم الصلوات والسلام...... اب اس فرمان کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں تین فردوں کا ذکر ہے

( ) ایک امانت چھوڑنے والے یعنی سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

( ) وہ چیزیں جو امانت کے طور پر چھوڑی جا رہی ہیں

( ) اور ایک وہ لوگ جنہیں ان سے تمسک کی تاکید فرمائی جا رہی ہے کہ اگر تم نے ان دو چیزوں کو تھامے رکھا اور ان سے تمسک رکھا تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے

اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں کو تمسک کا حکم ہے (یعنی امت کو) تو ان کے گمراہ ہونے کا امکان موجود ہے اور جن چیزوں سے تمسک کا حکم ہے (یعنی قرآن اور پاک عترت) ان میں ہدایت کی صلاحیت کلی طور پر موجود ہے

اب کوئی آدمی کیسے کہہ سکتا ہے کہ امت اور پاک عترت میں کوئی فرق نہیں ہے

یہ بھی ہے کہ بقول عوام قرآن اور عترت کی وصیت فرمائی گئی اور قرآن وعترت سے تمسک کی تاکید فرمائی ہے اور اس تمسک کی جزا ہدایت ابدی ہے تو اس میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عترت کو قرآن کے ساتھ بیان کیا ہے نہ کہ امت کے ساتھ تو پاک عترت علیہ الصلوات والسلام کو قرآن کی مثیل ونظیر تو کہا جاسکتا ہے امت کی نہیں اور اگر امت عترت کی مثل بننے کی تمنا کرے تو پہلے قرآن کی مثل بننے کی سعی مذمومہ کرے اس کے بعد عترت کی مثل کہلائے کیونکہ قرآن کی مثل تو جن وانس مل کر بھی نہیں لا سکتے کوئی نام نہاد مولوی کیسے لا سکتا ہے؟

بات دوسری طرف جارہی ہے اس لئے میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ امت یا انسانیت کو حکم دیا گیا تھا کہ تم پاک عترت سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہیں ہوگے

دوستو جب ہم انسانیت کا جائزہ لیتے ہیں اور اسے فطری تقسیم کے عمل سے گزارتے ہیں تو ہمیں انسانیت صنفی طور پر دو برابر حصوں میں تقسیم نظر آتی ہے یعنی ایک حصہ مردوں کا ہے اور دوسرا حصہ عورتوں کا ہے اسی طرح ہم کتاب کربلا کے جتنے کردار ہیں ان کو اگر دو برابر حصوں میں تقسیم کریں تو ہمارے سامنے ان کی بھی ایک فطری تقسیم آجاتی ہے یعنی کربلا میں انسانیت کی دو بڑی قسمیں موجود تھیں

(1) مرد (2) مستورات

یعنی انسانیت کے دو حصے ہیں اور اگر ہم ان کی عمروں کے لحاظ سے دیکھیں سن کی جو اصطلاحی تقسیم ہے اس حوالے سے دیکھیں تو پھر یہ دونوں قسمیں ہمیں مزید چھ قسموں میں تقسیم نظر آتی ہیں یعنی

(1) بوڑھے مرد (2) جوان مرد (3) بچے

(4) بوڑھی مستورات (5) جوان مستورات (6) بچیاں

دوستو !......آج ہم مردوں کا ذکرنہیں کریں گے بلکہ کتاب کربلا میں مستورات کیلئے جو درس ہے آج اس پر بات کرنا چاہیں گے

دوستو اگر ہم مستورات کوحوالیاتی تناظر میں تقسیم کریں تو عورتیں رشتوں کے حوالے سے بنیادی طور پر چار پہچانیں رکھتی ہیں ......() عورت یا تو ماں ہے() یا بہن ہے () یا بیوی ہے () یا بیٹی ہے ...... باقی جتنے حوالے ہیں وہ ان کے ماتحت آجاتے ہیں یعنی بہو ہے ساس ہے، دادی ہے، نانی ہے، خالہ ہے، پھوپھی ہے، نند ہے، بھاوج ہے، پوتی ہے، نواسی ہے، بھانجی ہے، بھتیجی ہے، چچی ہے یا ممانی ہے اسی طرح کے دیگر چند رشتے اور بھی ہوتے ہیں جو سابقہ چار حوالیاتی رشتوں ہی سے بنتے ہیں

دوستو!...... یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ کربلا کی سرزمین پر ان سارے رشتوں کونمائندگی دی گئی تھی یعنی وہاں بوڑھی مستورات بھی تھیں، جوان بھی تھیں، اور بچیاں بھی تھیں اور وہاں مائیں بھی تھیں، بہنیں بھی تھیں، بیویاں بھی تھیں اور بیٹیاں بھی تھیں

وہاں بہوئیں بھی تھیں، ساسیں بھی تھیں، وہاں دادیاں اور نانیاں بھی تھیں، وہاں خالائیں پھوپھیاں بھی تھیں، نندیں اور بھاوجیں بھی تھیں، وہاں پوتیاں اور نواسیاں بھی تھیں، وہاں بھانجیاں اور بھتیجیاں بھی تھیں، چچیاں اور ممانیاں بھی تھیں یعنی مستورات کے جتنے بھی حوالے بن سکتے ہیں ان سب کو وہاں بڑی خوبصورتی سے نمائندگی عطا فرمائی گئی تا کہ دنیا میں قیامت تک جتنے رشتوں نے جنم لینا ہے ان سب کو وہاں نمائندگی دے کر دینِ حق اور دینِ نصرت کی راہیں روشن کر دی گئیں

دوستو اگر ہم طبقاتی لحاظ سے دیکھیں تو ہمیں اس حوالے سے بھی سارے طبقوں کی نمائندگی نظر آتی ہے......کیونکہ انسانیت میں تین طبقے ہوتے ہیں

( ) امیر یا برسر اقتدار لوگ یعنی اپر کلاس کے لوگ

( ) غریب یا متوسط لوگ یعنی مڈل کلاس کے لوگ

( ) غلام اور کنیزیں یعنی لوئر کلاس کے لوگ...... اس دور میں یہی لوئر مانے جاتے تھے

آپ دیکھیں ان سارے طبقوں کی مستورات کو وہاں بھرپور نمائندگی دی گئی ہے کیونکہ وہاں رؤسائے قبائل کی مستورات بھی تھیں غریب اور متوسط طبقے کی مستورات بھی تھیں اور کنیزیں بھی تھیں اور سب نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے تاکہ آنے والی نسلوں کو راہ حق اور نصرت امام کی شاہراہ کو دیکھنے اور اس پر چلنے کیلئے کوئی دشواری پیش نہ آئے ...... یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ ان سارے طبقات میں دوست دشمن دونوں طرح کے کردار شامل تھے یعنی اگر امیر لوگ اہل حق میں سے تھے تو اہل باطل میں بھی کچھ امیر لوگ موجود تھے اور دوستوں کی طرح دشمنوں میں متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے اور دوستوں دشمنوں میں غریب و نادار و غلام اور کنیزیں بھی موجود تھیں اور ہر طبقے اور جماعت کے لوگ ایک درس دے رہے تھے ایک آئیڈیالوجی (Ideology) فراہم کر رہے تھے اور اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ ایک برتاؤ کر رہے تھے اور اس کے نتائج ہمیں تھما رہے تھے، چاہے وہ دوست تھے یا دشمن سبھی ہمارے لئے ہدایت کا سامان کرنے میں مصروف تھے ...... آج ہم مردوں کی بجائے مستورات پر بات کرنا چاہتے ہیں کیونکہ مردوں کا ذکر ہم پہلے ہی کثرت سے کر چکے ہیں اس لئے آج کی گفتگو صرف مستورات سے تعلق رکھتی ہے

## معاشرے میں عورت کا مقام

دوستو !...... سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرے اور سوسائٹی میں عورت کا

مقام کیا ہے؟

ہم سب سے پہلے اس بات کا اعادہ کریں گے کہ مال صدقہ ہے جان کا اور جان صدقہ ہے عزت و ناموس کا ......اگر ہم اس دنیاوی حوالے سے دیکھیں تو انسان کا سب سے اونچا اور قیمتی سرمایا ''عزت و ناموس'' ہی قرار پاتا ہے کہ جس پر انسان مال اور جان قربان کرنا جائز ہی نہیں واجب سمجھتا ہے

دوستو! ...... یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ ''عزت و ناموس'' کیا ہے وہ یا تو ''ماں'' ہوتی ہے یا ''بہن'' یا ''بیٹی'' یا ''بیوی'' ......اگر ان ساری چیزوں کو آپ ایک واحد نام دینا چاہیں تو وہ نام ہوگا ''عورت'' کیونکہ ماں ہے تو عورت، بہن ہے تو عورت، بیٹی ہے تو عورت اور بیوی ہے تو عورت ہی ہے

اس سے ثابت ہوا کہ انسان کا سب سے بڑا اور قیمتی سرمایہ ''**عورت**'' ہے اور ہر غیرت مند انسان عورت پر اپنی جان قربان کرنا مستحب نہیں سمجھتا بلکہ واجب سمجھتا ہے

دوستو! ......بعض عورتیں کہتی ہیں کہ مرد انہیں کوئی مقام نہیں دیتا اور اس کی کوئی قدر نہیں کرتا اسے آزادی نہیں دیتا ...... اب کوئی کہنے والی عورتوں سے پوچھے کہ مرد نے تمہیں اپنے جان سے ہی بڑا مقام دیا ہے اور تمہاری عزت پر اپنی جان قربان کرنے کو اپنا فرض اوّلین سمجھتا ہے تو کیا اس سے بڑا بھی کوئی مقام ہو سکتا ہے

آپ بھی تھوڑی سی مہربانی کرلیا کریں کہ مرد تو آپ کی عزت کیلئے اپنی جان کی بازی لگانا غیرت سمجھتا ہے اور آپ بھی اس کی جان کو ٹکے ٹوکری کے حساب سے نیلام نہ کریں اور اس کی جان کی آپ بھی حفاظت کریں اور اس کی جان کی کوئی قیمت تو سمجھیں اور اپنی عزت کو غیروں سے محفوظ رکھیں، اپنے پردے کا خیال کریں، اپنی عصمت پر جان قربان کرنا تم بھی اپنا فریضہ سمجھو کیونکہ مرد نے تو اپنی ساری کائنات میں سب سے بڑا مقام تمہیں

دے رکھا ہے تم بھی اس کی جان کی قدر کرو

دوستو!......عورت کیلئے اپنی عصمت کی حفاظت کرنا بھی بہت بڑی نصرت ہے کیونکہ بے عصمت عورتوں کے بچے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ناصر نہیں ہو سکتے اس لئے عورتوں کیلئے اس حوالے سے بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرنا چاہیے کہ وہ شہنشاہ کائنات علیہ الصلوات والسلام کے جانثار ناصر پیدا کرسکیں جو انہیں دنیا اور عقبیٰ میں سرخرو کریں

دوستو!...... یہ بھی عجیب بات ہے کہ عورت کا پہلا کردار جو ہے وہ بیوی کا ہوتا ہے اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ عورت پہلے بچی ہوتی ہے پھر جوان ہوتی ہے اس کی شادی ہوتی ہے تب بیوی بنتی ہے اس کے بعد وہ ماں بنتی ہے تو اوّلین کردار بیوی کا نہیں بلکہ بچی ہے کا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو عورت سب سے پہلے آئی تھی وہ جناب حوا سلام اللہ علیہا تھیں اور انہیں جو سب سے پہلے کردار ملا وہ نہ بچی کا ملا، نہ بہن کا ملا، نہ ماں کا ملا بلکہ سب سے پہلا کردار انہیں ''بیوی'' کا ملا اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورت کا اوّلین کردار ''بیوی'' کا ہے ہاں اگر ہم مراتب اوّلیہ کو دیکھیں تو سب سے پہلا کردار ماں کا ہوتا ہے کیونکہ اسی سے ایک پیڑی یا نسل آگے بڑھتی ہے اور تیسرا کردار بیٹی کا اور چوتھا کردار بہن کا ہوتا ہے اس لئے ہم گفتگو کا آغاز بیویوں کے کردار سے کرتے ہیں

## بیویاں

دوستو!...... جب ہم بیویوں کی بنیادی حالتیں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ چار حالتوں میں ہوسکتی ہیں اور اس کے بعد ان کے ذاتی حوالے شامل ہو جاتے ہیں ان میں سے بنیادی چار حالتیں یہ ہیں

(1) مومن کی مومنہ بیوی　　　(2) غیر مومن کی مومنہ بیوی

(3)مومن کی غیر مومنہ بیوی (4)غیر مومن کی غیر مومنہ بیوی

ان چار بینادی حوالوں کے بعدان کے ذاتی کیفیتی حوالے ہوتے ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کل 6 عدد حوالے بنتے ہیں یعنی

(1)جوان بیوی (2)ضعیف بیوی (3)نو بیا ہتا بیوی (4)بیوہ بیوی (5)اولادوالی بیوی (6)لاولد بیوی ......اگران حوالوں کوآپس میں ضرب دے کر دیکھیں تو اس طرح ثانوی طور پر بیویوں کی 24 قسمیں ہوتی ہیں مگر جزئیات میں ان کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے......یعنی شوہر کی حیثیت سے بیوی کی حیثیت اور ہو جاتی ہے مثلاً اگر شوہر برسراقتدار ہے تو

(1)برسراقتدارغیرمومن کی مومنہ بیوی......(2)برسراقتدارمومن کی مومنہ بیوی

(3)برسراقتدارغیرمومن کی غیرمومنہ بیوی......(4)برسراقتدارمومن کی غیرمومنہ بیوی

(5)مومن غلام کی مومنہ بیوی...... (6)مومن غلام کی غیرمومنہ بیوی......

(7)غیرمومن غلام کی مومنہ بیوی...... (8)غیرمومن غلام کی غیرمومنہ بیوی......

اسی طرح بیویوں کی کئی قسمیں ہوسکتی ہیں اسی لئے جب ہم کتاب کربلا کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ بیویوں کی جتنی بھی قسمیں ہوسکتی ہیں ان سب کو واقعہ کربلا میں بھرپور نمائندگی دے کر مستورات کیلئے شاہرہ نصرت اجاگر کردی گئی ہے اب میں یہاں سبھی بیویوں کے تفصیلی حالات نہیں پیش کرسکوں گا ہاں اجمالی طور پر ان کا ذکر ضرور کروں گا تا کہ آپ دیکھ سکیں کہ درس کربلا اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا کتنا جامع ومفصل درس ہے

## (1)علی بن مظاہر سلام اللہ علیہ کی بیوی

دوستو !...... جناب حبیب ابن مظاہر سلام اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی جناب علی بن مظاہر سلام اللہ

علیہ بھی کربلا کے شہید ہیں ان کا ذکر میں واقعات مقتل میں بیان کر چکا ہوں یہاں ان کی بیوی سلام اللہ علیہا کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ شب عاشور جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے سارے اصحاب کو چلے جانے کا حکم فرمایا تو جو جانا تھے چلے گئے اور جو باقی بچ گئے ان سے فرمایا کہ اب تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو کسی محفوظ مقام پر چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ......اور جناب علی بن مظاہر سلام اللہ علیہ سے فرمایا کہ یہاں سے قریب ہی تمہارے قبیلے کے لوگ آباد ہیں آپ اپنی بیوی کو ان کے ہاں پہنچا دو...... یہ بات سن وہ اپنے خیمے میں آئے تو ان کی بیوی سلام اللہ علیہا نے ان سے دریافت کیا کہ آج شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام نے کوئی خاص خطبہ دیا ہے؟ انہوں نے ساری تفصیل سنائی اور یہ بھی بتایا کہ آپ کے بارے میں یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں بنی اسد کے پاس پہنچا دوں...... یہ سن اس مستور سلام اللہ علیہا نے خیمہ کی چوب سے اپنا سر ٹکرایا اور روکر فرمایا تمہیں ہمارے پردہ کا تو خیال ہے کیا یہ نہیں سوچا کہ اس دشت میں نبی زادیاں صلوات اللہ علیہن بھی موجود ہیں...... جیسے تم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو نہیں چھوڑ سکتے میں بھی نبی زادیوں کے ساتھ مل کر ہر ظلم برداشت کروں گی اور میں ان کی نصرت کروں گی اور وہ مستور سلام اللہ علیہا وہاں سے نہیں گئی اور اس مستور سلام اللہ علیہا نے پوری کائنات کی عورتوں کو یہ درس دیا کہ جب گھر پاک کے افراد کسی مشکل مقام پر ہوں یا کسی متوقع صعوبت سے دوچار ہوں تو ماننے والے مومنین کا فرض یہ بنتا ہے کہ وہ بھی انہی حالات میں ان کے ساتھ رہیں...... عام دوستی کا تقاضہ بھی یہی ہوتا ہے کہ ہمہ یاراں دوزخ وہمہ یاراں بہشت...... پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کی نصرت تو اوجب ہے دکھ درد میں ساجھی اور بھائیوال بننا دین ہے جبکہ اپنی سہولت وحفاظت وآرام طلبی دین نہیں ہے

## (2) زہیر بن قین سلام اللہ علیہ کی بیوی سلام اللہ علیہا

دوستو!...... جناب زہیر بن قین سلام اللہ علیہ کا ذکر بھی خطبات مقتل میں تفصیل سے ہوا ہے یہاں اس کا صرف وہ حصہ بیان کرتا ہوں جو ان کی بیوی سلام اللہ علیہا سے متعلق ہے

دوستو!...... جب راہ کوفہ میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جناب زہیر کو بلاوا بھیجا تو وہ سوچ میں پڑ گئے، اس وقت ان کی بیوی سلام اللہ علیہا یہ کیفیت دیکھ رہی تھیں تو انہوں نے اپنے شوہر سے فرمایا تھا وائے ہو تجھ پر کہ تجھے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں اور تو سوچنے میں مصروف ہے کیا ایسے موقعہ پر بھی سوچنا جائز ہے؟

ان کی ترغیب نصرت کی وجہ سے جناب زہیر بن قین سلام اللہ علیہ نصرت پر آمادہ ہوئے اور بیوی سلام اللہ علیہا سے فرمایا ہمیں یہ معلوم ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا انجام موت ہے یہ معلوم نہیں وہ ایک ماہ بعد آ جائے یا ایک سال لگ جائے اس لئے ہم آپ کو آج سے آزاد کرتے ہیں آپ جہاں بھی چاہیں چلی جائیں ...... یہ سن کر اس مستور سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ اب میں آزاد ہوں تو میں بھی اپنے آقا اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی مخدرات عصمت وطہارت صلوات اللہ علیہن کی نصرت کروں گی اور ان کے دکھوں میں شریک رہوں گی

دوستو!...... اس مستور نے ہمیں یہ درس دیا کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت پر اپنے شوہروں کو آمادہ کرنے میں عورتیں بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں اور شوہر سے طلاق لے کر بھی نصرت کرنا پڑے تو یہ خسارے کا سودا نہیں ہے

## (3) حر بن یزید ریاحی سلام اللہ علیہ کی بیوی سلام اللہ علیہا

دوستو!...... جب جناب حر بن یزید ریاحی سلام اللہ علیہ کو ایک ہزار کے دستے کا سالار بنایا گیا تھا اور قادسیہ اور صحرائے عراق کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا تو ان کی بیوی سلام اللہ علیہا ان کے ساتھ نہیں تھی یعنی منزل ذوحسم وشیراف والے واقعہ میں ان کی بیوی سلام اللہ علیہا اور بھائیؑ

اور بیٹاً موجود نہیں تھا جب یہ کربلا میں وارد ہوئے تو اس وقت ان کا بھائی اور بیٹا ان کی بیوی سلام اللہ علیہا اور بچی کو لے کر کربلا میں پہنچے تھے......شب عاشور جناب حر سلام اللہ علیہ کیلئے نصرت میں جو خیال مانع ہو رہا تھا وہ یہ تھا کہ ان کی بیوی اور بیٹی بھی ساتھ ہے اور ان کے خیام بھی دشمنوں کے خیام کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اگر ہم سارے مرد کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی طرف چلے گئے تو پھر ان مستورات کا کیا بنے گا؟ یہی خیال انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا......اس وقت ان کی بیوی سلام اللہ علیہ نے یہ مسئلہ حل کیا اور اپنے شوہر سے کہا آپ جانے سے ڈر رہے ہیں کیا ہماری عزت نبی زادیوں صلوات اللہ علیہن سے بڑی چیز ہے؟ تم ہماری فکر مت کرو اپنے شہنشاہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرو اور ہم سے بھی جو نصرت ہو سکے گی ہم کریں گی ہاں بروز قیامت ہمیں ضرور یاد رکھنا

ان کی ترغیب کی وجہ سے جناب حر بن یزید سلام اللہ علیہ بلا خوف و خطر نصرت پر آمادہ ہو گئے

ہمارے لئے یہ مستور سلام اللہ علیہا بھی ایک درس جاوید ہیں کہ جنہوں نے اپنی جان و مال وعزت و ناموس سے بے خوف ہو کر شوہر کو نصرت کیلئے بھیج دیا اور دوسری طرف کوفہ کی وہ سینکڑوں بیویاں تھیں جنہوں نے اپنے شوہروں کو گھر کی بربادی اور اپنی ہتک کا خوف دلا کر اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت سے روک لیا تھا جیسا کہ لشکر توابین میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہیں کربلا جانے سے ان کی بیویوں نے روکا تھا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں سامنے لا کر کھڑی کر دیں اور ان کی یتیمی اور در در کی ٹھوکریں کھانے کے فرضی خواب دکھا کر اپنے شوہروں کو نصرت سے روک لیا تھا......ان عورتوں نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ اگر آج کوئی مستور ایسا کرے گی تو انجام ان جیسا ہی ہوگا

## (4) عمر ابن سعد ملعون کی بیوی

دوستو!......امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے شجاع ترین انصار میں سے ایک تھے جناب

ہاشم مرقال سلام اللہ علیہ میں نے ان کے بارے میں تفصیلی گفتگو بھی کی تھی جس میں ان کا مکمل تعارف کروایا تھا اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ یہ جناب ہاشم مرقال سلام اللہ علیہ عمر ابن سعد ملعون کے چچازاد تھے اوران کی ایک بہن عمر بن سعد ملعون کی بیوی تھیں ......یعنی یہ دشمن کی مومنہ بیوی کی ایک مثال ہے کہ وہ مجبور تھیں مگر شام غریباں انہوں نے معصوم بچوں اور نبی زادیوں صلوات اللہ علیھن کا روزۂ اتصال افطار کروایا تھا اور جناب حر کی بیوی جو مومن کی مومنہ بیوی کی مثال تھیں یہ دونوں مل کر پاک خیام میں طعام لائی تھیں

انہوں نے بھی ہمیں بہت سے درس دیئے اور انتہائی مجبوریوں کے مقام پر بھی نصرت کے فریضہ کو سمجھنے اور اسے ادا کرنے کا ہمیں درس دیا ہے

## (5) خولیٰ ملعون کی بیوی

اس مستور کے واقعات بھی میں بیان کر چکا ہوں یہاں صرف اجمالی طور پر اشارہ ہی کروں گا کہ اس مستور کے گھر میں جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس مستور نے اپنے شوہر سے خود طلاق لے لی اور اس کا گھر چھوڑ کر چلی گئی اور یہ بھی دشمن کی ایک مومنہ بیوی کی مثال تھیں اور انہوں نے بھی مستورات کو ایک منفرد درس نصرت دیا ہے کہ اگر تم اور کچھ نہیں کر سکتی ہو تو دشمن سے قطع تعلق تو کر ہی سکتی ہو اسی طرح شمر ملعون کی بیوی بھی غیر مومن کی مومنہ بیوی کی مثال ہیں کہ جب انہوں نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سر کو دیکھا تو پھر انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور پورے عالم نسواں کو یہ درس دیا کہ اگر شوہر نابکار ہو اور بہت ہی ظالم ہو تو اپنی جان کا نذرانہ دینے سے بھی گریز نہ کیا جائے کیونکہ پوری کائنات کی مخلوق کے حقوق سے اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کا حق بہت بڑا ہوتا ہے......یعنی ایک بیوی نے طلاق لے لی یہ بھی ایک کردار تھا، ایک بیوی نے قتل ہونا پسند کر لیا یہ بھی ایک کردار تھا، اسی طرح ایک بیوی وہ ہے جو اپنے وقت کے

فرعون کی بیوی تھی شاہی محلوں میں ہزاروں پردوں میں رہتی تھی مگر جب اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کا مقام آیا تو ساری عزتیں اور شان بھول کر دربار شام میں ہزاروں لوگوں کے سامنے بال کھول کر منہ پر ماتم کرتی ہوئی آ گئی اور یزید ملعون نے دوڑ کے اس کے سر پر چادر دینے کی کوشش کی مگر اس نے کہا تمہیں اپنی بیوی کے پردے کا اتنا خیال ہے اور نبی زادیوں کے پردے کا کوئی خیال نہیں ہے...... یہ بھی ایک کردار ہے

دوستو ہمارے سامنے لاتعداد بیویوں کے واقعات ہیں اگر انہیں دو دو منٹ بھی دیں تو بہت زیادہ وقت درکار ہے اس لئے ان میں سے کچھ بیویوں کا اجمالی سا ذکر اور اشارہ کرتے ہوئے گزرنا چاہوں گا

(6) ہانی کی بیوی جس نے ابن زیاد ملعون کے قتل سے جناب مسلم علیہ الصلوات والسلام کو روکا تاکہ اس کا گھر ظلم سے محفوظ رہ جائے مگر وہ گھر محفوظ بھی نہ رہ سکا

(7) وہب بن عبداللہ کلبی کی بیوی جس نے شوہر کے ساتھ مل کر نصرت میں جان نچھاور کی جو ایک نو بیاہتا دلہن کا ایک کردار تھا جس نے ہمیں درس نصرت دیا ہے

(8) جنادہ بن کعب کی بیوی جس نے نصرت میں جنگ کی اور کئی ملاعین کو فی النار کر کے واپس خیام میں آئی یہ ایک بیوہ مستور کا کردار تھا جس نے ہمیں درس نصرت دیا ہے

(9) حنظلہ بن ابوسفیان ملعون کی بیوی ام حجام جس نے بازار شام میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے سر اطہر کو تحفہ دینے کا ارادہ کیا اور فی النار ہوئی یہ ایک دشمن کا کردار ہے

(10) جناب میثم تمار سلام اللہ علیہ کی بیوی جس نے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی لاش حاصل کرنے کیلئے قبیلے والوں کو آمادہ کیا اور ان کی مزاریں بنوائیں

(11) حارث ملعون بن عروہ تمیمی کی بیوی جس نے شہزادوں کو بچانے کیلئے اپنی جان کی بازی لگا دی اور بیٹے تک کو قربان کر دیا یہ بھی ایک درس نصرت ہے

(12) یہودی اور عیسائی سرداروں کی بیویاں جنہوں نے اپنے شوہروں کو قافلہ تسلیم رضا کی نصرت پر آمادہ کیا

(13) عمر ابن سعد ملعون کی وہ بیوی جو جناب مختار کی بہن تھی جو شوہر کے ڈر سے کوئی احتجاج تو نہ کر سکی مگر اپنے بھائی کو قید سے چھڑانے میں بھرپور کردار ادا کیا تاکہ وہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا انتقام لے سکیں

(14) کوفہ کے شیعوں کی وہ بیویاں جو دوسری تو کوئی نصرت نہیں کر سکتی تھیں مگر دن رات دعائیں کرنے میں گزار رہی تھیں

دوستو یہ بات یاد رہے کہ ہم یہاں پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کی مستورات توحید ورسالت صلوات اللہ علیہن کا ذکر عمداً نہیں کر رہے ورنہ ان میں بھی ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن کا ذکر ہم وقت ملنے پر پھر کبھی کریں گے کیونکہ انہوں نے جو قربانیاں دی ہیں وہ اپنے ولی الاعلیٰ یعنی رب ذوالجلال والاکرام جل جلالہ کیلئے دی ہیں اور ہمیں یہ درس دیا ہے کہ تمہیں بھی اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام پر اسی طرح کی قربانیاں دینا لازم ہے

## ﴿مائیں﴾

دوستو!......جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ عورت کو جو سب سے پہلا کردار ملا تھا وہ بیوی کا اور دوسرا کردار جو ملا تھا وہ ماں کا تھا اب ہم رشتوں کے حوالہ سے ماں کی ممکنہ صورتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو درج ذیل صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں

(1) مومن بیٹے کی مومن ماں ...... (2) مومن بیٹے کی غیر مومنہ ماں

(3) غیر مومن بیٹے کی مومنہ ماں ...... (4) غیر مومن بیٹے کی غیر مومنہ ماں

بنیادی طور پر عموماً 30 قسم کی مائیں ہوتی ہیں جزئیات میں ان کی تعداد بہت بڑھ جاتی

ہے میں یہاں اجمالی طور پر مثالیں پیش کرنا چاہوں گا کیونکہ دامن وقت میں گنجائش نہیں

(1) عبداللہ بن یقطر کی پاک والدہ جس نے اپنے ضعیف لعل کو قربان کیا یہ بھی ایک کردار تھا جس نے ہمیں نصرت کا درس دیا

(2) جناب وہب بن عبداللہ کلبی کی پاک والدہ جس نے نو بیاہتا بیٹے کو قربان کیا اور خود بھی شہید ہوئیں یہ ایک بیوہ ماں کا کردار ہے جس کی امنگوں کا واحد سہارا ان کا اکلوتا بیٹا اور بہو تھی مگر اس نے اپنی بہو اور بیٹے دونوں کو قربان کر کے نصرت کی مثال قائم کر دی اور پھر خود میدان جہاد میں اتری تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا آپ مستور ہیں اور عورتوں پر جہاد شرعاً ساقط ہوتا ہے

اس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا تھا کہ آقا آپ جانیں اور آپ کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت جانے ...... ہمارا دین تو آپ کی ذات پر سب کچھ قربان کرنا ہے

(3) خلف بن مسلم بن عوسجہ سلام اللہ علیہ کی والدہ جس نے معصوم بیٹے کو جنگ پر بھیجا جن کا ذکر ہو چکا ہے یہ بھی ایک بیوہ ماں کا کردار ہے

(4) عمر ابن جنادہ سلام اللہ علیہ کی والدہ جنہوں نے اپنے کمسن بیٹے کی قربانی دی ...... یہ بھی ایک بیوہ ماں کا کردار ہے

(5) بلال بن اشعث ملعون کی ماں طوعہ خاتون کا ایک کردار ہے کہ جس نے جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کو پناہ دی یہ ملعون بیٹے کی مومنہ ماں کا کردار ہے جو سراپا درس عبرت ہے کہ غلط باپ کی اولاد کا درست ہونا نادر ہوتا ہے

(13) ابن زیاد کی ماں مرجانہ جس نے بیٹے کو ظلم کی سزا بھگتنے پر مطعون کیا یہ دشمن بیٹے کی غیر مومنہ ماں کا ایک کردار ہے اس کی داستان میں بھی ایک درس ہے کہ پاکیزہ ماں کے طیب بیٹے ہی ہمیشہ ناصرین میں شامل ہوتے ہیں

## بہنیں

دوستو!......عورت کا ایک روپ بہن کا ہے یعنی ایک بڑا کردار بہن کا ہوتا ہے اور بہن کے رشتے سے بھی بنیادی طور پر چار صورتیں ہوتی ہیں یعنی

(1) مومن کی مومنہ بہن ......(2) غیر مومن کی مومنہ بہن

(3) مومن کی غیر مومنہ بہن ......(4) غیر مومن کی غیر مومنہ بہن

ان چار صورتوں کے ساتھ بنیادی حوالے بھی شامل کر دیں تو اس کی کئی اور صورتیں نکل آتی ہیں جیسا کہ

(1) کمسن بہن (2) جوان بہن (3) ضعیف بہن (4) نو بیاہتا بہن (5) بیوہ بہن (6) اولا دوالی بہن (7) لا ولد بہن ......اسی طرح کی اور بھی بہت سی صورتیں سامنے آتی ہیں اگر آپ کربلا کی سرزمین پر بکھری ہوئی لاشوں کا جائزہ لیں تو آپ کو خاک وخون میں غلطاں چاروں طرف بکھرے ہوئے بھائی ہی بھائی ملیں گے اور ان لاشوں پر روتی ہوئی بہنیں ہی بہنیں ملیں گی اور ان قربانیوں پر ناز کرتی ہوئی بھی بہنیں نظر آئیں گی ......اس کی اوّلین مثالیں تو پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کی ہیں جنھوں نے اپنی علی الاعلیٰ پر اپنے کائنات سے عظیم حسین ومقدس بھائی فدا کر کے ہمیں درس دیا ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام سے کوئی بہن اپنا بھائی پیارا نہ کرے اور اگر بھائی قربان ہو جائے تو اس بھائی پر بہن کو فخر کرنا چاہیے ......جیسا کہ ہم وداع مقتل کا ایک منظر دیکھتے ہیں کہ جب ملکۂ عالمین شریکۃ الحسینؑ صلوات اللہ علیہا بھائی کی لاش پر تشریف لاتی ہیں تو ان کی گود میں شہید بھائی کی معصوم بیٹی صلوات اللہ علیہا ہے اور آپ جب لاش اطہر پر پہنچتی ہیں تو ایک مرتبہ آسمان کی طرف رخ کر کے فرماتی ہیں☆اللھم تقبل ھذاقلیل من القربان ......

اے ہمارے ولی الاعلیٰ ہمارے قربانیوں میں سے ایک یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرما یعنی ان کے ذہن میں اپنے بھائی کے قربان ہونے کا کوئی افسوس تک موجود نہیں بلکہ ان کی قربانی پر ایک طرح سے فخر اور اطمینان ہے

بس یہی درس انہوں نے ساری کائنات کی بہنوں کو دیا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کو اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف پر قربان کر کے فخر کرنا کیونکہ یہ بات ہے ہی قابل افتخار

دراصل دین حق ان مثبت رویوں کے مجموعہ کا نام ہے کہ جو خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام نے اپنے ولی العصر جل جلالہ کے ساتھ قائم فرما کر ہمیں بطور دین فراہم کیا ہے

بہنوں کی جتنی قسمیں ہوسکتی ہیں وہ ساری قسمیں پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام میں بھی موجود تھیں اور داستان کربلا میں انصار و اغیار کی شکل میں بھی موجود تھیں اور ہمارے لئے دونوں طرح کی بہنیں ایک درس جاوید تھیں

دوستو !...... کتاب کربلا میں بہنوں کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں ہم کس کس بہن کا حوالہ دیں اور کس کس بھائی کا ذکر کریں ...... ہم نے تو آپ کی سوچ کو ایک راستہ دکھانا تھا کیونکہ جب آپ کتاب کربلا کا مطالعہ اس حوالے سے کریں تو ہر بات سامنے آجائے گی

## ﴿ بیٹیاں ﴾

دوستو !......سب سے آخر میں ہم بیٹیوں کا ذکر کر رہے ہیں اور یہاں بھی صورت حال وہی ہے کہ بنیادی طور پر بیٹیوں کی یہ صورتیں ہوسکتی ہیں

(1) مومن کی مومنہ بیٹی ......(2) غیر مومن کی مومنہ بیٹی

(3) مومن کی غیر مومنہ بیٹی ......(4) غیر مومن کی غیر مومنہ بیٹی

(1) کمسن بیٹی (2) جوان بیٹی (3) ضعیف بیٹی (5) نو بیاہتا بیٹی (6) بیوہ بیٹی (7) اولاد والی بیٹی (8) لاولد بیٹی (9) موجود بیٹی (10) دور بیٹی ...... بنیادی طور 40 قسم کی

عموماً بیٹیاں ہوتی ہیں جزئیات میں ان کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے

## ( ) عظیم بیٹی جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا

دوستو! دمشق شہر سے تقریباً 280 کلومیٹر شمال میں ایک شہر ہے جس کا نام ہے ''حلب'' جس دور میں قافلۂ تسلیم و رضا دمشق کی طرف مصروف سفر تھا اس دور میں حلب کے جو حاکم تھے ان کا نام تھا عبداللہ بن عمرو انصاری ...... یہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے دورِ حکومت میں ہدایہ کے منصب پر فائز تھے یعنی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو جو تحفے بطور حاکم و خلیفہ ملا کرتے تھے وہ ان کے سپرد ہوتے تھے

امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے زمانۂ حکومت ہی میں انہیں حلب کا حاکم بنادیا گیا تھا...... ان کی دیانت اور امانت کو دیکھتے ہوئے معاویہ نے بھی انہیں حلب کا حاکم رہنے دیا تھا کیونکہ اہل حلب کا تقاضہ تھا کہ ایسے عادل حاکم کو معزول نہ کیا جائے

جناب عبداللہ بن عمرو انصاری کو مظہر حلم ذوالمنن یعنی امام حسن علیہ الصلوات والسلام سے بے پناہ عقیدت تھی اور یہ سالانہ ان کی خدمت میں 37 عدد بیضۂ طلائی اور 37 عدد بیضۂ نقرئی اور بادام کے 40 عصا بطور ہدیہ بھیجا کرتے تھے اور یہ سلسلہ بعد تک جاری رکھا

☆فلما بلغهٗ سم الحسن علیہ الصلوات والسلام مثّل قبرهٗ فی دارهٖ و حلّلهٗ بالدیباج و الحریر و شبّههٗ بقبرهٖ وکان یبکی علیهِ صباحاً و مساءً......

جب امام مجتبیٰ علیہ تحیۃ والثنا علیہ الصلوات والسلام کو جام شہادت پیش کیا گیا تو جناب عبداللہ بن عمرو انصاری نے ان کا مزار اپنے گھر میں بنایا اور اس پر ریشم و دیباج کی چادریں چڑھائیں اور اسے شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام کی مزار کی شبیہ قرار دے کر اس پر رات دن گریہ کیا کرتے تھے یہ ان کا معمول تھا

ایک دن یہ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے محل کے حاجب نے آ کر اطلاع دی کہ فوج شام کا ایک سپاہی جو قاصد بھی ہے وہ آپ سے ملنے کیلئے دروازہ پر اجازت کا منتظر ہے ...... انہوں نے اپنا دربار عام برخواست کر دیا اور اس کے بعد اس قاصد کو اندر بلایا......اس ملعون نے آ کے ان کی خدمت میں خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ ہماری فوج نے میدان کربلا میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا ہے اور ان کے اہل وعیال کو شام لے کر جا رہے ہیں اور آج قَـنَّسـرَیْـنْ کے مقام پر قیام پذیر ہیں کل ہم حلب میں پہنچیں گے ہمارے شاندار استقبال کا انتظام بھی کریں اور ہمارے کھانے پینے اور رہائش کا بھی انتظام کریں اور ہمارے ساتھ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اور ان کے پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کے سر ہائے اطہر بھی ہیں اور ان کے پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن بھی ساتھ ہیں اس لئے ان کی رہائش کا انتظام بھی آپ ہی نے کرنا ہے ...... جونہی انہوں نے خط پڑھا ان پر قیامت ٹوٹ پڑی یہ جلدی سے روتے ہوئے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے

جب یہ گھر میں داخل ہوئے تو ان کی آنکھوں پر رومال تھا جونہی یہ گھر میں داخل ہوئے تو ان کی جواں سال بیٹی جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے ان کا استقبال کیا اور دیکھا کہ اس کے والد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ان کے ہاتھ میں کوئی خط بھی ہے تو انہوں نے آ کر والد سے دریافت کیا کہ یہ کیسا خط ہے اور آپ کیوں رو رہے ہیں؟

انہوں نے وہ خط انہیں تھما دیا اور روتے ہوئے زبانی طور پر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کی خبر بھی سنا دی اور قافلے پاک کی حلب میں آمد کا بھی بتا دیا ...... یہ سن کر جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے کہا ☆**لا خیـر فی الـحیوۃ بعد قتل هذا** ......کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی **شہادت کے بعد زندگی میں باقی کچھ بچا ہی نہیں** ...... اس کے بعد اس شہزادی نے اپنے والد سے کہا آپ رو کیوں رہے ہیں یہ تو پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام

کی نصرت کا وقت ہے اسے رونے میں ضائع نہیں کرنا چاہیے آپ کچھ کریں ......انہوں نے کہا بیٹی ہمارا قبیلہ مختصر ہے ہماری تعداد کم ہے اس حالت میں اگر ہم جنگ کریں گے تو ہمارا بہت زیادہ نقصان ہوگا ہمارا پورا قبیلہ برباد ہوجائے گا ......شہزادی نے کہا چاہے پوری دنیا ہی برباد کیوں نہ ہوجائے ہمیں خاندان پاک علیہ الصلوات والسلام کی نصرت ضرور کرنا چاہیے اور ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کی دختران صلوات اللہ علیہن کو دشمنوں کے ظلم سے رہا کروانا چاہیے ......ان کے والد نے کہا بیٹی تم ابھی بچی ہو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتی یہ کام اتنا آسان نہیں ہے ...... جب انہوں نے اپنے والد کی ذہنی پسپائی کا مشاہدہ کیا تو کہا بابا اب یہ معاملہ ہم خود نمٹائیں گے اور ہم آپ سے مدد بھی نہیں لیں گے آپ گھر میں بیٹھیں

اس کے بعد یہ شہزادی گھر سے روانہ ہوگئی اور ان کی ایک بہن بنی ہوئی تھی جس کا نام بی بی نائلہ تھا بعض روایات میں ہے کہ ان کا نام بلیہ بن بکیر خزرجی سلام اللہ علیہا تھا یہ سب سے پہلے ان کے پاس گئیں اور انہیں جاکر سارے حالات بتائے اس نے بھی پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کی بھرپور نصرت کرنے کا فیصلہ دیا

حلب کے شہر میں اوس وخزرج کے قبائل آباد تھے ان دونوں شہزادیوں نے انہیں نصرت پر آمادہ کرنے کیلئے ایک ایک گھر کا چکر لگایا اور تحریکِ نصرت چلائی صبح سے لے کر شام تک اور پھر پوری رات انہوں نے مختلف گھروں میں اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کی تبلیغ کی اور بہت سے لوگوں کو آمادہ کرنے کی کوشش کی اور ایک ایک گھر میں جاکر یہ آواز دی ☆یا قوم لاصلواۃ و صوم لمن یقعد عن ثار الحسین علیہ الصلوات والسلام...... اس آدمی کی نہ ہی کوئی نماز ہے اور نہ کوئی روزہ جو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت سے کنارہ کش ہوکر بیٹھ جاتا ہے ...... انہوں نے ساری رات کوشش کی مگر مرد لشکر شام کے خوف سے نصرت پر آمادہ نہ ہوئے لیکن اوس خزرج کی 70 نوجوان لڑکیاں ان کی نصرت

پر آمادہ ہوگئیں

حلب کے شہر سے شمال کی طرف ایک شہر تھا جس کا نام تھا ''قَنَّسرَیْن'' اوراس کے قریب ہی ایک شہر تھا جس کا نام معمورہ تھا جس رات کو یہ لوگوں میں تحریک نصرت چلا رہی تھیں وہ رات ظالمین شام وکوفہ نے معمورہ میں گزاری ادھر ان لڑکیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمارے مردوں کو غیرت نہیں آتی تو کیا ہوا ہم خود مردانہ لباس پہن لیں گی، چہروں پر نقاب ڈال لیں گی اور لشکر شام سے جنگ کریں گی انجام جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا

اس بات کی اطلاع بعض نوجوانوں کو ہوئی تو انہیں بھی غیرت آئی تو انہوں نے بھی ساتھ دینے کی حامی بھرلی اور ان کے لشکر میں شامل ہوگئے اور اس لشکر کا سالار جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کو بنایا گیا کہ یہ جو حکم دیں گی ہم سب اس پر عمل کریں گے

انہوں نے پروگرام بنایا کہ ہم صبح کے وقت حلب سے معمورہ کے راستے پر جا کر گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے جب ظالمین کا لشکر سامنے آئے گا تو ان پر حملہ کر دیں گے...... یہ راستے میں بیٹھ گئے ......اس دور میں رات کو جب قافلے چلا کرتے تھے تو ان کے ساتھ نقارہ وطبل مسلسل بجتے رہتے تھے اور کئی مشعل بردار لوگ تاریک راتوں کو قافلے کے آگے آگے چلا کرتے تھے

یہ لڑکیاں اور لڑکے اسلحہ سے لیس ہوکر راستے میں گھات لگائے بیٹھے تھے کہ اچانک دور سے طبل کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی مشعلیں بھی نظر آنے لگیں تو جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے ساری فوج کو الرٹ کر دیا کہ حملہ کیلئے تیار ہوجائیں ...... یہ لشکر شام ابھی کچھ دور تھا کہ ان کے کانوں میں معصوم بچوں کے رونے کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں تو ان لڑکیوں نے بھی رونا شروع کر دیا پھر اچھی طرح ضبط کر کے حملے کی تیاری کی جونہی قافلہ ان کے سامنے سے گزرنے لگا تو انہوں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شہزادی کونین

شریکۃ الحسین صلوات اللہ علیہا نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا کہ ہمارے ساتھ بچے ہیں تم اس طرح حملہ مت کرو ...... یا کوئی بھی مصلحت تھی انہیں حملہ کرنے سے روک دیا گیا تو یہ کلیجہ تھام کر رہ گئیں ...... انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ لشکر شام زیادہ تھا اور ان کی تعداد کم تھی اور اصل مقصد جان قربان کرنا نہیں پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کو رہا کروانا تھا اس لئے بھی حملہ کرنا درست نہ تھا

طلوع آفتاب کے قریب ظالمین کی فوج حلب میں باب الاربعین کے سامنے پہنچی تو دیکھا کہ ان کا استقبال کرنے کیلئے کوئی نہیں آیا ہوا ...... فوج حلب کے شہر میں داخل ہوگئی اور وہاں مقام رُحبہ (سبز منڈی گراؤنڈ) میں آکر انہوں نے قیام کیا اور نیزوں پر سرہائے اقدس آویزاں کر دیئے گئے لیکن اہل شہر میں سے کوئی بھی ان مظلومین صلوات اللہ علیہن کی نصرت کیلئے نہیں آیا لیکن درۃ الصدف سلام اللہ علیہا یہ چاہتی تھیں کہ کسی طرح ان لوگوں کا یہاں قیام زیادہ دیر تک رہے اور وہ کچھ انصار جمع کر لیں اس لئے وہ اور اس کی منہ بولی بہن بلیہ (نائلہ) بنت بکیر سلام اللہ علیہا نے مل کر نواح حلب کا چکر لگایا اور لوگوں کو نصرت پر آمادہ کیا لیکن حسب منشا لشکر میسر نہ آیا اور ظالمین حلب سے روانہ ہوگئے

آخر کار یہ لڑکیوں کا لشکر مردوں سے ناامید ہوگیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب چاہے جو بھی ہو حملہ کر کے ہم اگر مخدرات عصمت صلوات اللہ علیہن کو دشمنوں سے آزاد نہیں کرا سکیں گی تو اپنی جانیں تو ان کی نصرت میں قربان کر ہی دیں گی ...... بس اسی نیت سے یہ لڑکیوں کا لشکر جس میں کچھ نوجوان لڑکے بھی شامل تھے حلب سے نکل کھڑے ہوئے ...... حلب سے تقریباً 30 کلومیٹر جنوب میں ایک چراگاہ تھی جسے مرج السراتب کہتے تھے یہ لڑکیاں مردانہ لباس میں ایک فوج کی شکل میں وہاں سے گزریں تو وہاں ایک چرواہ کو اونٹ چراتے ہوئے دیکھا جو اونٹوں کو چراگاہ میں چھوڑ کر ایک مقام پر بیٹھ کر رو رہا تھا ...... انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی

شیعہ ہی ہوسکتا ہے اس لئے درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اپنے گھوڑے کی باگ اس کی طرف موڑی اور جا کر سلام کیا اور رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے ڈرتے ڈرتے بیان کیا وہ دیلمی قبیلہ کے سردار ابوالاسود دیلمی کا غلام ہے اور پورا دیلمی قبیلہ یہاں قریب ہی خیمہ زن ہے اور وہ سارے شیعہ ہیں مگر قلت انصار کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتے

اس وقت درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اس غلام سے کہا تم مجھے اپنے سردار سے ملوادو......

وہ غلام انہیں ابوالاسود دیلمی کے پاس لے گیا اور وہاں ان سے نصرت کی بات ہوئی تو اس نے روتے ہوئے کہا کہ لشکر شام میں اس وقت 700 آزمودہ کار جنگی جوان موجود ہیں اور ہماری تعداد بہت کم ہے اس لئے ہم لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اگر لڑیں گے تو سارے مارے جائیں گے......اس وقت اس کے خیمہ کے پیچھے اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی جو یہ باتیں سن رہی تھی تو اس نے فوراً وہاں سے آواز دی کہ دیکھو یہ نوجوان لڑکا پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کیلئے کس طرح آمادہ ہے اور تم سردار قوم ہوکر بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو......اس کی بیوی نے مردانہ لباس میں درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کو لڑکا سمجھا تھا...... جب ابوالاسود دیلمی کی بیوی نے اس کی سرزنش کی تو اس نے کہا کہ ہم بھی نصرت کیلئے تیار ہیں......اس وقت درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے انہیں بتایا کہ ہم لڑکے نہیں لڑکیاں ہیں جو نصرت میں جان دینے کی خواہش لے کر گھر سے نکلی ہیں

9 ربیع الاوّل بمطابق 7 دسمبر 680 عیسوی اتوار کا دن لشکر کفار نے اندرین کے شہر میں گزارا جو حلب سے 40 کلومیٹر جنوب میں ہے اندرین میں رات گزار کر جب لشکر شام 8 دسمبر کی رات کو اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں انہوں نے حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا وہاں جب لشکر شام ان کے سامنے آیا تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کر کے حملہ کر دیا اور سب سے آگے عبداللہ بن اشعث (جو محمدؐ بن اشعث جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام

کے قاتل کا بھائی ) ملعون تھا اس پر نیزے کا وار کیا اور اسے گھوڑے سے گرا کر واصل جہنم کر دیا اس کے بعد مراد بن شداد ملعون کو واصل جہنم کیا اسی طرح درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے یکے بعد دیگرے گیارہ ملاعین کو واصل جہنم کیا اور اس کے ساتھ ہی گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی ...... جس وقت درۃ الصدف سلام اللہ علیہا گیارہویں ملعون کے سینے سے نیزہ نکال رہی تھی تو عین اس وقت ایک گھوڑا سوار جوان نے آ کر سلام کیا اور کہا

☆ابشری بالنصر ایتها السیدة الشریفة ......اے ہماری عزت دار ملکہ ہم آپ کو فتح کی مبارک پیش کرتے ہیں ......انہوں نے مڑ دیکھا تو ایک جوان گھوڑے پر سوار ہے ہاتھ میں ایک طویل نیزہ ہے اور انہیں دیکھ کر مسکرا رہا ہے انہوں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس جوان نے کہا میں ابو محمدؑ قاسم بن سعد خزاعی ہوں اور آپ کی نصرت کیلئے حاضر ہوا ہوں ...... اِنھوں نے ابو محمدؑ سے فرمایا تم جلدی سے پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیہن کے محملوں کی حفاظت کیلئے چلے جاؤ تا کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے ......اس وقت ابو محمدؑ خزاعی نے جا کر اونٹوں کو ایک طرف بٹھا دیا اور خود پہرہ دینے لگا تو ملکہ عالمین شریکۃ الحسینؑ صلوات اللہ علیہا نے اسے دعا دی اور فرمایا تم ہماری بیٹی درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی جا کر نصرت کرو ...... جب یہ دوبارہ جنگ میں شریک ہوا تو ابو محمدؑ کو جنگ میں دیکھ کر درۃ الصدف پریشان ہوگئی اور جنگ کرنا بھول گئی اور آ کر پوچھا پردہ داران توحید صلوات اللہ علیہن محفوظ تو ہیں؟ ......اس نے ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے شکریہ ادا کیا

اس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی کہ حظلہ بن جندلہ خزاعی جو ابو محمدؑ کا ساتھی تھا جھوم جھوم کر تلوار بھی چلا رہا تھا اور ایک شعر بار بار پڑھ رہا تھا اور اس کے سامنے آ کر ابولضیاغ ملعون نے بھی شعر پڑھنے شروع کر دیئے ابوالاسود دیلمی کو یہ بات نا گوار گزری اور اس نے اس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنی لمبی داڑھی سمیت دو نیم ہوگیا

اس کے بعد یہ فرمایا

☆ نحن اولیا الله الذین لاینکر فضلهم و لا یجحد حقهم الا زنیم

ہم وہ اولیا اللہ ہیں کہ جن کے فضائل اور ان کے حق سے انکار سوائے حرامزادہ کے کوئی کر ہی نہیں سکتا

جس وقت جنگ شروع ہوئی تھی تو اسی وقت محمدؑ بن اشعث ملعون نے حاکم اندرین نصر بن عتبہ ملعون کی طرف ایک جوان دوڑایا تھا کہ فوراً ہماری مدد کو پہنچو...... جب جنگ اپنے عروج پر تھی اور لشکر شام شکست کھا رہا تھا تو عین اس وقت نصر بن عتبہ ملعون چھ ہزار کا لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا اور اس میں 90 جوان اور 12 لڑکیاں شہید ہوگئیں جن میں درۃ الصدف سلام اللہ علیہا بھی شامل تھی اور ابو محمدؑ قاسم خزاعی سلام اللہ علیہ بھی اور ابوالاسود دیلمی سلام اللہ علیہ بھی شامل تھے......خدا رحمت کند آن عاشقانِ پاک طینت را

## ﴿نتائج﴾

دوستو !......اس عمل نصرت کے لاتعداد نتائج اور ہمارے لئے اسباق ہیں یہاں صرف ایک دو کا ذکر نا ضروری سمجھتا ہوں

اس داستان نصرت نے ثابت کر دیا کہ مستورات تحریک نصرت کا بہترین ذریعہ ہیں

نصرت ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے جہاد میں مرد اور عورتیں برابر ہیں

نصرت کی تحریک کیلئے لوگوں کے پاس جانا اپنے شہر کے گلی کوچوں سے دیگر شہروں تک جانا پڑے تو گریز نہیں کرنا چاہیے

اس داستان میں آج کی مستورات کیلئے بہت سے اسباق پوشیدہ ہیں......راہ حق کے ان روشن ستاروں نے ہمارے لئے نصرت امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی راہیں متعین کر دی ہیں

**اور قیامت تک آنے والی مستورات کو یہ درس دیا ہے کہ راہِ نصرت میں اگر نیت خالص ہو تو دنیا کی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی**

آخر پر انہی مقدس ہستیوں کی نیت کی صداقت کا واسطہ دے کر بارگاہ امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام میں عرض کریں کہ اب اپنی جدہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کی ان پاک طینت ناصرین کو اپنا گھر اطہر آباد و شاد دکھائیں اور ان کے زخمی دلوں کی ہر حسرت کی تکمیل فرمانویں اور انہیں کم از کم اتنی زیادہ خوشیاں عطا فرمائیں کہ انہیں آل اطہار علیہم الصلوات والسلام کا ہر دکھ درد ہمیشہ کیلئے بھول جائے

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 13

# ﴿درسِ کربلا﴾

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

میں نے اس موضوع پر اپنا سلسلہ گفتگو جاری رکھا ہوا ہے کہ ''کربلا'' اپنے اپنے ولی العصر کی نصرت کی ایک درس گاہ ہے نصرت ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہی دین مبین ہے اور اس میں موجود ہر کردار ایک ٹیچر ہے چاہے وہ دوست ہے یا دشمن، وہ کوئی نہ کوئی سبق دے رہا ہے

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح حق ایک درس ہوتا ہے اسی طرح باطل بھی ایک درس ہوتا ہے......جس طرح راہ حق کا مسافر ایک زندہ و جاوید درس ہوتا ہے اسی طرح گمراہ انسان بھی ایک عبرت ہوتا ہے، درس ہوتا ہے، کسی دانشور کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ نے عقلمندی کہاں سے حاصل کی ہے تو انہوں نے کہا میں نے عقلمندی بے عقلوں سے لی ہے یعنی جو وہ کرتے تھے میں اس کے برعکس کرکے عقلمند ہوا ہوں

دوستو!......جو انسان گڑھے میں گر رہا ہے وہ پیچھے آنے والے کیلئے ایک درس ہے کہ تم بچ جاؤ، اسی طرح کربلا کا ہر کردار رہتی دنیا تک کیلئے ایک درس ہے چاہے وہ دوست کا

کردار ہے چاہے وہ دشمن کا کردار ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی سبق لینا چاہے اور اپنی اصلاح کرنے کا بھرپور عزم رکھتا ہو تو...... کیونکہ جو اپنی اصلاح کرنا ہی نہیں چاہتا اور درست سمت میں سفر کرنا ہی نہیں چاہتا تو اس کیلئے تو کوئی بھی چیز عبرت اور سبق نہیں ہوتی ہر آدمی ٹھوکر کھا کر نہیں سنبھلتا بلکہ ٹھوکر کھا کر شعور آ جائے تو یہ بھی ایک خوش قسمتی اور پاک مالک کا احسان ہوتا ہے

دوستو!...... بات یہ ہے کہ انسان جب درست سمت میں سفر شروع کرتا ہے تو سب سے پہلا کام درست سمت کو پہچاننے کا ہوتا ہے اگر درست سمت ہی معلوم نہ ہو تو اس پر سفر کیسے کیا جائے گا؟

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ راہ حق کی درست اور واحد سمت ولی العصر علیہ الصلوات والسلام ہی ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی معرفت حاصل کرو جیسا کہ ایک معروف حدیث ہے

☆ من مات ولم یعرف امام زمانہٖ مات میتۃ الجاھلیۃ

یعنی جو بھی اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی معرفت کے بغیر مر گیا گویا وہ جاہلیت و کفر کی موت مر گیا

دوستو جہالت اور جاہلیت میں بھی فرق ہوتا ہے جہالت کی ضد علم ہے اور جاہلیت کی ضد معرفت ہے...... جہالت لاعلمی ہوتی ہے جس کی سزا کم ہوتی ہے اور جاہلیت ایسا انکار ہوتا ہے جو جانتے بوجھتے ہوئے عملی طور پر کیا جائے اس لئے اس کی سزا میں کمی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی اس لئے جاہلیت کو کفر سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں انکار عمد ہوتا ہے

دوستو!......سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جاہلیت کیا ہے؟

آپ ذرا حقیقت پسندانہ انداز میں خود غور کریں کہ جو کفار عرب تھے یا آج جو کفار ہند ہیں

یہ سب جاہلیت کا شکار ہیں تو کیا اس جاہلیت کا مطلب ہم یہ لے سکتے ہیں کہ سارے کے سارے عقلی طور پر تہی دست ہیں؟......کیا جاہلیت سے مراد پاگل پن ہے؟

کیا سارے ہندو اور ماضی قدیم کے بت پرست اور ثنویت پرست یا تثلیث پرست فاتر العقل تھے؟ دیوانے تھے؟ کیا انہیں کسی چیز کا علم نہیں تھا؟

دوستو!......ایسا کچھ نہیں تھا بلکہ وہ لوگ تو بہت بڑے دانا تھے، ان میں سکالر لوگ بھی تھے، صاحبان عقل تھے، زمین پر جانور کا نقش قدم دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ یہ نر ہے یا مادہ ہے اور یہ مادہ ہے تو حاملہ ہے یا ابھی بچہ جنا ہے یا حاملہ ہے تو کتنے عرصے کی حاملہ ہے؟

علم نجوم و کہانت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور بغیر وسائل کے انہوں نے جو بروج اور سیارگان کی تقویم قائم تھی وہ جدید دور نے بھی تسلیم کی ہے......اور آج کے جو بت پرست ہیں تو وہ جدید ترین علوم کے بہت بڑے عالم ہیں آپ دیکھیں ہندوستان میں کئی ہندو ایسے ہیں جو نوبل پرائز لے چکے ہیں ......آپ ہندوؤں میں بہت بڑے فلاسفر اور دانشور پاتے ہیں سائنسدان، مفکر اور اخلاقیین دیکھتے ہیں ......آپ خود سوچیں کہ کیا مہاتما گاندھی کا دماغی توازن درست نہیں تھا؟ ......کیا نہرو دیوانہ تھا؟......کیا ٹیگور اور فراق فاتر العقل تھے؟......سوامی دیانندان پڑھ جاہل تھا؟......اسی طرح آپ ہر شعبہ حیات کے بڑے بڑے علما کفار میں بھی پائیں گے جو اس بات کو رد کرنے کیلئے کافی ہوگا کہ کفار پاگل نہیں ہوتے ان کا دماغی توازن خراب نہیں ہوتا اور وہ مینٹلی ڈسٹرب (Mentally Disturb) نہیں ہوتے ......اب اس مقام پر وہ سوال بھی باقی رہتا ہے کہ اگر جاہلیت سے مراد مینٹلی ڈسٹربنس (Mentally Disturbance) نہیں ہے تو پھر اس جاہلیت سے کیا مراد ہے؟

دوستو!......اگر آپ ایک اور زاویے سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کسی علم میں طاق ہونا اور بات ہے لیکن معرفت کا ہونا اور بات ہے

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کے معرفت اور جاہلیت کی ڈیفی نیشنز(Definitions) شرع میں اور ہوتی ہیں، عرفانیات میں اور ہوتی ہیں، روحانیات میں اور ہوتی ہیں یعنی کئی مختلف علوم میں لفظ معرفت بطور''ٹرم'' (Term) (اصطلاح) استعمال ہوتا ہے اور ہر علم میں اس کی تعریف بدل جاتی ہے اور''علم الاعمالیات''(جوعلم العملیات سے جداگانہ علم ہے) یہ علم انسانی رویوں کے بارے میں ہوتا ہے اس علم کی رو سے معرفت کی تعریف یہ ہے کہ

''معرفت اس رویے کا نام ہوتا ہے جو کوئی انسان معروف کے سٹیٹس(Status) کے مطابق اس سے رکھتا ہے''

دوستو!......اسی علم الاعمالیات میں جاہلیت کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ

جاہلیت اس رویے کا نام ہے جو معروف کے سٹیٹس(Status) کوملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے اختیار کیا جائے...... بالفاظ دیگر جاہلیت مس بی ہیو(Misbehave) کرنے کا نام ہے

اب آپ اس کینوس پر کفار مکہ کو یا جدید وقدیم کفار و مشرکین کو دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ وہ لوگ پاگل تو نہیں تھے مگر انہوں نے اپنے معروفین یعنی

(1) اللہ جل جلالہ (2) اپنے نبی علیہ الصلوات والسلام (3) اولیائے عصر علیہم الصلوات والسلام (4) منسوبات

کے ساتھ رویہ درست نہیں رکھا تھا یعنی جو مقام اللہ جل جلالہ کو دینا تھا وہ نہیں دیا کبھی اسے بتوں میں محصور کرنے کی کوشش کی اور کبھی اس کے فرمائے ہوئے عرفانِ توحید کے وسائل کو چھوڑ کر بتوں کو خالق اور مخلوق کے مابین وسیلہ بنالیا اور کبھی اس کے نمائندوں کی بجائے خودساختہ نمائندے بنا کر ان کی اطاعت کرنا شروع کردی اور اس کے حقیقی نمائندوں کے ساتھ برے طریقے سے پیش آئے، ان پر ظلم ڈھائے، ان کے حق کا انکار کیا اور غیر نمائندگان کو ان کا متبادل بنالیا اور اگر ان کو مان بھی لیا تو ان کے منسوبات کے ساتھ توہین

آمیز رویہ رکھا جیسا کہ تابوت سکینہ کو ایک وقت میں مزبلہ (کوڑا کرکٹ کے ڈھیر) پر رکھ دیا گیا اور اس کی توہین کی گئی باب حطہ کی توہین کی گئی یعنی مقدسات و مقدسین کے ساتھ غیر مناسب رویہ رکھنے یا ''مس بی ہیو'' (Misbehave) کرنے کا نام جاہلیت ہے جو کفر ہے اور کفار قدیم جو سب کچھ جانتے بھی تھے مگر انہوں نے مقامات و مراتب کا خیال نہ رکھا ان کی ڈیلنگ (Dealing) درست نہیں تھی وہ ''ایک خدا'' کو اچھی طرح جانتے تھے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے کہ آپ ان لوگوں سے دریافت کریں کہ اس کائنات کو کس نے بنایا ہے تو یہ یہی جواب دیں گے کہ اسے اللہ جل جلالہ نے خلق فرمایا ہے...... یعنی وہ لوگ جانتے تھے کہ اس کائنات کو اللہ جل جلالہ ہی نے بنایا ہے مگر ان کی ڈیلنگ (Dealing) اور بی ہیویر (Behavior) میں نقص تھا اس لئے ابدی جہنم ان کے نصیب میں آئی

دوستو!...... جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ معرفت برتاؤ یا بی ہیویر (Behavior) کا نام ہے اور جاہلیت مس بی ہیو (Misbehave) کرنے کا نام ہے یعنی اپنے معروف کو مرتبہ کے مطابق پروٹوکول (Protocol) نہ دینے کا نام جاہلیت ہے یعنی ایک امام کو عام آدمی کا مقام دینا اور ایک غیر امام شخص کو امام بنا دینا یہ دونوں عمل جاہلیت قرار پاتے ہیں

دوستو!...... جاہلیت کے دو پہلو یا صورتیں ہوتی ہیں بالفاظ دیگر ماننے کی صورتیں دو ہوتی ہیں...... (1) باطل اور اہل باطل کو حق ماننا (2) حق اور اہل حق کو باطل ماننا

دیکھنے میں یہ دونوں صورتیں ایک جیسی لگتی ہیں اور یہ جرم ایک ہی اہمیت اور درجے کا لگتا ہے اور نتیجتاً بھی ایک ہی جیسا ہے مگر ان دونوں میں سے ایک جرم دوسرے سے زیادہ شدید ہوتا ہے کیونکہ باطل کو حق ماننا اتنا بڑا جرم نہیں ہے جتنا حق کو باطل ماننا جرم ہے یعنی غیر اللہ کی تعظیم کرنا اتنا بڑا جرم نہیں جتنا اللہ جل جلالہ کی نعوذ باللہ توہین کرنا جرم ہے اسی طرح غیر نبی کو نبی سمجھ کر اس کی تعظیم کرنا اتنا بڑا جرم نہیں ہے جتنا نبی برحق کی توہین کرنا ہے

اسی طرح امام باطل کی تعظیم کرنا اتنا بڑا جرم نہیں جتنا امامِ حق کی (نعوذ باللہ) توہین کرنا

دوستو!...... غیر نبی کی اور نبی برحق کی تعظیم ساتھ ساتھ چل سکتی ہے جیسا کہ ملت اسلامیہ کے اندر بعض فرقوں نے اپنے نبی بنائے اور انہیں کامل نبی کا درجہ دیا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کو بھی برقرار رکھا ...... لیکن ایک صورت یہ ہے انہوں نے اپنا نبی تو نہیں بنایا مگر سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیب دشمناں توہین ضرور کی ہے جیسا کہ سلمان رشدی یا اس قبیل کے دوسرے نام نہاد مسلمان یا غیر مسلم تھے...... اس لئے قادیانیوں کو کافر ضرور قرار دیا گیا ہے لیکن واجب القتل قرار نہیں دیا گیا کیونکہ انہوں نے ایک نیا نبی بنالیا ہے لیکن انہوں نے اللہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے حق میں کوئی گستاخانہ نظریہ نہیں دیا اور ان کے بارے میں بدزبانی نہیں کی ہے کیونکہ باطل کو حق ماننے کے ساتھ ساتھ حق کا احترام بھی باقی رہ سکتا ہے لیکن حق کو باطل ماننے کے بعد حق کا احترام رہتا ہی نہیں ہے اس لئے یہ سب سے بڑا جرم ہے

دوستو!...... جب ہم معرفت کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں عمل معرفت کی تین پرتیں نظر آتی ہیں () عارف جو معرفت رکھنے والا ہے () معروف جس کی معرفت کی جائے () معرفت دراصل معرفت عارف اور معروف کے درمیان ایک ''تعلق'' ہے ایک ناطہ ہے اس لئے عرفا کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ حقیقت میں معرفت کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک کا تعلق عارف کے ساتھ ہوتا اور ایک کا معروف کے ساتھ ہوتا ہے

معروف کے ساتھ یہ تعلق ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت کیا ہے؟ ...... چاہے وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ہو اس کا بھی ایک مقام و مرتبہ ہوتا ہے جو اس کے عرفان کا تقاضہ کرتا ہے جیسا کہ ایک مریض کی حیثیت مریض کی ہے، افسر کی حیثیت افسر کی ہے، مالک کی حیثیت مالک کی ہے، یعنی ''اصل حیثیت'' عرفان کا تقاضہ کرتی ہے ذات نہیں

عارف کے ساتھ اس کا یہ تعلق ہوتا ہے کہ جیسی ''معروف'' کی حیثیت ہے اس کے مطابق اس کے ساتھ رویہ رکھے یعنی کسی کی حیثیت کے مطابق کسی کے ساتھ ڈیل (Deal) کرنا برتاؤ اور سلوک کرنا ہی معرفت ہوتا ہے نہ کہ صرف جان لینا...... کیونکہ اچھے کپڑوں میں برے لوگ بھی ہوتے ہیں، علما کی روپ میں جہلا بھی ہوتے ہیں، شریفوں کے لباس میں بدمعاش بھی ہوتے ہیں اور سادہ کپڑوں میں آفیسر بھی ہوتے ہیں......اس کے برعکس جہلا کے لباس میں عرفا بھی ہوتے ہیں، دیوانوں کے روپ میں فرزانے بھی ہوتے ہیں، پاگلوں کی روپ میں جنت فروش بھی ہوتے ہیں......

دوستو!...... بات تو معروف کی اصل حیثیت کو جان کر اس کے ساتھ ویسی ڈیلنگ ہی ہے یعنی اگر آپ کسی افسر کے عہدے اور رینک (Rank) کو جانتے ہیں مگر اس کے ساتھ رویہ اور بی ہیویر (Behavior) اس کے سٹیٹس (Status) کے مطابق نہیں رکھتے تو اسے جاننے کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا؟

اس سے ثابت ہوا کہ معرفت یہ نہیں ہے کہ آپ کو کسی کے کوائف معلوم ہوں بلکہ معرفت دراصل اس کے عہدے اور مرتبے کے مطابق اس کے ساتھ ڈیلنگ (Dealing) ہی ہے

ایک حدیث کو میں اکثر دہراتا رہتا ہوں کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ اے انسان تمہاری ملکیت جو جانور ہیں وہ تو تمہاری معرفت رکھتے ہیں مگر تو اپنے مالک کی معرفت نہیں رکھتا...... اس فرمان پر آپ غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ جانور آپ کے بارے میں کوئی زیادہ کوائف نہیں رکھتے شاید انہیں آپ کا نام تک معلوم نہ ہو، نسب، خاندان، منصب، مرتبہ، عہدہ، صلاحیتیں وغیرہ تک سے وہ ناآشنا ہوتے ہیں مگر پھر بھی انہیں ہمارا عارف کہا گیا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ ہمیں اپنا مالک سمجھتے ہیں اور ہمارے ساتھ وہ رویہ رکھتے ہیں جو مالک کے ساتھ ہونا چاہیے یعنی وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم ان

کے آباءواجداد کے قاتل ہیں اس کے باوجود وہ ہمارے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اپنی ہر چیز ہم پر فدا کرتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ معلومات جمع کرنا اور کسی کی ذات پات، نام ونسب، عہدہ، علمی و ذہنی صلاحیتوں اور اختیارات کا علم معرفت قرار نہیں پاتا بلکہ وہ رویہ معرفت ہے جو ہم اپنے معروف کے ساتھ رکھتے ہیں ...... یعنی ہم جب کسی کو مریض مان لیتے ہیں تو اس کے بعد ہم اس کے ساتھ ایک مخصوص رویہ رکھتے ہیں اور اگر ہم مریض کے ساتھ صحت مند شخص جیسا رویہ رکھیں اور اس کی بیماری کا خیال تک نہ رکھیں اور کام وغیرہ میں اس پر رعایت سے کام نہ لیں تو گویا ہم نے اسے مریض مانا ہی نہیں ہے

دوستو معرفت کا جو پہلو عارف سے متصل ہے وہ اس کا اعمالیاتی پہلو ہے اور جو معروف کے ساتھ متصل پہلو ہے وہ ہے حیثیاتی پہلو نہ کہ ذات ...... یعنی عارف پر لازم ہے کہ وہ معروف کی حیثیت دیکھے اور اس کے مطابق اس کے ساتھ رویہ رکھے اگر رویہ درست نہ ہو تو معرفت ہوتی ہی نہیں ہے

بس اسی لئے ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ☆ من مات ولم یعرف امام زمانہٖ مات میتة الجاهلیة یعنی جو بھی اپنے امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام کی معرفت کے بغیر مر گیا وہ جاہلیت و کفر کی موت مر گیا

یعنی ہمیں بھی سب سے پہلے اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کی اس حیثیت کو دریافت کرنا ہوگا کہ جس کا تعلق ہمارے ساتھ ہے اور اس کے بعد اس حیثیت کے مطابق ان کے ساتھ رویہ رکھنا ہے

دوستو! ...... ہر زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام ولی العصر ہوتے ہیں اور ولی العصر تو امیجیٹ گاڈ (Immediate God) ہوتا ہے یعنی ان کی حیثیت ہمارے مابین ایسی ہوتی ہے جیسی اللہ جل جلالہ کی، کیونکہ وہ اللہ جل جلالہ کا نائب کل ہوتا ہے

دیکھئے فرض کریں کہ اللہ ہمارے سامنے موجود ہوتا تو ہمارا اس کے ساتھ کیا رویہ ہوتا اور ہم اسے کیا پروٹوکول (Protocol) دیتے؟......بس جو پروٹوکول (Protocol) ہم اللہ جل جلالہ کو دینا چاہتے ہیں وہی پروٹوکول (Protocol) ہمیں اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام کو دینا لازم ہے کیونکہ یہی تو عین اللہ ہوتے ہیں، وجہ اللہ ہوتے ہیں، جنب اللہ ہوتے ہیں، یداللہ ہوتے ہیں، یعنی ان کے جسم کا ایک ایک عضو اللہ سے نسبت رکھتا ہے تو انہیں اسی طرح کا پرٹوکول (Protocol) دینا لازم ہے یہ بات معرفت کے بعد ہی قائم ہوسکتی ہے

دوستو!......آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں موجود کئی لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے امام یعنی امام آخرالزمان کون ہیں مگر ان کی (Dealing) ڈیلنگ ان کے ساتھ درست نہیں ہے اس لئے ان کی موت کو جاہلیت وکفر کی موت قرار دیا گیا ہے آپ خود سوچیں کہ جب شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور وخروج ہوگا تو جو لوگ ان کے سامنے آئیں گے اور ان سے مقابلہ کریں گے کیا انہیں ان کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا کہ یہ کون ہیں؟ یہ جو مقابلے کیلئے سامنے کھڑے ہیں اور یہ آوازیں دے رہے ہیں

☆یابن سیدة صلوات الله علیها انصرف من حیث ماجئتك

اے ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا کا لخت جگر آپ جہاں سے تشریف لائے ہیں وہاں تشریف لے جائیں ہمیں آپ کی ضرورت نہیں ہے......کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ہمارے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام ہیں؟......اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کی مثال بھی ''کربلا'' میں موجود ہے کہ جتنے بھی مخالفین ہیں ان میں کون تھا جو یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس کے باوجود انہیں اس تعارف ومعرفت نے کوئی فائدہ دیا ہے؟......بات تو رویے یا بی ہیویر (Dehavior) کی ہے

دوستو!......اب اسی بات کو ہم ایک اور طرح سے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ آپ

سب نے ہماری متذکرہ حدیث شریف تو سن ہی رکھی تھی اور ہم ایک دوسرے کو یہ حدیث سنتے سناتے بھی رہتے ہیں کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ کیا معرفت امام زمان علیہ الصلوات والسلام مقصود بالذت ہے یا مقصود بالغیر ہے؟

یعنی معرفت ہی اصل مقصد ہے یا یہ کسی اور مقصد کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے؟

دوستو یہ ایک حقیقت ہے کہ معرفت مقصود بالذات نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی معرفت کے ذریعے ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے جو اصل مقصدِ الٰہی ہے

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ ''جان'' اور ''پہچان'' دو لفظ ہوتے ہیں جاننے کا تعلق سرسری تعارف تک محدود ہوتا ہے اور پہچاننے میں کافی گہرائی ہوتی ہے...... اسی طرح ''علم'' اور ''عرفان'' میں فرق ہوتا ہے

یہ بھی عرض کردوں کہ تعارف اور معرفت اگرچہ دونوں لفظ ایک ہی مادے سے مشتق ہیں مگر ان میں بھی بہت فرق ہوتا ہے

معرفت سے کیفیات پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ کسی آدمی سے کوئی ملتا ہے اور وہ اپنا نام اور پتہ بتاتا ہے ایک تعارف ہوجاتا ہے مگر جب وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ تمہارے ضلع کا ڈی سی ہے تو پھر انسان پر اس تعارف کا کافی مختلف اثر ہوتا ہے

انسان کسی پودے کو دیکھتا ہے وہ اسے اچھا لگتا ہے، قریب جاتا ہے اور نام پوچھتا ہے تو ایک آدمی اسے بتاتا ہے کہ یہ تو آدم خور پودا ہے تو انسان پر ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے

انسان کسی ڈوبتے انسان کو پانی سے نکالتا ہے، اس پر احسان کرتا ہے، تعارف ہوتا ہے، فلاں نام ہے، فلاں مقام کا رہنے والا ہے، باپ کا نام یہ ہے، فلاں خاندان کا فرد ہے، مگر سب سے آخر میں پتہ چلتا ہے کہ یہ تو کور کمانڈر بھی ہے، تو اس بات کا کوئی اور اثر ہوتا ہے......اس سے ثابت ہوا کہ معروف کی حیثیات کثیر میں سے جو اس کی سب سے بڑی

حیثیت ہو اسے معلوم کرنا لازم ہوتا ہے تاکہ اس کے مطابق مثبت رویہ رکھا جاسکے اور ہمارے معروف شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی جو لاتعداد حیثیتیں ہیں ان میں سب سے بڑی حیثیت ولی العصر کی ہے کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ کی نیابت کاملہ کی حیثیت ہے یعنی ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے زمانے میں اللہ جل جلالہ کے نائب کون ہیں

یہ بات تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ نائب کے ساتھ جو رویہ رکھا جائے وہی رویہ منیب کے ساتھ تصور ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ہمیں اپنے منیب کے ساتھ ایک رویہ رکھ کر درس دیا ہے کہ تم بھی اس کے نائب کے ساتھ وہی رویہ رکھو جو ہم نے اپنے منیب کے ساتھ رکھا ہے کیونکہ ہمارے لئے سب کچھ وہ ہے تو تمہارے لئے سب کچھ ہم ہیں

یعنی ہمیں سب سے پہلے ان کی اس حیثیت کو معلوم کرنا واجب ہے کہ جس کا تعلق ڈائریکٹ ہماری ذات سے ہے

دوستو!...... معرفت ہوگی تو پتہ چلے گا کہ یہ سامنے والی ذات کون ہیں؟ جب ان کی حیثیت معلوم ہوگی تو ان کے مقام کا علم ہوگا...... ان کے مقام کے علم کے ساتھ ان کے فرامین و احکام کی اہمیت معلوم ہوگی...... جب مقام و مرتبہ کے ساتھ احکام کی عظمت و اہمیت معلوم ہوگی تو اس پر عمل اسی حساب سے ہوگا...... مقام و مرتبہ معلوم ہوگا تو اطاعت و تعمیل اسی مقام کے مطابق ہوگی یعنی ڈیلنگ اور تعارف میں مثبت (Role-play) رول پلے ہوگا

اگر تعارف کے باوجود اطاعت و احکام کو غیر اہم سمجھا جارہا ہے تو یہ جاہلیت کفر نہیں تو کیا ہے؟

دوستو!...... آپ اللہ جل جلالہ کو اللہ جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں مگر اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ

**وہ یہ نہیں دیکھتا کہ آپ اسے کیا مانتے ہیں بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ آپ اس کی کیا مانتے ہیں**

اسی طرح سے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بھی یہ نہیں دیکھتے کہ آپ انہیں کیا مانتے ہیں بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے فرامین کو کہاں تک مانتے ہیں...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو بات کو نہیں مانتا یعنی کہنا نہیں مانتا وہ ذات کو کیا مانتا ہے؟

اسی لئے ان کی معرفت اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ جسے اپنے زمانہ کے امام علیہ الصلوات والسلام کی معرفت نہیں ہے تو اس کی موت کو کفر و جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے کیونکہ معرفت ہوگی تو ادب پر آمادہ کرے گی ......معرفت نصرت پر آمادہ کرے گی......معرفت اطاعت پر آمادہ کرے گی ......معرفت غم کے ساتھ اور خوشی کے ساتھ خوشی پر آمادہ کرے گی ......معرفت عشق سکھائے گی ......معرفت تولّا و تبرا سکھائے گی......معرفت حقوق کی ادائیگی سکھائے گی ......معرفت بندگی اور عبادت سکھائے گی ......یعنی معرفت ہی سارے نظامِ الٰہی کی بنیاد ہے

دوستو!......حقیقت یہ ہے کہ معرفت کے کئی سو پہلو ہیں جو انسان کو کسی نہ کسی حوالے سے معروف ذات کی طرف مائل کرتے ہیں معروف ذات سے محبت کرنے اور ان کی اطاعت کرنے پر آمادہ کرتے ہیں مگر ان سب میں سے جو پہلو سب سے پہلا اور فوری مائل کرنے والا ہے یا دل میں فوری محبت پیدا کرنے والا پہلو ہے وہ ہے

یعنی کسی کے بارے میں جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تو ہمارا محسن ہے اس نے ہم پر فلاں احسان کیا ہے تو انسان اس کی طرف فوراً مائل ہوتا ہے اور اس سے فوری طور پر محبت کرنا شروع کر دیتا ہے...... ماضی کا انسان اگر سورج پرستی آتش پرستی اور فطرت پرستی کرتا رہا ہے تو اس میں بھی اس کی یہی فطری آمادگی کارفرما تھی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ ہماری فصلیں

باغات اور موسم بارشیں سورج کی وجہ سے ہیں اس لئے وہ اس کی پوجا کرتا تھا اسی طرح آگ کے فوائد کو دیکھتے ہوئے اس کے احسانات کا بدلہ وہ اس کی پوجا کر کے چکاتا تھا

جیسا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو فرمان ہوا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت کاشت کرو، انہوں نے عرض کیا خالق یہ تو ایک جذبہ ہے جو کاشت نہیں کیا جا سکتا تو ہی فرما کہ میں یہ کیسے کاشت کروں؟ ارشاد قدرت ہوا آپ ہمارے احسانات بیان فرمائیں ان کے دلوں میں میری محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی ......یعنی سب سے پہلے جو چیز انسان کے دل میں جگہ کرتی ہے وہ عرفانِ محسنیّت ہی ہے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہے یعنی انسان فطرتاً اپنے محسن سے محبت کرتا ہے...... آیئے ہم کربلا میں اس کا ایک درس دیکھتے ہیں

روز عاشور ہے، زوال آفتاب کے بعد کا وقت ہے، کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام زمین پر تشریف فرما ہیں، ایک ہزار نوسو پچاس زخم وہ ہیں جو دوست دشمن سب دیکھ رہے اور جو دل کے اندر کے گہرے زخم ہیں انہیں سوائے اہل حرم صلوات اللہ علیہن کے کوئی نہیں دیکھ سکتا سارے صاحبان تاریخ لکھتے ہیں کہ جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے زمین کو زینت بخشی تو پورے تین ساعات تک ساری کائنات پر آپ نے تصرف فرمایا اور اس کائنات کا ایک ذرہ بھی تصرف سے باہر نہیں تھا جب آپ نے تصرف فرمایا تو کوئی بھی آپ کے قریب نہیں آ سکا اور اس دوران پوری کائنات کا وقت رکا رہا اور دشمن کو قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی ...... یہ تین ساعات گزر گئے تو اس وقت امت ملعون کو دوبارہ مہلت دی گئی ......اس کے بعد عمر سعد ملعون کے لشکر میں آواز گونجی کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو جلدی شہید کرو کیونکہ نماز جمعہ میں تاخیر ہو رہی ...... پھر باری باری نو قاتل آئے اور کوئی بھی شہید نہ کر سکا کسی کو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام شہنشاہ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں نظر آئے اور کسی کو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی شکل میں نظر آئے جس کی وجہ سے

سارے واپس جاتے رہے......ان قاتلوں میں ایک شخص کا ذکر صاحبان مقتل نے کیا ہے مگر نام نہیں لکھا وہ بیان کرتے ہیں کہ

روز عاشور جب امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام زخموں سے چور خاک کربلا پر تشریف لائے تو عمرابن سعد ملعون نے ایک نوجوان شخص کو لشکر میں سے بلایا اور کہا کہ تم جا کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا پاک سر جسم سے جدا کرو تو ہم تمہیں انعام دیں گے

وہ نوجوان ایک خنجر لے کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے پاس آیا جونہی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی اس پر نظر پڑی تو دیکھا یہ ایک خوبصورت جوان ہے جو خنجر لے کر ان کے قریب پہنچ چکا ہے......اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا تو کیسے آیا ہے؟ اس نوجوان نے عرض کیا کہ میں آپ کو شہید کرنے آیا ہوں......آپ نے فرمایا تو کتنا خوبصورت جوان ہے تو اپنی جوانی کو آتش جہنم سے بچالے اور تو ہمارے قتل میں شرکت نہ کر......اس نے عرض کیا کہ کیا آپ شہید ہونے سے بچنا چاہتے ہیں؟ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا شہید ہونے سے نہیں بچنا چاہتا کیونکہ اگر تو شہید نہیں کرے گا تو کوئی دوسرا ہمیں ضرور شہید کرے گا لیکن ہم تمہیں جہنم سے بچانا چاہتے ہیں تمہاری جوانی کو آتش جہنم سے بچانا چاہتے ہیں......وہ سوچ میں پڑ گیا اور ایک لمحہ سوچنے کے بعد عرض کیا آقا کیا آپ کو اس وقت بھی ہماری نجات کی فکر لاحق ہے کیا اس انتہائی مظلومیت میں بھی آپ کو اپنی ذات سے زیادہ مجھ جیسے گنہگاروں کی فکر ہے آپ جیسا بھی کوئی محسن ہوسکتا ہے جو ایسے لمحات میں بھی دوسروں کی فکر کرنے میں لگا ہوا ہو......یہ کہہ کر وہ فوراً تائب ہوگیا اور اس نے عرض کیا کہ آقا آپ مجھ پر ایک احسان اور بھی فرمائیں اور مجھے اپنی نصرت کی اجازت عطا فرمائیں......اجازت ملی تو اس نے خنجر پھینک دیا اور نیام سے تلوار نکال لی اور تلوار سونت کر ایک نئے جذبہ کے تحت لشکر شام کے قریب آیا جو شہادت کا

منظر دیکھنے کو جمع ہو چکا تھا تو عمر ابن سعد ملعون نے کہا تم نے کیوں شہید نہیں کیا تو اس جوان نے جواب دیا کہ میں نے اب حق کو پہچان لیا ہے میں نے اپنے محسن کو پہچان لیا ہے اب میں انہیں شہید نہیں کروں گا بلکہ میں تجھے واصل جہنم کروں گا

دوستو اس نوجوان نے تلوار سے ابن سعد ملعون پر حملہ کر دیا کیونکہ وہ گھوڑے پر سوار تھا یہ پیدل تھا اس کے گماشتوں نے اس پر حملہ کر دیا اس نوجوان نے بڑی جوانمردی سے تلوار کے جوہر دکھائے اور ایسی جنگ کی کہ ایک کے بعد ایک گھوڑے سوار کو زمین سے گراتا ہوا ابن سعد ملعون کی طرف بڑھ رہا تھا اور دوران جہاد کچھ اشعار پڑھ رہا

نظم

کچھ محسنؑ دا احسان لہا اے مست جوانی ہمت کر
بہوں تھوڑا ہے رہ وقت گیا اے مست جوانی ہمت کر
چند قدم دا فاصلہ جنت ہے لیکن بہوں کنڈے راہ وچ ہن
کل راہ دے کنڈے آپ ہٹا اے مست جوانی ہمت کر
احسان رسولؐ دے چن کیتائے جیں حق باطل سمجھایا ہے
تھی سینؑ دے چن توں جلد فدا اے مست جوانی ہمت کر
کل قافلہ تیئں توں بہوں پہلے ہے ٹر گیا اپنی منزل دو
کر ملن دی کوشش دیر نہ لا اے مست جوانی ہمت کر
ہر ناصر پاک رسولؐ کنوں تھی سرخرو گئے ہک توں بچ گئیں
ہنڑ ڈِھل گھس وِچ نہ وقت ونجا اے مست جوانی ہمت کر
کئی بڈھڑے وی لنگھ پار ونجن میں اٹھدا گبھرو رہ جانواں

میکوں من دے طعنے ویسن کھا اے مست جوانی ہمت کر

میں مالک دی نعلین اتوں تیکوں نازاں نال فدا کرنائے

بنڑ دلہن خون دی مہندی لا اے مست جوانی ہمت کر

صدیاں دی پیاسی روح میڈی نہ پیاسی ایویں مر جاوے

دریا پیا وہندائے رحمت دا اے مست جوانی ہمت کر

جعفرؑ دے وارث آنوناں ہے اوں ڈینہ کیتے تیار بھی رہ

ہے اج دا ڈینہ تربیت دا اے مست جوانی ہمت کر

یہ نوجوان تلوار بھی چلا رہا تھا اور اشعار بھی پڑھ رہا اور نصرت بھی کر رہا تھا...... اس نے ایسی نصرت کی کہ ہر ضرب پر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اسے داد تحسین دی...... جب یہ زخموں سے چور چور ہو کر زمین بوس ہو گیا تو اس وقت ایک مرتبہ کریمِ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی طرف نگاہ کر کے عرض کیا آقا کیا میری یہ تھوڑی سی نصرت آپ نے منظور فرمالی ہے اور میری شہادت کو اپنی نصرت میں تصور فرمالیا ہے؟ اس وقت کریمِ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اسے دعا دی اور اس نوجوان نے جام شہادت نوش فرماتے ہی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں سر رکھ دیا (مخزن البکاء اور کتاب محرق القلوب ص154)

دوستو!...... اس داستان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کا اگر ضمیر زندہ ہو تو اسے نصرت پر آمادہ کرنے والی چیز احسان ہوتا ہے اور انسان اپنے محسن پر جان قربان کرنا اپنا فریضہ اوّلین سمجھتا ہے...... اور جو ایسا نہیں کرتا وہ احسان فراموش اور محسن کش تصور ہوتا ہے

دوستو!...... جو ولی العصر ہوتا ہے وہ اپنے دور کا محسن اعظم ہوتا ہے اور ہمارے زمانے کے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف بھی ہمارے محسن اعظم ہیں...... ہماری زندگیوں کی بقا کے موجب وہی

ہیں ہماری صحت اور سلامتی انہی کے کرم سے ہے

دوستو!......☆وبیمنہٖ رزق الوری......سے ثابت ہے کہ پوری کائنات کو رزق انہی کی نعلین کی برکت سے ملتا ہے......اب بھی سوچنا چاہیے کہ ایسے محسن کے ساتھ ہمیں کیسا سلوک کرنا چاہیے اور ایسے محسن اعظم کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے اگر ہمارا رویہ اس نوجوان جیسا ہوگا تو رزلٹ بھی اس نوجوان جیسا ملے گا، اگر ہمارا رویہ دیگر شامیوں اور کوفیوں جیسا ہوگا تو پھر ابدی جہنم سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے اور اللہ جل جلالہ اور اس کے ملکوت کی لعنت سے نجات دینے والی کوئی طاقت ہی نہیں ہے

آخر پر دعا ہے کہ ہمارے محسن عالمین علیہ الصلوات والسلام اپنے چاہنے والوں پر یہ احسانِ عظیم بھی فرمانویں کہ اپنے احسانات کی آگاہی کا شعور عطا فرمانویں اور ہم ممنون احسان ہو کر اس پاک ذات کے ساتھ مثبت رویہ رکھیں اور اپنے آپ کو حق کی نصرت کیلئے تیار کریں

﴾آمین یارب العالمین﴿

**الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف**

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادك وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

# خطاب نمبر 14

## ﴿درسِ کربلا﴾

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

آج میں کوئی بھاری بھرکم تقریر نہیں کرنا چاہتا بلکہ آپ کو ایک لطیفہ سنانا چاہتا ہوں

دوستو آپ کو پتہ ہے کہ ہمارے علاقے میں کچھ مخصوص موضوعات کیلئے مخصوص لوگوں پر لطیفے بنائے جاتے ہیں مثلاً

بیوقوفی کے موضوع پر ہمارے ہاں ہمیشہ جولاہوں پر لطیفے بنتے ہیں

ایک مخصوص وقت میں غیر حاضر دماغی کے مظاہروں کیلئے سکھوں کے لطیفے بنتے ہیں

دماغ کو استعمال کیئے بغیر ہر فیصلہ کرنے اور اس کے بعد بھی اس پر نادم نہ ہونے اور ناجائز ضد اور لالچ کیلئے پٹھانوں پر لطیفے بنتے ہیں

بزدلی کے موضوع پر ہندوؤں پر لطیفے بنتے ہیں

مذہبی عیاری اور مذہب کو اپنے مقصد کیلئے جائز ناجائز استعمال کرنے پر مولویوں پر لطیفے بنتے ہیں

کنجوسی، دھوکہ دہی اور خودغرضی کیلئے یہودیوں پر لطیفے بنائے جاتے ہیں

جب عوام کسی حاکم سے تنگ ہوں تو اپنی نفرت کے اظہار کیلئے بادشاہوں پر لطیفے بنائے

جاتے ہیں
آرام طلبی، تن پروری، چالاکی، داؤ پیچ اور خود ساختہ نازک مزاجیوں کیلئے میر عالموں (مراسیوں) پر لطیفے بنتے ہیں
یہ جو لطیفہ میں آپ کو سنا رہا ہوں یہ مجھے جناب علامہ صفدر نجفی صاحب کے ماموں زاد بھائی جناب مولوی ذاکر حسین صاحب نے سنایا ہے، یہ بڑا اچھا لطیفہ ہے امید ہے آپ اس پر جی کھول کر ہنسیں گے
انہوں نے سنایا کہ ہمارے ملک میں ہنگامی حالات تو نہیں تھے لیکن حکومت وقت نے اعلان کیا کہ ہمیں فوج کیلئے کئی جیالے جوانوں کی ضرورت ہے جو ملک کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں وہ انٹرویو کیلئے فلاں کینٹ میں پہنچ جائیں ...... یہ اشتہار کسی اخبار میں میر عالم لوگوں نے بھی دیکھ لیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ ہم ہمیشہ گا گا کر لوگوں کو خوش کرتے رہے ہیں کیوں نہ ہم ملک کی بھی کوئی خدمت کریں اور اس سے اچھا موقعہ ہمیں پھر ملنے والا نہیں ہے اس لئے ہمیں فوج میں بھرتی ہونا چاہیے ...... یہ سوچ کر انہوں نے آپس میں میٹنگ کی اور ایک درخواست کور کمانڈر یا چیف آف آرمی سٹاف کے نام لکھی اور اس میں جہاں انہوں نے جذبہ خدمت کا ذکر کیا وہاں انہوں نے کچھ شرائط بھی رکھے کہ ہمیں فوج میں سروس بھی ملنا چاہیے اور ہمارے یہ شرائط بھی حکومت کو ماننا چاہییں ...... وہ شرائط یہ تھے
(1) ہماری پہلی شرط یہ ہے اگر ہمیں فوج میں سروس دی جائے تو ہمارے لئے ڈرل پریڈ وغیرہ نہ تو گرمی یا دھوپ میں کروائی جائے اور نہ ہی شدید سردی میں کروائی جائے
(2) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جو ڈرل یا ورزش کروائی جائے وہ اس وقت ہو جب ہم چاہیں اور ہمارا موڈ نہ ہو تو کسی اور کو ڈرل پر بھیجا جائے
(3) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہماری وردی نرم ہو اور موسم کے لحاظ سے موزوں

ہوا اگر سلکی ہو جائے تو بہت اچھا ہے

(4) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہمیں کھانا ہماری مرضی کا ملنا چاہیے کیونکہ سبزیاں ہمیں اچھی نہیں لگتیں اور بڑے گوشت سے معدہ خراب ہوتا ہے گوبھی، شلغم، ساگ، دالیں تبخیر کرتی ہیں ایک تو گوشت ہوا اور وہ بھی مرضی سے بڑے کسی پرندے کا بھی نہیں ہونا چاہیے

(5) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنگ کے دنوں میں ہمیں چھٹی ہونا چاہیے کیونکہ ہم کسی بڑی مشقت کے عادی نہیں ہیں اگر چھٹی نہ دی جائے تو مورچے ائرکنڈیشنڈ ہونا چاہییں اور ان میں آرام دہ بستر بھی ہونا ضروری ہے

(6) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر دشمن کے مقابلے میں بھیجا جائے تو حکومت ہمیں حفاظت کی ذمہ داری فراہم کرے اور دشمن سے پہلے طے کرلے کہ سامنے سے کوئی فائر نہ کرے گا ورنہ ہمارے بھاگنے کی ذمہ دار خود حکومت ہوگی

(7) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب بھی گھر کا کوئی کام آپڑے یا کسی کی شادی بیاہ کے موقعے پر گانے اور عوام کو خوش کرنے کی دعوت آجائے یا فصل کاٹنے کا موسم ہو تو ہمیں فوراً چھٹی ملنا چاہیے ورنہ ہم حکومت کو بتائے بغیر چلے جائیں گے اور اس کی ذمہ دار بھی حکومت ہی ہوگی

(8) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب ہماری سرحدوں پر دشمن حملہ کرے تو ہمیں گھر بھیج دیا جائے اور جب فتح ہو تو ہمارے آنے سے پہلے کوئی لوٹ کھسوٹ نہ کرے تاکہ ہمیں اپنی پسند کی چیزیں لوٹنے کا بھرپور موقعہ مل جائے اگر ایسا نہ ہوا تو ہماری طرف سے فوج سے استعفیٰ سمجھا جائے

(9) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ سونے کیلیئے ہم میں سے ہر فرد کو علیحدہ علیحدہ کمرہ دیا جائے کیونکہ کسی کے آنے جانے سے اور ساتھ والے کے خراٹوں سے ہم ڈسٹرب نہ ہوں

اگر ہم میں کوئی سو رہا ہو اور خدانخواستہ کوئی شخص اٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دے تو سونے والے کی نیند تو خراب ہوگی ہی، اس لئے ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ کمرہ ملنا چاہیے

(10) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب سو رہے ہوں تو کوئی ہمیں نہ جگائے کیونکہ اس سے ہماری نیند خراب ہوتی ہے چاہے ملک برباد ہو جائے مگر ہماری نیند کو خراب نہیں ہونا چاہیے ہمارا ملک ہماری نیند سے زیادہ اہم تو نہیں ہے

(11) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ کھانا کھانے کیلئے ہمیں کنٹین یا لنگر خانہ میں نہ بلایا جائے بلکہ کھانا ہمارے کمروں میں پہنچایا جائے تاکہ سردیوں میں گرم لحاف سے نکلنے سے نزلہ ہو جاتا ہے اور گرمیوں میں دھوپ برداشت نہیں ہوتی

(12) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ کمرے میں کھانا لانے کیلئے ایک ایک نوکر بھی دیا جائے جو برتن واپس لنگر خانہ میں لائے اور برتن دھونے کا کام کسی کمیں کمین سے کروایا جائے، معززین فوجیوں کا اپنے برتن اٹھا کر کنٹین میں واپس کرنے کو آنا بہت برا لگتا ہے اگر حکومت ایسے نوکر فراہم نہیں کرسکتی تو ہم خود ایسے کمین لوگ اپنے ساتھ ہی لائیں گے ہاں ان کی روٹی کپڑا رہائش اور تنخواہ بھی حکومت ہی کو دینا ہوگی

(13) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ کمرے کی صفائی اور ہمارے بستر جھاڑنے کی کسی کو ڈیوٹی دی جائے کیونکہ دھول جھاڑنے سے گلا خراب ہوتا ہے

(14) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ کمرے ایرکنڈیشنڈ نہ بھی ہوں تو روم کولر ضرور ہونا چاہیے اور سردیوں میں ایندھن جلانے کیلئے وافر مقدار میں ملنا چاہیے

(15) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہمیں کوئی کام بھی نہ بتایا جائے اور ڈرل یا ورزش جو ایک گھنٹے کی ہوتی ہے وہ روا نہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک ایک گھنٹے کیلئے ایک ایک آدمی مقرر کر دیا جائے تاکہ باقی سینکڑوں آدمی بے آرام نہ ہوں اور ڈرل چوبیس گھنٹے جاری

بھی رہے

(16) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب ہم چھٹی پر واپس گھر جائیں تو ہمیں سرہانوں کے استروں میں حکومت کے مال سے چرایا ہوا یا مانگ کرلیا ہوا یا اپنا ہتھیا یا ہوا یا خریدا ہوا سامان بھر کر لے جانے کی سہولت بھی دی جائے

(17) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب ہم گھر جائیں تو ہمیں راستے کا کھانا ٹفن میں بند کر کے دیا جائے اور اسے واپس لانے کی شرط نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر مرتبہ ہمیں گھر جاتے ہوئے نیا ٹفن دیا جائے

(18) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسی کو ہمارے اوپر افسر مقرر نہ کیا جائے کیونکہ ہم کسی کی حکمرانی پسند نہیں کرتے

(19) کام ہم ہمیشہ اپنی مرضی کے مطابق کریں گے اور جو جی چاہے گا وہی کریں گے کسی کا کہنا نہیں مانیں گے

(20) گھر جائیں تو گھر والوں کیلئے ہمیں حکومت کی طرف سے تحفے اور مٹھائیاں میوے والا گڑ آٹھ نو کلو فی کس ملنا چاہیے

(21) ہمیں ہر سال کی تنخواہ ایڈوانس ملنا چاہیے اور الاؤنسز بھی ہمیں ہمارے مقرر کردہ ملنا چاہییں

(22) ملک کی جاہل عوام کے ہاں ہمیں دعوتیں اڑانے کی عام اجازت ہونا چاہیے

(23) سودا سلف کی خریداری ہم کرنے کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ ہم سے کوئی حساب طلب نہ کرے

(24) کسی قسم کی کوئی ڈیوٹی دینے پر ہمیں کبھی بھی مجبور نہ کیا جائے کیونکہ ڈیوٹی کرنے سے آرام میں فرق آتا ہے

(25) ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ آئندہ ہمیں ایسے لطیفے بھی نہ سنائے جائیں جو ہماری طبع لطیف کو ناگوار گزریں ورنہ ہم حکومت کی نوکری چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اس کی پوری کی پوری ذمہ داری لطیفے سنانے والے پر عائد ہوگی اور ہم اس وقت تک گھر سے واپس نہ آئیں گے جب تک لطیفہ سنانے والے خود وہاں آ کر گڑگڑا کر معافی طلب نہیں کریں گے

اگر حکومت کو ہماری یہ شرائط منظور ہوں تو ہمیں حکومت کی خدمت کر کے ثواب دارین حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے کیونکہ ملک کی خدمت کرنا ہر مومن مسلمان کا پہلا فریضہ ہے اور ہمیں امید ہے کہ حکومت ہمیں یہ فرائض ادا کرنے کا موقعہ ضرور عنایت فرمائے گی

فدویان ''میر عالم''

دوستو آپ اس لطیفے پر ہنسے نہیں جبکہ اس کی ایک ایک بات ہی ایسی تھی کہ آدمی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جائے آپ خود سوچیں کہ اس سے بڑی حماقت کوئی ہوسکتی ہے کہ آدمی فوج میں اپلائی (Apply) کرے اور آرام طلبی اور عیاشی بھی کر سکے کیونکہ فوج کا محکمہ تو ہوتا ہی جفاکشی، جفانوشی، محنت، مشقت اور موت سے کھیلنے کا ہے، اس میں جہاد ہوتا ہے، قربانیاں ہوتی ہیں، بھوک پیاس ہوتی ہے، زخم ہوتے ہیں، زمین پر سونا ہوتا ہے، سردی گرمی سے لڑنا ہوتا ہے، قربانیاں ہی قربانیاں ہوتی ہیں ...... دوسری طرف یہ میر عالموں کی فوج، قربان جاؤں ان کی نزاکتوں اور نفاستوں اور نازک مزاجیوں پر اور اس پر جذبۂ حب الوطنی اور احساس فرض شناسی کے کہ کس طرح اپنے فرائض کا احساس کرتے ہوئے فوج میں بھرتی ہونے کو پہنچ گئے ہیں ...... اگر قصور ہے تو حکومت ہے کا ہے کہ اس نے انہیں جوتے مار کر باہر نکال دیا ورنہ وہ تو اپنے فرائض کو ادا کرنے پہنچ گئے تھے

لیکن وہ حکومت بیچاری کیا کرتی وہ بھی تو نااہل تھی کیونکہ وہ حکومت اِلٰہیہ تو نہیں تھی جو ایسے

فوجیوں کو فوراً بھرتی کر لیتی
اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سارے لطیفے میں لطیفیت کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ اور اس میں ہنسنے والی بات کیا ہے؟
بات یہ ہے کہ ہم اس لطیفے پر اس لئے ہنستے ہیں کہ کہاں فوجی جفاکشی اور کہاں یہ نفس پروری پر مبنی شرائط کیونکہ ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے مگر یہ تو عام ملکوں کا نظام ہوتا ہے جو ایسے شرائط پر ہنستا ہے جبکہ ہم جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی فوج کے جفاکش جیالے ہیں ہمارے ہاں تو ایسے شرائط کوئی بیوقوفی والی بات لگتی ہی نہیں ہے کیونکہ ہم تو اپنی فوج میں شامل بھی انہی شرائط کے ساتھ ہیں اگر یہ سہولتیں آج ہٹا لی جائیں تو ہم میں سے سب لوگوں کی طرف سے استعفیٰ پیش ہو جائیں گے کیونکہ ہمارے مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کی فوج طالبان جیسی احمق اور جاہل فوج نہیں ہے کہ جس کے فوجی پانچ پانچ دن تک بھوکے رہ کر پہاڑوں پر سردی گرمی سے لڑ لڑ کر زخمی ہو کر آتے ہیں تو پھر بھی جہاد پر جانے کیلئے بیقرار رہتے ہیں اور جان قربان کرنے کیلئے تیار نظر آتے ہیں
دوستو!...... حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس دور میں اپنا احتساب کرنا ضروری ہے کیونکہ احتساب کے عمل سے گزرنے کے بعد ہمیں اپنے نقائص کا پتہ چلے گا اور نقائص کا علم ہونے کے بعد ہم اپنی اصلاح کے بارے میں سوچیں گے کہ اگر واقعی ہم میر عالموں کی فوج ہیں تو ہمیں اصلی فوجی بننا چاہیے
دوستو!...... جب ہم کسی بھی اصلاحی عمل کا تجزیہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اصلاح کا عمل تین مراحل سے گزرتا ہے
(1) سب سے پہلے جو عمل واقع ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اپنے نقائص کی دریافت کا عمل
(2) نمبر دو ہوتا ہے ان نقائص کو ریالائز (Realize) کرنا یعنی نقائص کی حقیقت کو سمجھنا کہ

واقعی یہ نقائص ہیں اور ہم انہیں قبول کرتے ہیں

(3) نمبر تین ہوتا ہے ان نقائص کو سنجیدگی سے لینا کہ یہ واقعی خطرناک ہیں اور ان سے کوئی بڑا نقصان ہوسکتا ہے

یہ ہیں وہ تین ابتدائی مراحل کہ جن کے بعد انسان کسی چیز کی درستی اور اصلاح کے بارے میں سوچنا شروع کرتا ہے

مثال دیتا ہوں کہ ایک انسان کے پاؤں میں کیل چبھ جاتا ہے تو اسے نکالنے سے پہلے اسے یہ معلوم کرنا پڑتا ہے کہ اسے ایک کیل چبھ چکا ہے کیونکہ اگر وہ سمجھے گا کہ اسے کیل چبھا ہی نہیں تو وہ اگلا قدم ہی نہیں اٹھائے گا یعنی پہلے پہل تو اسے کیل چبھنے کا علم ہونا چاہیے اس کے بعد وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ واقعی ایک سیریس کیس ہے اور اسے اذیت بھی دے رہا ہے...... اس کے بعد یہ دیکھتا ہے کہ یہ کیل اگر نہ نکالا گیا تو اس سے کوئی بڑا نقصان بھی ہوسکتا ہے اس کا زخم بڑھ اور بگڑ بھی سکتا ہے...... جب تک کوئی ان تین مراحل سے نہیں گزرتا وہ اس کیل کو نکالنے کی طرف توجہ ہی نہیں دے سکتا ہے یہاں میں آپ کو ایک بلوچ کا واقعہ بطور مثال سناتا ہوں

ایک بلوچ پہاڑی سے اترا اور شہر کو جارہا تھا، راستے میں ایک بستی سے گزرا جو پہاڑ سے تقریباً تین میل دور تھی جب وہ وہاں پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کے اس کی چادر (تہہ بند) کے ساتھ پہاڑی بیری کی انتہائی خاردار ایک شاخ (جسے سرائیکی میں ڈھینگری کہتے ہیں) الجھی ہوئی ہے اور اس کی پنڈلیوں سے خون جاری ہے، پاؤں سے خون جاری ہے، چادر بھی کہیں کہیں سے پھٹی ہوئی ہے مگر وہ بلوچ اس کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتا چلا آرہا ہے

ایک صاحب نے اس سے کہا خان صاحب یہ کیا بات ہے آپ اس ڈھینگری کو چادر سے نکالتے کیوں نہیں یہ تو آپ کو کافی زخمی کررہی ہے...... یہ سن کر اس بلوچ خان نے کہا بھائی

یہ ڈھینگری ہم بلوچوں کو جانتی نہیں تھی ہم سے ’’پنگا‘‘ لے بیٹھی ہے اس نے سوچا تھا کہ خان کو جھکنے پر مجبور کردوں گی اور وہ جھک کر مجھے اپنی چادر سے چھڑائے گا مگر ہم بھی خان ہیں یہ بدقماش پہاڑ سے یونہی ہمارے قدموں میں ٹھوکریں کھاتی چلی آ رہی ہے اور شہر تک اسی حالت میں ٹھوکریں کھاتے چلی جائے گی تاکہ اسے پتہ تو چلے کہ خان سے کیسے الجھا جاتا ہے......اب آپ سوچیں کہ وہ بیری کی شاخ بھلا کیا سوچ سکتی تھی مگر خان صاحب کو بڑی دور کی سوجھی اور اپنی پنڈلیاں ہی زخمی کرواتے چلے گئے

اب اس مثال سے سمجھیں کہ جب تک انسان اوّلین مراحل ثلاثہ سے نہیں گزرتا اس وقت تک اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دیتا اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے حق میں کون کون سی بے اعتدالی کر رہے ہیں

اس میں ہمیں دو طرح کے جائزے لینا ہوں گے

نمبر 1 ......انفرادی نمبر 2......اجتماعی

یعنی سب سے پہلے ہمیں اپنی اپنی ذات کے نقائص کی طرف توجہ دینا ہوگی اس کے بعد بحیثیت جماعت کے دیکھنا ہوگا کہ ہم میں بطور جماعت کے کیا کیا نقائص ہیں

اگر ہم اجتماعی اور انفرادی نقائص کے ساتھ بلوچانہ رویہ رکھیں گے تو اپنی اصلاح نہیں کر پائیں گے اور اپنے نقصان کو بڑھاتے جائیں گے

ہمیں اپنی ذات سے سب سے پہلا سوال یہ کرنا ہے کہ کیا ہم نے اس گذشتہ زندگی میں کوئی روحانی ترقی بھی کی ہے یا نہیں؟ یعنی ہمیں اپنی اصلی پوزیشن دریافت کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں جیسا کہ انسان کو اگر کسی مقام پر آنکھیں باندھ کر کھڑا کر دیا جائے اور اسے اپنی منزل کی طرف سفر کرنے کو کہا جائے تو اسے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں کھڑا ہے تاکہ اسے پتہ چلے کہ اسے کس سمت میں سفر کرنا

چاہیے؟...... امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا فرمان ہے کہ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ تم راستہ بھول چکے ہو تو پھر اپنے سفر کو روک دو بلکہ کسی راستہ شناس کے آنے کا انتظار کرو......
اسی طرح بزرگ کہتے تھے کہ اگر صحرا میں آندھی آجائے تو جس جگہ کھڑے ہو وہیں بیٹھ جاؤ اور جدھر جا رہے تھے اسی طرف رخ کر کے بیٹھو ورنہ راستہ بھول جاؤ گے

اگر تم کسی راستہ شناس سے پوچھے بغیر اپنی منزل کو چل پڑو گے تو اس میں 75% فی صد غلط سمت میں جانے کا چانس ہے کیونکہ تمہارے سامنے چار سمتیں ہیں اگر ان میں چار کارنر بھی شامل کر لیں تو پھر راستہ کے درست ہونے کے صرف 12.5% فیصد امکانات رہتے ہیں اور 87.5% فیصد غلط راستے پر چلنے کا خطرہ رہتا ہے اور اگر ہم جدید انداز میں ڈگریز کو دیکھیں تو دائرے کے مرکز کے گرد 180 ڈگریز ہوتے ہیں اور اس طرح درست راستے کے انتخاب میں ایک فیصد بھی چانس نہیں رہتا اس صورت میں ہمیں کسی نہ کسی راہنما کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور ہماری ڈائریکشن (Direction) کے متعین کرنے میں کتاب کربلا ہمارے لئے ایک گائیڈ بک (Guidebook) ہے اگر ہم اس کتاب کربلا سے سبق لینا چاہیں تو ہمیں اپنے اعمال کا مرکز ایک ہی ملتا ہے یعنی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف

اور یہ کتاب ہمیں صرف یہی اصول فراہم کرتی ہے کہ اگر درست راستے پر چلنا ہے تو اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کو دیکھو اور ان کی سمت چلنا شروع کر دو اور اپنے اعمال، افعال، اقوال، جذبات، کیفیات، نیات اور اپنی سوچوں کا مرکز انہیں بنا کر سفر کرو منزل خود بڑھ کر تمہارے قدم چوم لے گی اور ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا اور ہمیں ان کا سپاہی بننا پڑے گا بصورت دیگر الخاذل الخی القاتل کے تحت دشمن کے ساتھی قرار پائیں گے

دوستو!...... جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہمارا موضوع درس کربلا ہے اب ہم اگر شہنشاہ زمانہ

عجل اللہ فرجہ الشریف کی فوج کے سپاہی ہیں تو ہمیں بھی وہاں سے درس لینا ہوگا اگر ان جیسا کردار ادا کریں گے تو ان جیسا رزلٹ ملے گا اور اس کے برعکس کام کریں گے تو پھر انجام اور رزلٹ بھی ان کے برعکس ہی ملے گا یہی درس کربلا ہے کہ ہر دور کے امام علیہ الصلوات والسلام کے انصار کیلئے کربلا معلیٰ ایک عظیم درس نصرت ہے اور یہی دین نصرت ہے جسے کربلا معلیٰ میں کھول کر فقط دکھایا ہی نہیں گیا بلکہ پریکٹیکل (Practical) کر کے دکھایا گیا ہے اور انسانیت کا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں کہ جس کی نمائندگی کرنے والے کردار کا ذکر کتاب کربلا میں موجود نہ ہو

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان زمانی و مکانی لحاظ سے مجبور و عاجز ہے کیونکہ یہ زمان و مکان کی قید سے آزاد نہیں ہوسکتا ماضی ہو یا مستقبل اس میں جا نہیں سکتا اس پر حسرت کر سکتا ہے...... ☆یا لیتنی کنت معکم فافوز فوزاً عظیما...... کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا اور عظیم کامیابی کا ادراک کرتا مقدر کے معراج عظیم کو پالیتا...... یہ حسرت کر سکتے ہیں جا نہیں سکتے کیونکہ انسان کے پاؤں میں زمان و مکان کی بیڑیاں لگی ہوئی ہیں اس لئے کچھ رعایات بھی ہیں جیسا کہ آج ہم ماضی کی طرف نہیں جا سکتے یعنی ہمارے سامنے تاریخ کے اوراق میں بہت سی جنگیں بکھری ہوئی ہیں جنگ بدر ہے، احد ہے، جمل ہے، صفین ہے، ساباط ہے، کربلا ہے، ہمارا دل کرتا ہے کہ کاش ہم وہاں ہوتے مگر ہم جا نہیں سکتے ہم صرف تمنا کر سکتے ہیں اور یہ مالک کا بے پناہ کرم ہے کہ وہ ہماری اس تمنا کو شرکت قرار دیتا ہے جیسا کہ جنگ جمل میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا تھا کہ آج ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی مصروف جہاد ہیں کہ جن کے آباء واجداد بھی پیدا نہیں ہوئے یعنی انسان جہاں زمانی و مکانی طور پر نہیں جا سکتا وہاں صرف تمنا کر سکتا ہے اور اس کی بھی ایک جزا یا سزا موجود ہے یعنی اگر کوئی دشمن کی طرف سے شرکت کی تمنا رکھتا ہے تو اس کی

سزا بھی موجود ہے اور معصومین علیہم الصلوات والسلام کی نصرت کی تمنا رکھتا ہے تو اس کی جزا موجود ہے

دوستو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نصرت کا بعید ترین پہلو جو ہے وہ تمنائے نصرت کا ہے یعنی جو انسان انتہائی مجبور ہو وہ اور کچھ نہیں کرسکتا تو تمنا اور حسرت تو کرسکتا ہے جیسا کہ آپ کتب ادعیہ و زیارات اٹھا کر دیکھیں یعنی الاقبال، مہج الدعوات، کامل الزیارت سے لے کر مفاتیح الجنان تک سب میں آپ کو بہت سی زیارات اور ادعیہ ایسی ملیں گی جن میں ایسے تمنائی فقرے موجود ہوں گے کہ جن میں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کرنے اور ان کی نصرت میں شہید ہونے کی دعا ہوتی ہے بلکہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت میں جہاد اور تمنائے شہادت کرنے کا ہمیں بڑی تاکید سے حکم فرمایا گیا ہے اور ایسی دعاؤں کے بہت زیادہ فضائل بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی روزانہ کی زیارت میں اپنے اسی جذبے کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں

واجعلنی من انصارہٖ واشیاعہٖ والذابین عنه وجعلنی من المستشهد بین یده طائعاً غیر مکره فی الصف الذی نعت اهله فی کتابك فقلت صفا کانهم بنیان مرصوص ...... ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جل جلالہ ہمیں شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار و ناصرین میں سے قرار دے اور ہمیں ان کے شیعوں میں شمار فرما اور ہمیں ان کے محافظین میں شامل فرما اور ہمیں ان شہیدوں میں شامل فرما جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے سامنے انتہائی خوشی سے جان نچھاور کرنے والے ہیں نہ کہ ان شہیدوں میں جو شہادت سے کراہت کرتے ہوئے شہید ہوتے ہیں اور مجھے ان جانبازوں میں شامل فرما جن کی نعت تو نے اپنے مقدس کتاب میں ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ وہ سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں

اسی طرح دعائے عہد میں بھی ہم اسی انداز کی دعا کرتے ہیں اور اس طرح پڑھتے ہیں

اللھم اجعلنی من انصارہٖ و اعوانہٖ و ذابین عنہ والمسارعین الیہ فی قضاء ......تا اینکہ ہم کہتے ہیں والمستشھدین بین یدیہ اللھم ان حال بینی وبینہ الموت الذی جعلتہ علیٰ عبادك حتما مقضیاً فاخرجنی من قبری مؤتزراً کفنی شاھراً سیفی مجرداً قناتی ملبیاً دعوت الداعی فی الحاضر البادی......

اے رب ذوالجلال الاکرام ہمیں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار میں قرار دے اور ان کی اعانت کرنے والوں میں شامل فرما اور ان کے حفاظتی دستے میں داخل فرما اور ان کے امور و احکام میں بھاگ دوڑ کرنے والوں میں شمار فرما اور ہمیں ان خوش قسمت شہیدوں میں داخل فرما جو ان کے قدموں میں جان نچھاور کرنے والے ہیں ہاں اگر میرے اور ان کے زمانے میں تیری طرف سے مقررہ موت حائل ہو جائے کہ جسے تو نے سب پر لازم قرار دیا ہے تو جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور و خروج ہو تو ہمیں ہمیں ہماری قبروں سے اس طرح نکالنا کہ ہم اپنے کفن جھاڑتے ہوئے قبر سے باہر نکلیں اور ہمارے ہاتھ میں لہراتی ہوئی تلوار آبدار ہو اور ہمارے ہاتھ میں دشمن شکار نیزہ ہو اور ہم اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی آواز پر ان کی نصرت کیلئے دشت و صحرا میں دوڑ رہے ہوں اور عرض کر رہے ہوں ☆لبیك لبیك یا داعی اللہ عجل اللہ فرجك

دوستو کوئی انسان ماضی کے کسی واقعہ میں شریک ہونا چاہے تو اس میں اپنی تمنا شامل کر کے شامل ہو سکتا ہے یا مستقبل میں پیش آنے والے واقعات میں بھی شامل ہوا جا سکتا ہے جیسا کہ فرمان ہے کہ دنیا کے مشرق میں ایک مومن شہید ہوتا ہے اور مغرب میں کوئی اس کے قتل پر راضی یا خوش ہو جاتا ہے تو وہ قاتل کا شریک تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی رضا و تمنا

بھی اسے فاعل جیسا پھل دیتی ہے
دوستو یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی تمنا کرنے والوں کو صرف جزائے نصرت نہیں ملے گی بلکہ انہیں عملی طور پر موقعہ عطا فرمایا جانا ہے جیسا کہ محولہ بالا زیارات اور دعاؤں کے فضائل میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو شخص ان دعاؤں کو چالیس صبح نماز فجر کے بعد پڑھے گا تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خروج فرمائیں گے تو ان دعاؤں کے پڑھنے والوں کی قبروں پر بنفس نفیس تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے او ہماری نصرت میں شہادت کی تمنا کرنے والے اٹھ اور ہماری نصرت کر اس طرح شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اسے لینے کیلئے خود تشریف لائیں گے اور اسے اپنے انصار میں شامل فرمائیں گے اور وہ ان کی نصرت میں شہادت کی معراج عظیم پر فائز ہو جائے گا
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعہ کربلا میں ایسے کرداروں کی نمائندگی بھی موجود ہے کہ جن لوگوں نے واقعہ کربلا سے پہلے نصرت میں شہادت کی تمنا کی ہو اور وہ واقعہ کربلا سے پہلے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے ہوں اور انہیں دوبارہ کربلا میں نصرت کیلئے بلایا گیا ہو؟
آیئے دوستو ہم ماضی کی طرف ایک زقند لگاتے ہیں آپ بھی میرے ساتھ چلئے تاکہ اس سوال کا جواب ہم مل کر تلاش کریں
تین شعبان المعظم سن تین ہجری مدینہ کے شہر میں خانۂ توحید و رسالت میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی آمد ہوئی جناب اسما بنت عمیس جو بعد میں خلیفہ اوّل کے عقد میں آئیں اور جناب محمدؒ بن ابی بکر کی والدہ ہوئیں وہ روایت فرماتی ہیں کہ جس دن کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پر آمد ہوئی تو ہم خانہ اطہر میں تھیں جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کا ظہور

اجلال ہوا تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا لعل اقدس ہمیں دکھائیں ہم نے عرض کیا حضور کی شریعت میں چھ غسل واجب ہیں جن میں سے اوّلین غسل غسل ولادت ہے جس سے بچہ پاک ہوجاتا ہے اور ہم نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو اوّلین غسل نہیں دیا ہم انہیں غسل دے کر پاک کرکے آپ کی بارگاہ میں حاضر کرتی ہیں، یہ سن کر سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم جلال میں فرمایا

☆انت تطهری له من طهر الله من قبل......

کیا تم اسے پاک کروگی جسے اللہ جل جلالہ نے ازل سے پاک کیا ہوا ہے

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ عام طور پر ہمارے کتب نگاروں کو اس نام سے یہ اشتباہ ہوا ہے کہ یہ والدہ جناب عبداللہ بن جعفر طیار علیہما السلام ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ بی بی اس دور میں حبشہ میں مقیم تھیں اور ان کی واپسی فتحِ خیبر کے روز ہوئی جو چار پانچ سال بعد فتح ہوا تھا یہ جناب اسما بنت عمیس دوسری مستور ہیں جو خلیفہ اوّل کی بیوی تھیں اور یہ مستور امام مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کے ظہور کے وقت بھی پاک گھر میں موجود تھیں اور ان کے ظہور اجلال کی روایات کی راویہ بھی یہی مستور ہیں

ہاں تو میں عرض کررہا تھا کہ جب سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لعل کو آغوش میں لیا تو دہن مبارک میں اپنی زبان مبارک دی اور چشمہ سلسبیل سے انہیں سیراب فرمایا اس کے بعد جناب جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے واقعات کربلا عرض کیئے ...... گویا یہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی پہلی مجلس تھی جس میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پاک گھر کے سارے افراد سامع تھے جناب جبریل علیہ السلام ذاکر تھے اور آغوش میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام اپنی شبیہ آپ بنے ہوئے تھے اور جناب جبریل علیہ السلام ذکر مصائب پڑھ رہے تھے اور سامعین لعل کو دیکھ دیکھ کر رورہے تھے ......اس کے تین دن بعد یعنی 6 شعبان المعظم کے

دن سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کی زیارت کوتشریف لائے ان تین دنوں میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے کچھ بھی کھانا پینا پسند نہیں فرمایا کیونکہ انہوں نے اوّلین غذا سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسان مبارک سے حاصل کرنا تھی ...... جب سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو پاک نواسے کو گود میں لیا نام پاک رکھا گیا پھر ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان مبارک دی چشمہ سلسبیل زبان اطہر سے دوبارہ جاری ہوا تین دن کا پیاسہ نواسہ اس چشمہ سلسبیل سے سیراب ہوا...... یہ بھی عجیب بات ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اس دنیا میں تشریف لانے کے تین دن بعد تک کچھ نہیں پیا اور اس دنیا سے تشریف لے جانے سے تین دن پہلے سے کچھ نہیں پیا' یہ تین دن کی پیاس ان کا اپنا حصہ تھا اور ہم اس راز کو نہیں سمجھ سکتے کہ اس میں کیا راز تھا؟

تین دن بعد سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں اپنے لعل کو طلب فرمایا تا کہ اصحاب باوفا رضوان اللہ علیہم کو اپنے لعل کی زیارت کروائیں، اس دن پھر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی مجلس ہوئی اور یہ دوسری مجلس تھی ......اس میں ذاکر سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے سامعین اصحاب کرام تھے اور آغوش میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تھے اور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعات کربلا بیان فرمائے اور فرمایا کہ ہمارا یہ لخت جگر کس طرح بے دردی سے شہید کیا جائے گا...... سارے واقعات تفصیل سے سنائے اصحاب کرام گریہ فرمارہے تھے اس دوران سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو بھی ہمارے اس لعل کی اس وقت مدد کرے گا اور ان کی نصرت میں شہید ہوگا اسے ستر شہدائے بدر کا اجر و مرتبہ ملے گا بروایت دیگر ستر ہزار شہدائے بدر کا مرتبہ ملے گا......اس دن اس مقدس مجلس میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی جناب سعید احنف سلام اللہ علیہ بھی موجود تھے' وہ واقعات کربلا سنتے رہے روتے رہے، جب سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان کی

نصرت میں شہید ہونے والے کوستر یا ستر ہزار شہدائے بدر کا درجہ ملے گا تو انہوں نے دل میں دعا کی کہ خالق مجھے ان کی نصرت کی توفیق عطا فرما اور مجھے ان کی نصرت میں شہادت عطا فرما...... اس کے بعد انہوں نے دل میں عہد کرلیا کہ ہم کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت بھی کریں گے اور ان کی نصرت میں شہید بھی ہوں گے

اور وہ دل ہی دل میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں شہادت کی دعا فرماتے رہتے تھے اور کسی پر کبھی اپنی یہ دعا ظاہر نہیں فرمائی تھی ......اسی طرح دن گزرتے گئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے ساتھ ایک غزوہ درپیش ہوا تاریخ نے اس غزوہ کا نام نہیں لکھا صرف اتنا لکھا ہے کفار نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کی اور یہ جناب سعید احنف سلام اللہ علیہ بھی اس غزوہ میں شریک ہوئے اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جی توڑ کر نصرت کی اور زخموں سے چور ہوکر زمین پر گر پڑے ...... جب جنگ فتح ہوچکی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے زخمیوں کو جمع کریں اور شہیدوں کی لاشوں کی تدفین کریں ...... جب لوگ جناب سعید احنف سلام اللہ علیہ کے سرہانے پہنچے تو ان کی رمق جان باقی تھی ......سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میدان میں زخمیوں کے سرہانے تشریف لے جارہے تھے جب ان کے سرہانے پہنچے تو دیکھا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سعید احنف سلام اللہ علیہ آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ حالانکہ آپ شہادت کے مرتبۂ عظیم پر فائز ہورہے ہیں

یہ سن کر انہوں نے عرض کیا میں اسی لئے تو رو رہا ہوں کہ میں درجہ شہادت پر فائز ہورہا ہوں جبکہ میری خواہش، میری آرزو اور میری دعا یہ تھی کہ میں آپ کے مظلوم نواسے علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں شہادت پاؤں ......سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جبین مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا وہ بھی تمہیں نصیب ہوگی فرمایا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کربلا میں

دوبارہ اٹھیں گے اور ہمارے فرزند کی نصرت فرمائیں گے اور ستر ہزار شہداء کا ثواب حاصل کریں گے ...... یہ سن کر جناب سعید احنف سلام اللہ علیہ کی روح پرواز کر گئی ...... باقی اصحاب وشہدا کے ساتھ انہیں بھی دفن کر دیا گیا

اسی طرح دن گزرتے گئے آخر کار روز عاشورا اپنی تمام تو حشر سامانیوں کے ساتھ وارد ہوا سارا دن قربانیاں پیش ہوتی رہیں تا ینکہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تنہا رہ گئے اور انہوں نے آواز دی ☆ھل من ناصراینصرنا

جب آپ نے یہ آواز دی تو اس وقت ایک فرشتہ جناب سعید احنف سلام اللہ علیہ کی مزار پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور آپ کی خواہش تھی کہ میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں شہادت کے مراتب اعلیٰ کا ادراک کروں اگر آپ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرنا چاہیں تو اس وقت کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو ناصرین کی بہت ضرورت ہے کیونکہ سارے ناصرین اپنی اپنی قربانیاں پیش کر کے جا چکے ہیں ...... یہ سن کر جناب سعید احنف اپنی مزار سے کفن جھاڑتے ہوئے باہر آئے ...... وہ فرشتہ انہیں کربلا کی سرزمین پر لایا اور پاک خیام کے باہر کھڑا کر دیا...... یہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے خیام کے قریب آئے اور آواز دی مولا کریم علیہ الصلوات والسلام آپ نے مجھے اپنی نصرت کیلئے یاد فرمایا ہے اب آپ کہاں ہیں؟ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کہاں ہیں؟ یہ کہہ کر آپ نے خیام کی چوب پکڑ کر رونا شروع کر دیا

اس وقت ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے ان کے رونے کی آواز سنی تو اپنی پاک کنیز کو بھیجا کہ معلوم کرو اس وقت خیام کے دروازے پر کون رو رہا ہے

پاک کنیز نے واپس خیام میں آ کر اطلاع دی کہ آپ کے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ نصرت کی آرزو لے کر آئے ہیں یہ سن کر ملکہ عالمین صلوات اللہ علیہا نے گریہ فرمایا اور

فرمایا کہ ان سے جا کر کہیں کہ اے ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی آپ اس وقت آئے ہیں جب ہم پوری طرح لٹ چکی ہیں

سنانواں کیا حال میں تہاکوں اساڈا ہر آسرا بھی ٹر گئے
ڈکھاں دے وِچ چھوڑ کے اساکوں اساڈا ہر مہ لقا بھی ٹر گئے
اساڈے نوں ویرنال آئے ہن تے ہنڑ ساڈے کولھ کوئی بھی کوئے نہیں
تے پھپھیاں مانواں کو چھوڑ بن وچ شبیہ خیر الوریٰ بھی ٹر گئے
اساں جیندی آس تے ہا کیتا سفر تے پردے دا جو ہا ضامن
خیام کر کے حوالے خالق دے کردگار وفاؑ بھی ٹر گئے
اساڈے ہن جگ توں وکھرے بچڑے تے ہن محافظ جو خیمیاں دے
اساکوں کر کے حوالے رب دے ساڈا ہر ہک دلربا بھی ٹر گئے
ساڈا اخیری جو ہا سہارا تے پردیاں دا ہا جو محافظ
اساکوں صبراں دی کر کے تلقین ساڈا سوہنڑاں بھرا وی ٹر گئے
کوئی نہیں جیکوں آکھوں ونج کے بچاوے ساڈے سخیؑ بھرا کوں
ہا جیندا ہک آسرا اساں کو محافظ انما بھی ٹر گئے
دعا کرو جلدی ہنڑ زمانے تے منتقمؑ آوے سارے گھر دا
اساڈے ہونٹاں توں کر دعائیں ہر ایک حرف دعا بھی ٹر گئے

دوستو!......شہزادی کونین صلوات اللہ علیہا نے جناب احنف سے فرمایا کہ اب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام یکا وتنہا رہ گئے ہیں اگر ان کی نصرت کرنا ہے تو آپ میدان کی طرف جائیں وہاں

جا کر ان کی نصرت کریں ......اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہمارے بھائی یہاں سے میدان میں تشریف لے جانے لگے تھے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابی ہماری نصرت کیلئے تشریف لائیں گے جب وہ یہاں آئیں تو انہیں میدان میں بھیجنا ہے

جناب احنف روتے ہوئے میدان کی طرف روانہ ہوئے جب وہ میدان میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ شہنشاہ معظم علیہ الصلوات والسلام گھوڑے کی زین سے اتر چکے تھے اور سجدہ آخری کی تیاری کر رہے تھے احنف نے آ کر روتے ہوئے ان الفاظ میں سلام کیا......

السلام علیك یا ابا عبداللہؑ السلام علیك یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ آپ اس وقت آئے ہیں جب ہم پوری طرح سے اجڑ چکے ہیں اب نہ ہمارے بھائی ہیں، نہ بیٹے ہیں، نہ بھتیجے ہیں، نہ بھانجے ہیں، ہم اپنا سارا گھر اپنے پاک حبیب جل جلالہ کیلئے لٹوا چکے ہیں ......اس وقت جناب احنف نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ آقا اب آپ مجھے اپنی نصرت کی اجازت عطا فرمائیں ...... کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے انہیں اجازت عطا فرمائی انہوں نے کفارِ اسلام کے خلاف جم کر نصرت کی اور اس نصرت میں دوسری مرتبہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے ......(بحوالہ نعیم الابرار جلد دوم)

خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را

## نتائج

دوستو!......اس واقعہ میں ہمارے لئے نصرت کے بہت سے اسباق و درس ہیں اور سب سے بڑا درس یہ ہے کہ جو انسان اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کی تمنا کرتا ہے وہ

زمانی ومکانی اعتبار سے چاہے کتنا بعید کیوں نہ ہو اسے نصرت سے محروم نہیں رکھا جاتا اور اسے نصرت کا موقعہ ضرور دیا جاتا ہے اس لئے ہر مومن پر دعائے نصرت اور نصرت کی خواہش کرنا لازم ہے اور یہ دعا کرنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا مگر یہ بات یاد رہے کہ دعا کا مقام اپنی طرف سے سب کچھ کرنے کے بعد آتا ہے یعنی اگر کوئی انسان کنویں میں گر گیا ہے تو پہلے تو اسے نکالنے کی پوری کوشش کرنا چاہیے اور جہاں اپنی کوششیں کام نہ کریں وہاں سے دعا کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اس لئے اپنی طرف سے پہلے عملی نصرت تاحد امکان کرنا چاہیے اور اس کے بعد دعا بھی کرنا چاہیے کہ ہمیں نصرت کا موقعہ عطا فرمایا جائے تو پھر یہ دعا کبھی رد نہیں ہوگی......آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کا انتقام لینے جلدی تشریف لائیں اور اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے ماتم داروں اور زنجیر زنوں کو اپنی نصرت کی توفیق اور موقعہ عطا فرمائیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

﴿یا ھو یا من ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾
**یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک وجعلنا من انصارک ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

## خطاب نمبر 15

**اے ناصرانِ ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف!

ہمارا موضوع تو آپ کے سامنے ہے کہ ہم اپنے **ولی العصر** عجل اللہ فرجہ الشریف کی **ولایت عصر** سے متعلق متعینہ رویوں اور ان کی نصرت کے بارے میں **مسلسل** بات کر رہے ہیں

دوستو!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں کے افراد سے اس کا ایک تعلق بھی ہوتا ہے...... اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سب کے ساتھ ایک جیسا تعلق نہیں ہوتا بلکہ ہر فرد سے انسان کا ایک منفرد تعلق ہوتا ہے یعنی کچھ لوگوں سے روشناسی کا تعلق ہوتا ہے اور صاحب سلام تک بات رہتی ہے، کچھ لوگوں سے ہمسایہ گری کا تعلق ہوتا ہے، کچھ لوگوں سے محلے داری یا شہر داری کا تعلق ہوتا ہے، کچھ لوگوں کے ساتھ دوستی اور قربت کا تعلق ہوتا ہے، کچھ لوگوں کے ساتھ رواداری کا تعلق ہوتا ہے، کچھ لوگوں کے خاندانی تعلق ہوتا ہے، کچھ لوگوں کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ہوتا ہے اور یہ تعلق کئی حصوں میں تقسیم ہوتا ہے یعنی باپ کے حوالے سے رشتہ داری، ماں کے حوالے سے رشتہ داری، بیوی کے حوالے سے رشتہ داری، کچھ لوگوں کے ساتھ اپنائیت اور محبت قلبی کا تعلق ہوتا ہے، اور کچھ لوگوں کے ساتھ انسان بھرپور محبت کرتا ہے

ان پر جان مال لٹانا جائز سمجھتا ہے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے جتنے تعلقات ہوتے ہیں ان سب میں محبت کا معیار یا کوالٹی (Quality) یعنی اس کا خالص و ناخالص ہونا، محبت کی مقدار یا کوانٹٹی (Quantity)، محبت کی شدت یا پوٹنسی (Potency) علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے یعنی محبت کی تخلیص شدتیں، مقداریں جدا جدا ہوتی ہیں

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ محبت کی شدتوں، مقداروں اور تخلیصوں کی جو ریشو (Ratio) یا تناسب ہوتا ہے اسی کی مساواتوں ہی سے تعلق کی مضبوطی اور تخلیص یا پیورٹی (Purity) کا پتہ لگایا جاتا ہے یعنی یہ تین چیزیں جس تعلق میں جتنی زیادہ ہوں گی وہ تعلق اتنا زیادہ مضبوط، اتنا زیادہ خالص اور دیرپا ہوگا اور یہ چیزیں جتنی زیادہ کم ہوتی چلی جائیں گی تعلق میں کمزوری پیدا ہوتی چلی جائے گی

دوستو!......انسان کا بعض لوگوں کے ساتھ مشاغل کا تعلق ہوتا ہے یعنی سپورٹس کا تعلق ہوتا ہے، جرائم کا تعلق ہوتا ہے، کسی ہابی (Hobby) کے حوالے سے تعلق ہوتا ہے، عبادت و روحانیات کے حوالے سے تعلق ہوتا ہے، علوم کے حوالے سے تعلق ہوتا ہے، فنون کے حوالے سے تعلق ہوتا ہے، بزنس یا پیشے کے حوالے سے تعلق ہوتا ہے، انسان جیسے جیسے اپنے مشاغل بدلتا ہے اس کے مشغلے کے ساتھ اس کے مشغلیاتی تعلق دار بھی بدلتے جاتے ہیں یعنی کھیل بدلے گا تو متعلقین بھی ضرور بدلیں گے

دوستو!...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے تعلقات کی گہرائی اور مضبوطی کو پرکھنے کا واحد پیمانہ ''رویے'' ہوتے ہیں ......یعنی اگر یہ دیکھنا ہو کہ کسی دوست کا اپنے دوست کے ساتھ جو تعلق ہے وہ کتنا قوی ہے تو اس کا رویہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ کتنی حد تک اس پر قربانی دے سکتا ہے یعنی وقت کی قربانی، مال کی قربانی، جان کی قربانی، آرام وسکون کی قربانی،

کھانے پینے کی قربانی، لذات جسمانی ونفسانی کی قربانی یعنی قربانی ہی وہ کرنسی ہوتی ہے جس سے تعلق اور دوستی کی قیمت وقدر کا اندازہ لگایا جاتا ہے

دوستو!...... آپ کے سامنے کئی مثالیں ہیں مثلاً انسان کا کسی شخص کے ساتھ محلے داری یا شہرداری کا تعلق ہوتا ہے تو انسان اس کے دکھ سکھ کیلئے وقت نکالتا ہے یعنی وقت کی قربانی دیتا ہے، اس کی غمی وخوشی میں برادری قائم رکھنے کیلئے مالی امداد بھی کرتا رہتا ہے جسے سرائیکی میں ''بھاجی داری'' بھی کہتے ہیں اور ''برادری کا پیر'' کہتے ہیں یعنی شادی پر سلامی کے طور پر دلہن کے نثار کے طور پر یا اسی طرح کی دوسری روایتی ''مدوں'' میں وہ دونوں طرف کچھ نہ کچھ دیتا بھی ہے اور جواباً وہ بھی ولیمہ وغیرہ کھلا کر ایک قربانی ہی دیتے ہیں ......اسی طرح کسی کے فوت ہونے پر بھی کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے تا کہ یہ برادری قائم رہ جائے ...... ایک مقولہ ہے کہ ''قرضہ نہ مانگنے سے گیا اور تعلق نہ ملنے سے گیا'' یعنی قرضدار سے مطالبہ چھوڑ دیا گیا تو قرضہ ڈوب جائے گا اور تعلق دار سے ملنا چھوڑ دیا تو تعلق ختم ہو جائے گا......یعنی سب سے پہلے جو قربانی دینا پڑتی ہے وہ ''وقت'' کی ہوتی ہے کہ انسان کو تعلق داروں کیلئے وقت نکالنا پڑتا ہے

انسان کے تعلقاتِ مشاغل میں سے ایک عبادت و دین کا تعلق ہوتا ہے اور دوسرا جرائم اور گناہ کا تعلق ہوتا ہے مگر یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ دین وعبادت کا تعلق اکثر غیر مضبوط ہوتا ہے اور جرائم اور گناہ کا تعلق اکثر مضبوط ہوتا ہے ......یعنی ایک پیشہ ور مجرم یا بدمعاش دوسرے بدمعاش کی دوستی میں جتنا راسخ ہوتا ہے ایک عبادت گزار دوسرے عبادت گزار دوست کی دوستی میں اتنا راسخ نہیں ہوتا ...... میں اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ ہمارے پنجاب کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ یہاں دو بدمعاشوں کی آپس میں دوستی تھی ان میں سے ایک مفرور تھا اور دوسرا مفرور نہیں تھا ...... جو مفرور نہیں تھا اس کی شادی

ہورہی تھی جب سہرہ بندی کی رسم ادا ہونے لگی تو ایک شخص نے آکر بتایا کہ تمہارے دوست پر پولیس ریڈ ہونے جا رہا ہے اور اس ریڈ میں اسے مار دیا جانا ہے...... اس بدمعاش نے سہرے اتار پھینکے اور رشتہ داروں سے کہا کہ میں اپنے دوست کی مدد کیلئے جاتا ہوں اگر زندہ رہا تو آکر دوبارہ یہ رسمیں ادا کرلوں گا اور اگر مرگیا تو میری منگیتر کو اجازت ہے جس کے ساتھ چاہے شادی کرلے...... وہ آدمی فوراً باہر آیا گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے ساتھی کے پاس پہنچ گیا اور وہاں پولیس مقابلے میں مارا گیا

اسی طرح کے دنیاوی دوستیوں کے واقعات بھی ملتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دوستوں پر جان کی بازی لگادی، دوست پر اپنا گھر قربان کردیا، اپنی بیوی بچے قربان کردیئے، مالی قربانیوں کی تو لاتعداد مثالیں ہیں

اگر ہم تعلقات کی درجہ بندی (رینکنگ)(Ranking) کریں تو ہمارے سامنے تعلقات کے کئی درجے نظر آتے ہیں کیونکہ اس درجہ بندی میں تعلق کی قربت اور احترام کو پیمانہ بنایا جاتا ہے اس لئے اوّلین درجے کے تعلقات وہی ہوتے ہیں جو ہمارے قریبی اور ہمارے محترم متعلقین ہوتے ہیں جیسا

( ) والدین یعنی ماں باپ کو اوّلیت حاصل ہے اور ان کے حقوق شرع شریف نے بہت زیادہ عائد فرمائے ہیں یعنی یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ والدین کی نافرمانی سے بچو کیونکہ والدین کے حقوق ادا نہ کرنے والا عاق ہوتا ہے اور عاق جنت کی خوشبو کو بھی نہیں پاسکے گا اسی طرح فرمایا گیا کہ اگر والدین کہیں تو زمین و جائداد چھوڑ دو، وہ کہیں تو گھر چھوڑ دو، وہ کہیں تو بیوی اور بچوں کو بھی چھوڑ دو...... بشرطیکہ وہ دین دار ہوں

( ) دوسرے درجہ کے وہ تعلق دار ہوتے ہیں جو قرابت دار ہوتے ہیں رشتہ دار ہوتے ہیں اس کے بعد اہل قبیلہ و خاندان ہوتے ہیں

( ) تیسرے درجے کے تعلق دار ہمسائے ہوتے ہیں یعنی اپنے گھر سے آگے پیچھے دائیں بائیں چالیس چالیس گھروں تک ہمسائیگی کی حدود شمار ہوتی ہیں اور وہ سب ہمسائے شمار ہوتے ہیں ( ) چوتھے درجے پر شہر دار شمار ہوتے ہیں اسی طرح یہ سلسلہ دوستیوں، پیشوں، مشاغل اور ہابیز (Hobbies) تک چلا جاتا ہے

## معنوی تعلقات

دوستو!......جس طرح انسان کے ظاہری تعلقات ہوتے ہیں اسی طرح معنوی تعلقات بھی ہوتے ہیں جو باطنی مگر حقیقی تعلقات ہوتے ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری تعلقات میں والدین کا حق سب پر فوقیت رکھتا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟......اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین انسان کے وجود و تخلیق کا ظاہری ذریعہ ہیں کیونکہ اگر والدین نہ ہوتے تو آپ اس دنیا میں نہیں آ سکتے تھے......لیکن باطنی و معنوی طور پر دیکھا جائے تو آپ کے وجود و پیدائش کا ذریعہ والدین نہیں بلکہ ایک باطنی نظام ہے اور انسانیت کی تخلیق کا موجب و سبب و ذریعہ وہ ذات اقدسؑ ہے جس کے کیلئے یہ ساری کائنات بنائی گئی ہے اور جن کے بارے میں حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے☆ **لولاك لما خلقت الافلاك**......

یہی وجہ ہے کہ جب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک آل علیہ الصلوات والسلام سے والدین ٹکرا جائیں تو پھر حکم یہ ہے کہ والدین کی نافرمانی کر کے اپنے اولیائے عصر علیہم الصلوات والسلام کی اطاعت کرو

دوستو!......انسانیت کے ساتھ جو سب سے بڑا تعلق ہے وہ ان انوار الٰہیہ علیہم الصلوات والسلام کا ہے کہ جن کی وجہ سے ہمیں جامہ وجود بخشا گیا ہے اور ان کی اطاعت کو وجوب کا درجہ دیا گیا ہے اور یہی ہمارے محسن ہیں اور انہی سے جو مثبت رویہ ہوتا ہے وہ دین ہوتا ہے

## رویے

دوستو!......اب ہم اپنے مقصد کی طرف آ رہے ہیں ......جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ تعلق کی پرکھ پہچان اور کسوٹی صرف رویے ہوتے ہیں مگر یہ بھی عجیب بات ہے کہ عالم اسلام کے جتنے مسالک ہیں وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ ایک ناجی فرقہ ہے اور وہی نجات پائے گا باقی سارے جہنم میں جائیں گے یہ ایک غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ جلالہ کی پارٹی (حزب اللہ) کوئی سیاسی پارٹی نہیں ہے کہ جس میں جیالوں کی کوئی گنجائش ہو وہاں تو کردار کو دیکھا جاتا ہے عمل کے حوالے سے کسی نے نجات پانا ہے یہ نہیں ہے کہ جو آدمی پارٹی میں شامل ہو جائے چاہے وہ سارے برے کام کرے چوری، ڈاکہ، سمگلنگ، قتل و غارت حتی کہ بہو بیٹیوں کی عزتوں تک کا خیال نہ رکھے صرف پارٹی میں شامل ہونے کی وجہ سے اسے نجات دے دی جائے اور کسی دوسرے مذہب کا آدمی چاہے جتنے نیک اعمال کرے اسے جہنم میں ڈال دیا جائے جیسا کہ ہر برسر اقتدار پارٹی اپوزیشن ہی سے احتساب کرتی ہے اسی طرح اللہ جل جلالہ بھی اپوزیشن ہی سے احتساب کرے تو پھر عادل تو نہ ہوا

ہمارے شیعہ بھائی کہتے ہیں چونکہ ہم محمدؐ و آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی جماعت ہیں اس لئے ہم ہی نجات پائیں گے اور قیامت میں ہم سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے یہ بھی ایک بہت بڑا مغالطہ ہے کیونکہ ہم اپنے کردار سے ابھی تک یہ ثابت نہیں کر سکے کہ ہم کس کی پارٹی کے ہیں ......حقیقت یہ ہے کہ جو انسان جس پارٹی کو ووٹ دیتا ہے وہ اسی پارٹی سے شمار ہوتا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ایک پارٹی کا جھنڈا اٹھائے ہوتے ہیں اسی کے حق میں تقاریر کرتے ہیں اسی لیڈر کی تعریف میں زمین و آسمان کے

قلابے ملا دیتے ہیں پھر جب ووٹ کاسٹ کرتے ہیں تو دوسری پارٹی کے سمبل پر مہر لگاتے ہیں تو آپ بتائیں وہ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں؟ جس کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے یا جسے انہوں نے ووٹ دیا ہے؟

دوستو بات تو عمل کی ہوتی ہے ہمیں اپنے رویوں پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے ہم کہنے کو تو بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں مگر عملی میدان میں ان کے برعکس کرتے ہیں

آج کئی لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے محبت کرتے ہیں ہم ان کے غلام ہیں وہ شہنشاہ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف ہمارے ہیں ...... ایسے بہت سے دعوے ہوتے ہیں مگر ہمارے یہ دعوے بلا دلیل اور بلا ثبوت ہی چل رہے ہیں کیونکہ انسان ایک روپے کی چیز کا عدالت میں دعویٰ کرتا ہے تو اسے اس کیلئے ثبوت دینا پڑتے ہیں تو کیا ہمیں اتنے بڑے دعووں کیلئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے؟

ہمارا سب سے بڑا دعوی محبت ومؤدت کا ہے کہ ہم شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے محبت کرتے ہیں ...... آیئے ذرا خود احتسابی کریں کہ کیا ہم اس دعوے میں صادق ہیں؟

دوستو! ...... ایک آدمی کا بچہ گم ہوجاتا ہے تو دیکھئے وہ اسے پانے کی کتنی کوشش کرتا ہے آپ کا اور ہمارا مشاہدہ ہے لوگ اخبارات میں اشتہار دیتے ہیں کہ کوئی اس غائب ہونے والے بچے کی اطلاع دے، اس کا فوٹو، رنگ، حلیہ تک اخبارات میں شائع کرواتے ہیں، پورے پاکستان کی پولیس کو اس کی اطلاع دیتے ہیں اور اسے استعمال کرتے ہیں، اس کی اطلاع دینے والے کیلئے موٹے موٹے انعام مقرر کر کے اعلان کرتے ہیں، خود بھی بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اپنے عزیزوں کو بھی اس بھاگ دوڑ میں شامل کرتے ہیں، اپنے ساتھ اپنے احباب کی نیندیں بھی حرام کر دیتے ہیں، پیروں فقیروں سے دعائیں کرواتے ہیں، درباروں پر منتیں مانتے ہیں، سیاسی لوگوں کے دروازوں پر جاتے ہیں

اب اسی سے سوچیں کہ ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بھی تو غائب ہوئے ہیں اگر واقعی ہمیں ان سے محبت ہے تو ہم نے ان کے کیلئے کیا کیا ہے؟

کیا اپنے بچے کی طرح ہم نے ان کیلئے دعا کی ہے؟ کہیں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے؟ ان کی اطلاع دینے والے کیلئے کوئی انعام مقرر کیا ہے؟ کیا کوئی بھاگ دوڑ کی ہے؟

کیا کسی دربار پر یا کربلا معلیٰ جا کر یا دیگر مقامات ومشاہد مقدسہ پر جا کر ان کے حصول کی دعا کی ہے؟ ...... کیا کسی سے یہ بھی پوچھا ہے کہ ہمیں کوئی ایسا عمل بتا دو کہ مجھے میرے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت ہو جائے؟

کیا کبھی ہم نے ان کی کوئی کمی محسوس کی ہے؟ ...... یا ان کے ہجر و فراق میں کبھی ہماری آنکھیں برسی ہیں؟ کیا کبھی ہمیں ان کی جدائی ایک صدمے کی طرح محسوس ہوئی ہے؟

دوستو! ...... آپ اپنے رویوں کا جائزہ لیں آپ کی مرغی غائب ہو جائے تو آپ دس گھروں میں جا کر اسے ڈھونڈتے ہیں ...... کیا اس مرغی جتنی جدوجہد بھی آپ نے اپنے مولا کیلئے کی ہے؟ ...... آپ اس سچائی کو تسلیم کریں کہ آپ نے فی الحال ایک مرغی کی محبت جتنا مظاہرہ بھی اپنے مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے نہیں کیا ہے ...... ایک مرغی کو پانے کی جدوجہد جتنی جدوجہد اپنے مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے نہیں کی ہے تو پھر کس وجہ سے ان کی محبت کا دعویٰ کیا جا رہا ہے؟ ......

## واقعہ جذع النخلہ

دوستو! ...... ہماری کتب میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ جب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تھے تو وہاں مسجد النبیؐ میں آپ کھجور کے ایک کٹے ہوئے تنے کو بطور منبر استعمال فرمایا کرتے تھے ...... اس طرح جب کافی دن گزر گئے تو وہاں ایک

مستور تھی جن کا نام تھا عائشہ انصاریہ تھا انہوں نے ایک غلام خرید کیا جس کا نام ’’یاقوم‘‘ رومی تھا یہ رومن غلام تھا اور نجاری یعنی چوب کاری کا ماہر تھا اس نے ایک دن بتایا کہ وہ بہترین قسم کا منبر بنانا جانتا ہے اگر اسے لکڑی دے دی جائے تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک خوبصورت منبر بنا سکتا ہے...... اس انصاریہ خاتون نے اسے لکڑی فراہم کی اور اس نے سب سے پہلا منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنایا اور وہ تین سیڑھیوں کا منبر آ کر مسجد میں رکھا گیا...... جب سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے تو اس منبر کو دیکھا اور صحابہ کرام کے عرض کرنے پر آپ نے اس منبر کو شرف بخشا......جس وقت آپ نے منبر کو زینت بخشی تو اس کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آنا شروع ہوگئی......عربی میں حنین اس ماں کو کہتے ہیں جو بچہ سے جدا ہو کر بین کر رہی ہو......اس کھجور کے تنے سے اسی طرح رونے کی آواز آنا شروع ہوگئی جیسے ماں اپنے بچے کیلئے تڑپ تڑپ کر روتی ہے......سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً منبر سے اترے اور جا کر اس کھجور کے تنے کو مس فرمایا اور دلاسہ دیا تو وہ خاموش ہوگیا...... اس کے بعد منبر پر تشریف لائے تو لوگوں سے خطاب فرمایا کہ دیکھیں اس کھجور کے تنے نے ہمارا ہجر محسوس کیا ہے اور آج اگر ہم اسے دلاسہ نہ دیتے تو یہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا......اس کے بعد فرمایا کہ آپ لوگ اس سے سبق حاصل کریں کہ ایک سوکھی کھجور کے تنے نے ہمارا ہجر محسوس کیا ہے اور ہماری جدائی میں گریہ کیا ہے اور آپ تو جیتے جاگتے انسان ہیں آپ بھی جب تک ہمارا فراق اسی محسوس نہیں کریں گے تو مقصد کو نہ پا سکیں گے

دوستو!......آپ دیکھیں کہ ہمارے لئے اس واقعہ میں بھی درس ہے کہ کیا ہم نے اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا ہجر و فراق محسوس کیا ہے؟......کیا کبھی ان کی غیبت پر آنسو بہائے ہیں؟ کیا ان کی جدائی کا کبھی ہمیں احساس ہوا بھی ہے؟

## واقعہ ثوبان سلام اللہ علیہ

دوستو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام تھے جن کا نام تھا ثوبان سلام اللہ علیہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ وہ اکثر رویا کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ان کا رنگ زرد ہوگیا تھا ایک دن سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟

اس نے عرض کیا کہ آقا آپ میرے دل کی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہیں میرے دل میں آپ کی محبت سمائی ہوئی ہے اور مجھے صرف ایک غم کھائے جا رہا ہے کہ اگر میں فوت ہوگیا تو میں آپ سے جدا ہو جاؤں گا...... اگر مجھے جنت مل بھی گئی تو پھر بھی میرے لئے تو آپ کی جدائی کا صدمہ باقی رہے گا کیونکہ میں جنت کے کسی ادنیٰ درجہ تک پہنچوں گا اور آپ تو مالک جنت ہیں آپ کا مقام وہاں مجھ سے اونچا ہوگا اور میرے نصیب میں آپ کی جدائی ہی آئے گی مجھے دن رات یہی غم کھائے جا رہا ہے کہ میں آپ سے جدا ہونے والا ہوں...... آپ نے اسے سینے سے لگایا اور فرمایا جو ہم سے تمہارے جیسی محبت کرے گا اور ہماری جدائی کو محسوس کرے گا وہ کل ہمارے ساتھ ہمارے درجے میں رہے گا

دوستو!...... اس مقدس غلام نے ہمیں بھی درس غلامی دیا ہے کہ تم بھی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی جدائی اور ہجر کی تڑپ کو دل میں اسی طرح محسوس کرو گے تو تمہاری محبت صادق ہے ورنہ سب جھوٹ ہے...... اور ہمیں اس مقدس غلام نے خود احتسابی کا درس دیا ہے کہ اپنے دلوں کا جائزہ لیں کہ جس طرح ایک غلام میں مالک کی محبت ہونا چاہیے کیا ہم میں بھی موجود ہے یا نہیں اور ہمارا رویہ اپنے مالک کے ساتھ کیسا ہے؟

دوستو!...... ہمارا رویہ تو یہ بتا رہا ہے کہ ہم ان سے اجنبی ہیں اور ہمیں ان کی غیبت کا کوئی

احساس تک نہیں ہے ورنہ ہم بھی تڑپتے روتے اور رورو کر دعائیں کرتے ......جس ماں کا بچہ جدا ہو جاتا ہے وہی ماں روتی ہے کیونکہ ہمیں اس نقصان کا احساس تک نہیں اس لئے ہمارے رویوں سے محبت کی خوشبو تک نہیں آتی ہے

خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام نے ہمیں جو درس دیا ہے وہ بھی اسی طرح کا ہے کہ وہ دعائے کمیل میں یہی فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ''اے ہمارے محبوب ہم تمہارے عذاب پر تو صبر کر سکتے ہیں مگر تمہارے فراق و ہجر پر ہم سے صبر نہیں ہوسکتا''

یہ دعا فرما کر انہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ تم بھی اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف سے یہی عرض کرو کہ ہم عذاب الٰہی پر تو صبر کر سکتے ہیں مگر آپ کی جدائی اور فراق کا عذاب ہم سے برداشت نہیں ہوسکتا ...... اور ہمیں بات صرف زبانی طور کہنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ہمارے رویوں سے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ ہم عذاب پر صبر کر سکتے ہیں مگر اپنے محبوب حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف کی جدائی پر ہم سے صبر نہیں ہوسکتا اور جب ہمارے دل کی یہی کیفیت ہو جائے گی تو پھر ہمارے اور ہمارے محبوب حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف کے مابین کوئی بھی حجاب یا پردہ باقی نہیں رہے گا......مگر ہمیں یہ احساس تک نہیں ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہم سے جدا ہیں وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور وہ پردہ غیبت میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں اور قلت انصار کی وجہ سے غیبت طویل ہو رہی ہے کیونکہ ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہے......اب آپ بتائیں کہ کیا اپنے محبوب کے ساتھ ایسا رویہ رکھنے کے بعد بھی کوئی اس کی محبت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

دوستو !...... جب ہم اپنا احتساب کرتے ہیں اور بعض اعمال اور منفی رویوں کے حوالے سے اپنا تجزیہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہم شیعہ شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی دشمنی کر رہے ہیں اس کے باوجود اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے

محبت کرتے ہیں اوران کا ہمارے سوا کوئی نہیں ہے (نعوذ باللہ)
دوستو یہ دیکھیں آپ کے ایک دوست کا والد قتل کردیا جاتا ہےاوروہ انتہائی معزز، نیک، دیندار شخص بھی ہواور آپ میں سے کوئی آدمی اس کے قتل کوکیش کروانا شروع کردے یعنی اس کے قتل کو اپنی سیاست کا اِشو بنا کر اقتدار کے حصول کی کوشش میں مصروف ہوجائے تو خود سوچیں کہ وہ آدمی اس مقتول کے ورثا کا دوست ہے یا دشمن؟
آپ یہ بھی دیکھیں کہ کوئی آدمی اس مقتول کے خون کی سودے بازی میں سے اپنا کمیشن مقرر کرکے کوئی کام کرنا شروع کردے تو کیا وہ اس مقتول اور اس کے پسماندگان کا دوست ہے یا دشمن؟
اگرکسی آدمی کو معلوم ہو کہ بے گناہ کے خون سے ایک تعویذ لکھا جاتا ہے جو انسان کو دولتِ دنیا سے مالا مال کردیتا ہےاور کچھ لوگ جمع ہو کراس مقتول کے خون کے ایک ایک قطرے کیلئے لڑ رہے ہوں کہ میں بھی لوں گا میں بھی لوں گا اوراس طرح ایک ہنگامہ ہوجائے کہ ہر آدمی دولت مند بننے کیلئے اس کا ایک ایک قطرہ قیمتاً یا جبراً یا چوری کرکے حاصل کرنے میں لگا ہوا ہواوراس کے دکھوں پر آنسو بھی بہا رہا ہواوراس کے خون سے دولت مند بننے کا تعویذ بھی لکھ رہا ہوتو آپ بتائیں اس کا اس مقتول کے ساتھ کیا تعلق ہے؟
ایک اور مثال دیکھیں کہ اگر کچھ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ وہ کسی بے گناہ مظلوم کا خون چاٹنے سے اس دنیا میں امیر بھی ہوجائیں گے اور آخرت میں دنیا کے ہر بدترین گناہ کے باوجود وہ جنت میں ضرور جائیں گے اور وہ لوگ اس مظلوم کا خون چاٹنے کیلئے لڑ جھگڑ بھی رہے ہوں اور ایک دوسرے کو رو رو کر اس کے دکھ بھی سنا رہے ہوں اور فخر یہ یہ بھی بتا رہے ہوں کہ میں نے اس مظلوم کا اتنا خون چاٹا ہے اب آپ سوچیں ان لوگوں کا اس مظلوم کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟

اگراس طرح مظلوم کے خون چاٹنے کی ایک دوڑ شروع ہو جائے اور اس میں ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کیئے جارہے ہوں تو اب آپ بتائیں ان لوگوں کا اس مظلوم کے ساتھ یا اس کے پس ماندگان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

آپ نے کبھی یہ سنا ہو کہ کسی آدمی کا والد قتل ہوا ہے اور وہ اسے اس نیت کے ساتھ رو رہا تھا کہ اسے رونے سے جنت ملے گی؟

یا مقتول والد کے رونے سے اسے ثواب ہوگا؟ یا مقتول والد کے رونے سے اس کے گناہ بخشے جائیں گے؟...... یا اسے دنیا یا عقبیٰ کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جب ہمارا اپنے مقتولوں کے ساتھ ایسا رویہ نہیں ہے تو پھر ہمارا اپنے آئمہ ہدیٰ علیہ الصلوات والسلام کے ساتھ یہ رویہ کیوں ہے؟...... جب ہم اپنے رشتہ داروں کو روتے ہیں تو اس رونے کا محرک صرف دردِ دل ہی ہوتا ہے اور جب ہم پاک خاندان علیہ الصلوات والسلام کے مصائب میں روتے ہیں تو دنیا و عقبیٰ کے لالچ کیوں ہمارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں؟...... کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم انہیں دل سے اپنا نہیں سمجھتے اور انہیں صرف حصول دنیا و آخرت کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں...... اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں ان کی محبت کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے یا پھر اپنے رویوں سے ثابت کرنا ہوگا کہ ہم ان سے بے لوث محبت کرتے ہیں اور ہمیں ان کی محبت میں چاہے دنیا میں بربادی اور آخرت میں جہنم ہی کیوں نہ ملے تو ہم خوشی سے قبول کریں گے اور ان کی محبت سے دست کش نہیں ہوں گے

دوستو!...... انسان کو پاک ذوات کے ساتھ جو رویہ رکھنا چاہیے اس کا ادنیٰ ترین معیار یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ کم از کم اپنے جیسا رویہ رکھیں یعنی جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہیں ویسا ہی ان سے رویہ رکھیں حالانکہ یہ رویہ تو ایک مومن بھائی کے ساتھ رکھنا چاہیے تھا مگر پھر بھی ہم یہی رویہ اپنے مالک عجل اللہ فرجہ الشریف کے گھر کے ساتھ رکھ لیں تو بھی درست ہے مگر

ہم تو اپنے بارے میں جو طرزِ عمل پسند نہیں کرتے وہی ان کے بارے میں کرر ہے ہیں

## جناب موقع ابن ثمامہ اسدی سلام اللہ علیہ

دوستو!......کربلا میں جو ولایت عصر کی نصرت کا ہمیں درس دیا گیا ہے اس میں رویوں کے اعتبار سے دونوں طرح کے کردار تھے ایک طرف دوستی کا دم بھرنے والے خود کو شیعہ کہلانے والے تھے جو شب عاشورا اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام یعنی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو دوسری طرف وہ لوگ بھی تھے جو نہ ہی خود کو شیعہ کہلواتے تھے اور نہ ہی کوئی بڑا دعویٰ کرتے تھے بلکہ کربلا کے میدان میں وہ آئے ہی کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو شہید کرنے کیلئے تھے مگر انہوں نے ایک سنہری لمحے میں حق کو دریافت کیا اور پھر انجام و عواقب سے بے نیاز ہو کر عملی طور پر میدان نصرت میں کود گئے اور بڑھ کر فوز عظیم کو اپنے ہاتھوں سے اپنے مقدر میں لکھ دیا......ان سعیدان ازل میں سے ایک تھے جناب موقع ابن ثمامہ اسدی سلام اللہ علیہ

جناب موقع ابن ثمامہ اسدی سلام اللہ علیہ قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے اور تابعین میں سے تھے......یہ جنگ صفین و جمل میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے مخالف رہے اور معاویہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا......معاویہ کی موت کے بعد جب نعمان ابن بشیر انصاری نے یزید ملعون کی بیعت لینا شروع کی تھی تو انہوں نے بھی اس ملعون کی بیعت کر لی تھی اور اس کی بھرپور مدد کرنے اور اس پر اپنی جان فدا کرنے کا معاہدہ کیا تھا اور جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی ساری تحریک میں انہوں نے ان کی مخالفت کی اور لشکر کفار کا پورا پورا ساتھ دیا جناب امیر مسلم علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کے بعد بھی یہ دربار کوفہ سے وابستہ رہے جب ابن زیاد ملعون نے کربلا کی طرف لشکر بھیجنے کا پروگرام بنایا اور ابن سعد ملعون کو امیر

لشکر بنایا تو انہیں اس کا رفیق کار بنا کر روانہ کیا گیا تھا
یہاں پہنچنے کے بعد عمر ابن سعد ملعون کے ساتھ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے صلح کے مذاکرات شروع ہوئے تو یہ بھی سب کچھ دیکھتے اور سنتے رہے آخر کار ان مذاکرات میں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شرائط صلح کو ٹھکرایا گیا تو انہیں تھوڑا سا احساس ہوا کہ یہ کام درست نہیں ہوا کیونکہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شرائط حق اور اصول پر مبنی تھیں ...... روز عاشور صبح کو جنگ کیلئے صف بندی ہونے لگی تو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے اپنی مختصر سی فوج کی ترتیب درست فرمائی اور اس کے بعد ناقہ پر سوار ہوکر دونوں لشکروں کے درمیان آپ نے ایک خطبہ انشا فرمایا جس میں اپنا تعارف کروایا اور حق کی دعوت دی ...... اس وقت اس کے دل میں نور ایمان کی کرن چمکی اور یہ گھوڑا دوڑا کر کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کے لشکر میں شامل ہوگئے اور یہاں آ کر انہوں نے اقرار جرم کیا اور توبہ کی ...... جب جنگ شروع ہوئی تو انہوں نے بھی جنگ کی اجازت لی اور لشکر کفار کے ساتھ بڑی جوانمردی سے جنگ کی اور زخموں سے چور چور ہوکر گھوڑے سے گر گئے ...... ظالمین انہیں شہید کرنے کو دوڑے تو بنی اسد کے وہ لوگ جو لشکر کوفہ و شام میں موجود تھے انہوں نے آ کر انہیں بچوالیا اور عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں اس لئے تم انہیں ہمیں بخش دو بصورت دیگر ہم بھی بغاوت کریں گے ...... ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس شرط پر انہیں چھوڑا جاتا ہے کہ ان کا فیصلہ ابن زیاد ملعون جو کرے گا وہ تمہیں ماننا ہوگا ...... سب نے اقرار کیا اور انہیں اٹھا کر بنی اسد کے خیام میں رکھ دیا گیا ...... پھر گیارہ محرم کے دن انہیں کوفہ لایا گیا

ابن سعد ملعون جب کوفہ پہنچا تو اس نے عبید اللہ ابن زیاد ملعون کو موقع بن ثمامہ اسدی سلام اللہ علیہ کے بارے میں تفصیل بتائی، ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ انہیں شہید کر دیا جائے مگر

بنی اسد کے لوگ وہاں بھی آڑے آ گئے اور انہیں بچوالیا......اس کے بعد ابن زیاد ملعون نے انہیں قید کر کے زرارہ ملعون کے حوالے کر دیا جو اس وقت زندانوں کا نگران تھا......

اس زرارہ ملعون نے انہیں اسی زخمی حالت میں پا بہ زنجیر کر کے زندان میں ڈال دیا یہ وہاں ایک سال تک اسیر رہے اور اسی حالت میں شہید ہوئے یعنی مظلوم کرب و بلا کا یہ ناصر سلام اللہ علیہ ایک سال برابر وہاں زنجیروں میں اسیر رہ کر شہید ہو گیا

انہوں نے آنے والی نسلوں کو یہ درس دیا ہے کہ جب تم پر اپنے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا حق واضح ہو جائے تو پھر کسی صعوبت سے نہیں ڈرنا چاہیے، زندانوں میں جوان ہی رہتے ہیں مگر حق کو نہیں چھوڑتے

ایک درس یہ بھی دیا ہے کہ جب ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا حقِ عظیم سمجھ آ جائے تو اسے پوری زندگی ادا کرنا پڑتا ہے یہ نہیں کہ کربلا کی جنگ ختم ہو گئی تو نصرت کا عمل بھی ختم ہو گیا بلکہ جب تک زندگی رہتی ہے عمل نصرت جاری رکھنا پڑتا ہے چاہے تم زخمی ہو، کمزور ہو، اسیر ہو، صعوبات و مشکلات میں گھرے ہوئے ہو، کسی بھی حالت میں ولایت عصر کی نصرت کا فرض ساقط یا کم نہیں ہوتا کیونکہ یہ فروعات میں سے نہیں ہے کہ نماز کی طرح کبھی قصر ہو جائے اور خوف میں چوتھائی بچ جائے یا یہ روزہ کی طرح نہیں ہے کہ جان کے خطرے کی وجہ سے ساقط ہو جائے بلکہ یہ حق ہر حالت میں باقی رہتا ہے اور اپنی جملہ شقیں بھی باقی رکھتا ہے

ایک درس یہ بھی ہے کہ اصل دین رویہ ہوتا ہے اگر چہ ابن ثمامہ سلام اللہ علیہ کا عقیدہ واجبی سا تھا شاید وہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی خلقت نوریہ کے بارے میں جانتے بھی نہ ہوں انہیں حاضر و ناظر بھی نہ مانتے ہوں اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی ولایت مطلقہ الٰہیہ کے بارے میں بھی شاید انہیں علم نہ ہو مگر وہ صرف ایک بات جان گئے تھے کہ یہ ولی العصر ہیں اور ان کے ساتھ رویہ کیا رکھنا چاہیے؟...... پھر انہوں نے اس دریافتہ فریضے کو بھرپور

طریقے سے پوری زندگی ادا کیا اور ثابت کیا کہ سارا کھیل رویوں کا ہے اور انجام وثمر بھی رویوں کا ملتا ہے

## ہفہاف بن مہند راسبی سلام اللہ علیہ

دوستو!......کربلا نصرت کا ایک درس جاوید ہے......کربلا رویوں کی کیمسٹری ہے......اور یہ درس نتائج کے لحاظ سے ریاضیاتی ہے یعنی یا سوفی صد غلط یا سوفی صد درست درمیانہ کوئی صورت موجود ہی نہیں یعنی یا سوفی صد حق ہے اور جو سوفیصد حق نہیں ہے وہ سوفیصد باطل ہے درمیانہ تناسبی درجات اس میں موجود ہوتے ہی نہیں ہیں کیونکہ ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت میں مارکس صدفی صد ملتے ہیں چاہے منفی ہوں یا مثبت

دوستو!......ہم اس حقیقت کو بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ رویوں کی وجہ سے انسان حق کہلاتا ہے یا باطل......کامیاب کہلاتا ہے یا ناکام......دوست کہلاتا ہے یا دشمن......دل میں کوئی کتنی ہی محبت کیوں نہ رکھتا ہوں اگر عمل سے ظاہر نہیں ہوتی تو وہ محبت شمار نہیں ہوتی جیسا کہ کوفہ وشام کے لشکر میں شاید ہزاروں اور کوفہ کے اندر موجود لوگوں میں بھی شاید ہزاروں لوگ ہوں جو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو اپنا امام مانتے ہوں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی وجہ سے ان سے مؤدت ومحبت کا دم بھی بھرتے ہوں اور انہیں شاید وہی کچھ مانتے ہوں جیسا کہ آج کا ایک شیعہ مانتا ہے مگر حالات کی وجہ سے وہ نصرت نہ کرسکے تو کیا انہیں دوستوں کی لسٹ میں شامل کرنا مناسب ہوگا؟......عرفائے عظام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مومن وہی تھے کہ جنہوں نے نصرت امام وقت کا فریضہ ادا کیا تھا شہید ہوئے یا نہیں، نصرت میں زخمی ہوئے یا زندانوں میں رہے، جیسے جناب مختار ثقفی ہیں یا ان جیسے کئی اور ناصرین ہیں یا وہ افراد جنہیں کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے حکماً

مدینہ میں رہنے پر مجبور فرمادیا تھا وہ ایک طرح کے ناصر ہی تھے ......حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے اپنی طرف سے شہادت کے حصول کی کوشش کی ،بس وہی مومن تھے اور باقی جو افراد روئے زمین پر موجود تھے وہ مرتد شمار ہوتے ہیں

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اس وقت لاکھوں لوگ ایسے ہوں گے جنہیں واقعہ کربلا کا علم تک نہیں ہوگا تو انہیں ہم کیسے مرتد قرار دے سکتے ہیں کیونکہ انہیں تو علم تک نہیں تھا ...... اس کے جواب میں عرفائے کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے رجب میں وطن کو ترک فرمایا اور شہادت دس محرم کو ہوئی یہ پانچ چھ ماہ کا عرصہ بنتا ہے اور جو شخص اپنے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام سے پانچ ماہ تک غافل ہوا اور اسے اتنا بھی معلوم نہ ہو کہ میرے ولی العصر علیہ الصلوات والسلام کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں تو کیا وہ شخص بھی مومن ہوسکتا ہے؟

جو شخص اپنے زمانے کے امام علیہ الصلوات والسلام سے مہینوں غافل رہے وہ مرتد نہیں تو کیا ہے؟ اس بات میں ہمارے لئے یہ احساس موجود ہے کہ کہیں ہم بھی ان غافلین جیسے تو نہیں ہیں کہ جنہیں مہینوں بلکہ برسوں سے معلوم نہیں ہے کہ ہمارے شہنشاہ زمانہ ہمارے ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں؟

دوستو! ...... بات رویوں کی ہے اور کربلا رویوں کا نگار خانہ ہے کہ جیسا رویہ دیکھنا ہو اور اس کا انجام دیکھنا ہو تو کتاب کربلا کے اوراق الٹ کر دیکھ لو

کربلا میں روز عاشور کئی کردار ایسے ہیں جو کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کے بعد وہاں پہنچے یا انہیں کربلا پہنچنے سے پہلے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کی اطلاع ملی وہ جتنے بھی کردار تھے ان سب کا اپنا اپنا ردعمل تھا یعنی خبر شہادت سننے کے بعد سب کا رویہ ایک دوسرے سے مختلف تھا مثلاً

کچھ لوگ خبر شہادت سننے کے بعد روتے روتے بے ہوش گئے اور اس کے بعد اسی حال میں واپس گھر آ گئے کہ اب تو نصرت کا وقت گزر چکا ہے

کچھ لوگ یہ خبر سن کر اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے اور واپس گھر آ کر جہاد کی تحریک چلائی اور انصار جمع کئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے

کچھ لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے یہ خبر سنی اور جہاد کے بارے میں سوچا لیکن اپنی تنہائی اور کمزوری نے تلوار اٹھانے سے روک لیا اور یہی سوچا کہ میں اکیلا تلوار اٹھاؤں بھی تو کامیاب تو نہیں ہو سکتا اس لئے وہ لوگ کفار کوفہ میں چھپ گئے اور اپنے آپ کو ظاہر تک نہیں کیا اور روتے بھی تھے تو چھپ چھپ کر

کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس خبر شہادت کے بعد قیام عزاداری پر اکتفیٰ کر لیا اور نصرت کرنے اور پردہ داران توحید و رسالت صلوات اللہ علیھن کی رہائی یا ان کی نصرت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا

کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے نہ ہی اپنی کمزوری دیکھی اور نہ ہی اپنی تنہائی دیکھی اور نہ ہی اپنا انجام دیکھا اور نماز نصرت کو اوّل وقت میں ادا فرما دیا......ان عاشقان پاک میں سے ایک ہیں جناب ہفہاف بن مہند، راسبی سلام اللہ علیہ

دوستو!......ازدی قبیلے کو تو آپ جانتے ہیں یہ جو راسبی قبیلہ تھا یہ دراصل ازدی قبیلے ہی کی ایک شاخ تھا اور یہ ''بنی راسب'' ازدیوں کی وہ شاخ کہلاتی تھی جو بصرہ میں آباد تھی اور انہوں نے شاید اپنی علیحدہ پہچان بنانے کیلئے اپنی آپ کو راسبی کہلانا شروع کروا دیا تھا ممکن ہے اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو...... یہ جناب ہفہاف بن مہند سلام اللہ علیہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور یہ بھی بصرہ ہی کے رہنے والے تھے

صاحب رجال مامقانی لکھتے ہیں کہ جناب ہفہاف اپنے وقت کے نامور شجاع، بے نظیر

بہادر اور عدیم المثال دلاور تھے...... یہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کے پروانوں میں شمار ہوتے تھے...... جناب ہفہاف بن مہند راسبی نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی معیت میں ساری جنگوں میں شرکت فرمائی اور جملی وصفینی ونہروانی ملعونوں کے ناکوں پر اپنی تلوار کی ضربوں کے نشان چھوڑے...... جنگ صفین میں تو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے انہیں بنی راسب کا سردار اور علمبردار بھی بنایا تھا

ان کے زمانہ حکومت تک آپ کوفہ میں رہے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کے بعد جب امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی دستار کے وارث امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام واپس مدینہ تشریف لے گئے تو یہ ان کے ساتھ مدینہ میں رہے جب امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی دستار کے وارث امام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام کو معاویہ کی سازش کے تحت زہر کے جام سے شہید کیا گیا تو جناب ہفہاف بن مہند سلام اللہ علیہ واپس بصرہ میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے

جب کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام نے مدینہ چھوڑا اور مکہ سے بصرہ کے مومنین کو خط لکھے تو یہ وہاں موجود نہ تھے جب یہ واپس بصرہ پہنچے تو انہیں اہل بصرہ نے حالات بتائے

اس وقت تک بصرہ کی ناکہ بندی ہو چکی تھی ...... انہوں نے وہاں سے چھپ کر نکلنے کا پروگرام بنایا اور اکیلے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کی طرف چل پڑے...... راستے میں انہیں کسی نے بتایا کہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام تو زمین کربلا پر خیمہ زن ہیں ......انہوں نے کربلا کا رخ کیا...... یہ روز عاشور عصر کے بعد کربلا میں پہنچے...... وہاں یہ لشکر شام میں اس وقت داخل ہوئے جب وہ کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کو شہید کرنے کے بعد نماز جمعہ ادا کر کے کھڑے ہو چکے تھے اس وقت کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں ہفہاف بن مہند راسبی ہوں اور کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کی نصرت

کرنے کیلئے بصرہ سے آیا ہوں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ملیں گے؟......اس وقت انہیں کوفیوں نے بتا تا کہ جنگ ختم ہوچکی ہے ہم نے کریم کربلا علیہ الصلوات والسلام کوان کے خاندان اوراصحاب وانصارسمیت شہید کردیا ہے اس وقت ان کی پاک اولاد میں سے صرف ایک بیمار باقی ہے اور باقی مستورات توحید ورسالت صلوات اللہ علیہن ہیں جنہیں عمر بن سعد ملعون کے حکم سے ابھی ابھی لوٹ لیا گیا ہےاوران کے خیام کوٹھنڈا کر کے ہی ہم نے نماز جمعہ ادا کی ہے

جناب ہفہاف سلام اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہوگئی اوران کی آنکھوں میں خون اتر آیا...... انہوں نے ایک مرتبہ لشکر شام کو دیکھا ایک سرد آہ کھینچی اور چھلانگ لگا کر گھوڑے کی زین پر آئے اور پھر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا اوراسے نیام سے باہر نکال لیا اور پھر ایک غضبناک شیر کی طرح دشمنان دین پر حملہ آور ہوئے

ہزاروں آدمیوں پر ایک آدمی کا غیر متوقعہ حملہ ہوا تو ایک دم ان میں بھگدڑ مچ گئی اور پھر تلواریں نیاموں سے باہر آگئیں اور جنگ چھڑ گئی...... یہ کیسی جنگ تھی ایک کے مقابلے میں ہزاروں جوان تھے مگر اس عاشق باطینت نے ہزاروں کی پرواہ نہ کی اور کوفیوں کا بے دریغ قتل عام کیا اوراس کی جنگ کی یہ کیفیت تھی کہ جب یہ للکارتے ہوئے کسی کی سمت بڑھتے تھے تو وہ جتنا جری جوان کیوں نہیں ہوتا تھا سوائے فرار کے اسے کوئی راہ نجات نظر ہی نہیں آتی تھی اوران کی تلوار کی ضربوں کے سامنے کوفی شامی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگتے نظر آتے تھے...... کفار کوفہ وشام نے جب ان کا انداز حرب وضرب دیکھا تو انہوں نے اجتماعی حملے میں ان کے رہوار کے پاؤں کاٹ دیئے ......لیکن اس ضعیف ناصر نے ہمت نہیں ہاری بلکہ پیادہ جنگ شروع کردی اوراس پیادہ جنگ میں انہوں نے بہت سے کوفیوں کو دارالبوار کا ''گیٹ وے'' دیا

## رجز

نصرت اوفریضۂ واجب ہے جیندی نہیں کہیں وقت بھی دیر ہوندی

توڑے ڈینہ لہہ جاوے نصرت دی ہے ول وی عین سویر ہوندی

جڈاں کرنی جان فدا ہووے ول ویل کوویل دو کیا ڈیکھن

عاشق دی نظر دے وِچ دشمن دی فوج کڈاہیں نہیں ڈھیر ہوندی

قربانی جیڑھے وقت ہووے اوندا اوّل وقت اوہو ہونداۓ

ہے وصل دی جنت عشق اگوں سچ آہداں پہلے پیر ہوندی

ہفہاف کریمؑ دا عاشق ہاں میں حق ہاں تھوں تاں کوئی ڈر نہیں

باطل دی فوج ہووے جتنی نہیں کوڑ دی کھیڈ دلیر ہوندی

پروانیاں دی فطرت دے وچ کہیں چیز دا بھی نہیں خوف ہوندا

جتنا کمزور ہو پروانہ ہے اوندی فطرت شیر ہوندی

میں موت دی بنڑی دا گھونگھٹ تلوار دے نال اٹھانوناں ہے

جڈاں عاشق کمراں بدھ ٹردن ہے ہر ہک منزل زیر ہوندی

شبیرؑ دے بدلے گھنن دی میں پیا اج بنیاد رکھیندا ہاں

تکمیل کریسی حسنؑ دا چن جعفرؑ اعلان کریندا ہاں

جناب ہفہاف بن مہندراسبی سلام اللہ علیہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور تلوار بھی چلا رہے تھے مگر چاروں طرف سے چلتی تلواروں سے ان کا جسم بھی زخمی ہوتا چلا گیا اور اس جانفروش نے آخری دم تک تلوار چلائی اور جام شہادت نوش فرما کر کاروانِ شہیداں سے ملحق ہو گئے خلاق ازل ان کے مقاصد نصرت کی تکمیل فرمائے......آمین

دوستو !...... ان جانثارِ پاک باز نے بھی ہمیں درسِ نصرت سے نوازا ہے اور آنے والی نسلوں کو نصرت کا ایک اور پہلو دکھایا ہے اور کتاب نصرت کا ایک نیا باب کھول کر سنایا ہے آیئے ہم بھی اس کے چند نتائج پر غور کریں

۞ ......ایک تو ہمیں یہ درس دیا ہے کہ نصرت کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا اس لئے کبھی اور کسی بھی وقت نصرت کے کسی موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیے

۞ ......نمازِ نصرت جب ادا ہوتی ہے تو اوّل وقت میں ادا ہوتی ہے اور اگر قضا ہوگئی تو ہوگئی کیونکہ جب دوسرے وقت تک ملتوی کر کے اسے ادا کریں گے تو وہ اس دوسرے وقت کی ہوگی اس پہلے وقت کا متبادل نہیں ہوگی

۞ ......نصرت میں جان لڑانے کی بھرپور کوشش کرنا چاہیے اور نصرت شہید ہونے کی نیت سے نہیں کی جاتی بلکہ فاتح ہونے کی نیت سے یا حصول مقصد کی نیت سے کی جانا چاہیے ہاں اس کی راہ میں شہادت مل جائے تو یہ ہی معراج ہے

۞ ......نصرت میں حصول مقصد کو سامنے رکھنا چاہیے مگر شہادت پر آمادگی کے بغیر حصول مقصد کی کوشش بعض اوقات محرومی کا باعث بن جاتی ہے جیسا کہ سعید بن عبداللہ قعقاع خزاعی کا واقعہ ہے کہ وہ کربلا میں تاخیر سے پہنچے اور وہاں نصرت نہ کرسکے اور موقع کی تلاش میں مصروف ہوگئے تو شہیدان کربلا میں ان کا شمار نہ ہوسکا اور توابین میں شمار ہوا یعنی انہوں نے بر وقت ترکِ نصرت کر کے گناہ کیا تھا اس لئے توابین یعنی توبہ کرنے والوں میں شمار ہوئے

۞ ......انسان جب تک نصرت میں انجام وعواقب سے بے نیاز نہ ہوجائے نصرت کرہی نہیں سکتا اس لئے سب سے پہلے انجام وعواقب ونتائج سے بے نیاز ہونا پڑتا ہے

۞ ......آیئے دوستو !......ہم بھی دعا کریں کہ رب ذوالجلال والاکرام ہمیں بھی اپنے ولی

العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں خلوص نیت سے دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم تہہ دل سے گریہ وزاری کے ساتھ یہ دعا کریں کہ ان مظلومین علیہم الصلوات والسلام کے وارث و منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلدی تشریف لائیں اور ان کا انتقام لیں اپنے اجداد طاہرین علیہم الصلوات والسلام کو دوبارہ اس دنیا میں اِلٰہی جاہ وجلال کے ساتھ آباد فرمائیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

الحمد لله و شكراً لصاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف

والسلام

دعاگو

السید مخدوم محمد جعفرؑ الزمان نقوی

17 ربیع الاوّل 1423 بمطابق 30 مئی 2002 بروز جمعرات کو

یہ کتاب بفضل مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف مکمل ہوئی

هوالکریم

# تالیفات وتصنیفات

## مخدوم سید محمد جعفرؑ الزمان نقوی

(1) عرفان حجتؑ ......شہنشاہ معظم کے اسم حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی شرح پر چودہ خطبات ]

(2) طریق المنتظرین ......[ حقوق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور فرائض مومنین پر ایک جامع کتاب ]

(3) معدن العصمت فی سیرت ام القائمؑ الحجۃ صلوات اللہ علیہا

(4) اسرار العبدیات یعنی عملی روحانیات

(4) امتیاز العالین عن انواع العالمین

(5) دعائے تعجیل فرج

(6) افکار المنتظرین [ غوامض الٰھیات پر خطبات ]

(7) تحریم السیدات علیٰ غیر السادات [ عقد سادانی پہ جامع بحث ]

(8) فن نوحہ نگاری [ نوحہ نگاری کے فن پہ ایک گراں قدر مقالہ ]

(9) انتصارِ مظلوم [ مسدس ]

(10) نطقِ قلم [ انتصارِ مظلوم کے سلسلے کی دوسری کڑی ]

(11) کنٹھا قلندر نامہ [ فقر کے موضوع پہ سرائیکی مسدس ]

(12) قلابہ [ قلندر نامہ کے سلسلے کی دوسری کڑی ]

(13) نفیل [ قلندر نامے کے سلسلے کی تیسری کڑی ]

(14) من دا مچ [ عارفہ کلام سرائیکی ]

(15) گستاخیاں [ سادات عظام کے موضوع پہ نظمیں ]

(16) کسیلی سوچیں [اردو جنرلی نظموں کا مجموعہ]

(17) کرچیاں [اردو جنرلی قطعات و رباعیات]

(18) عرفانیے [مدحیہ نظموں کا مجموعہ]

(19) زبانِ اشک [اردو سلاموں کا مجموعہ]

(20) لذتِ درد [مجالس میں پڑھے جانے والے بند ڈوہڑے]

(21) مجالس المنتظرین فی مقتل المظلومین [پانچ جلدیں] محققانہ مجالس' ایک تاریخ' ایک روضہ نگاری جو ہزاروں کتابوں سے بے نیاز کردے

﴿یا ھو یامن ھو لا ھو الا ھو الحی القیوم﴾

**یامولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک وعلی آبائک واولادک وجعلنا من انصارك ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائک اجمعین**

# مراکز دستیابی

1......فکرِاسلامی بک سنٹر......مرکزی امام بارگاہ دھوبی گھاٹ فیصل آباد

2......امام خمینی کمپلیکس......ماڑی انڈس ضلع میانوالی

3......القائم ویلفئیر ٹرسٹ......کمرہ نمبر 11اے اینڈ کے چیمبر 14ویسٹ اینڈ وہارف روڈ کراچی نمبر 2

4...... پاکستان بک سنٹر چوبارہ روڈ لیہ

5...... پاک کتب خانہ اردو بازار راولپنڈی......Ph.03204909809

6...... برمودہ لائبریری......سرخہ روڈ جمن شاہ ضلع لیہ

7...... www.jamanshah.com

Email: smj52000@yahoo.com